ذکر الصالحین باحوال علماء العاملین

المعروف بہ

ذکرِ صالحین

جلد اول

مرتب ومؤلف

مولانا مرغوب احمد لاجپوری، ڈیوزبری

ناشر

جامعۃ القرأت کفلیتہ

لاجپور ضلع سورت، گجرات (انڈیا)

ذكر الصالحين باحوال علماء العاملين

المعروف بہ

ذکر صالحین ج:۱

۱۱/رسائل پر مشتمل: ۱۲۳/بزرگوں کے حالات کا دلچسپ، بصیرت افروز مجموعہ۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیۃ

فہرست رسائل

۱	ذکر انبیاءؑ صحابہ........................	۳۵
۲	صاحب ہدایہ........................	۷۲
۳	شیخ الاسلام ابن تیمیہ........................	۱۴۸
۴	صاحب کنز العمال........................	۱۸۶
۵	صاحب نور الایضاح........................	۲۰۷
۶	علامہ شامی........................	۲۲۰
۷	تلک عشرۃ کاملۃ........................	۲۴۴
۸	گجرات کے چند مفسرین........................	۲۷۹
۹	گجرات کے چند قراء........................	۳۳۵
۱۰	ملوک وعلمائے اندلس........................	۳۹۰
۱۱	علم طب کے چند ماہر مسلمان........................	۴۱۷

فہرست رسائل

پیش لفظ..	۲۲
فہرست رسائل......مقالات......مضامین..	۲۲
تقریظ از: حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب لاجپوری مدظلہ.............	۲۹
تقریظ از: حضرت مولانا عتیق احمد قاسمی بستوی مدظلہ............................	۳۰
تقریظ از: حضرت مولانا سلیم دھورات صاحب مدظلہ............................	۳۲

نوٹ

''ذکر صالحین'' کی ساتوں جلدوں میں جن اکابر کا تذکرہ کیا گیا ہے' ان کے نام کی ایک فہرست حروف تہجی کے اعتبار سے' اسی جلد کے صفحہ نمبر: ۴۰ر میں لکھ دی گئی ہے، تاکہ کسی وقت تلاش کی ضرورت ہو تو آسانی سے مل جائے۔ مرتب

تشکر:......''ذکر صالحین'' کی ساتوں جلدوں کی پروف میں رفیق محترم مولانا شبیر احمد بن فضل کریم صاحب مدظلہ (مقیم راچڈیل) نے از حد تعاون فرمایا، راقم ان کا تہہ دل سے شکر گذار ہے، اللہ تعالیٰ انہیں دونوں جہاں میں بہترین بدلہ عطا فرمائے، آمین۔ مرتب

فہرست رسالہ ’’ذکرانبیاء،صحابہ‘‘

سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام	۳۶
سیدنا حضرت اسحاق علیہ الصلوۃ والسلام	۳۹
سیدنا حضرت یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام	۴۰
سیدنا حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام	۴۲
سیدنا حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام	۴۵
سیدنا حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام	۴۹
حضرت سیدنا سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام	۵۲
بخت نصر کا خواب اور حضرت دانیال علیہ الصلوۃ والسلام کی عجیب تعبیر	۵۷
حضرت مریم علیہا السلام	۶۰
حضرت مریم علیہا السلام کے فضائل پر احادیث	۶۱
حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ	۶۶
حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ	۶۹

فہرست رسالہ ''صاحب ہدایہ''

عرض مرتب........................	۷۳
ولادت......نام ونسب......وطن عزیز........................	۷۴
تحصیل علم اور اساتذہ........................	۷۵
درس وتدریس اور تلامذہ........................	۹۳
بدأت سبق میں صاحب ہدایہ کا خاص طرز........................	۹۶
اوصاف وکمالات اور حج بیت اللہ کی سعادت........................	۹۷
حدیث میں صاحب ہدایہ کا مقام........................	۹۸
طبقات فقہاء اور صاحب ہدایہ کا درجہ........................	۹۹
صاحب ہدایہ کے نصیحت آمیز اقوال وملفوظات........................	۱۰۱
تصانیف........................	۱۰۳
ہدایہ کی خصوصیات واہمیت........................	۱۰۶
صاحب ہدایہ پر ایک اعتراض اور اس کا جواب........................	۱۰۸
حدیث کا مفہوم........................	۱۱۰
ایک اور مثال........................	۱۱۰
اسلوب تحریر........................	۱۱۴
رموز واشارات........................	۱۱۵
شروح ہدایہ........................	۱۱۸
تجریدات ہدایہ........................	۱۲۵

احادیث ہدایہ کی تخریج پر تصانیف.............................	۱۲۶
تراجم ہدایہ.............................	۱۳۱
حفاظ ہدایہ.............................	۱۳۳
درس ہدایہ کا طریقہ.............................	۱۳۴
وفات حسرت آیات.............................	۱۳۶
باقیات الصالحات.............................	۱۳۶
ہدایہ پر اعتراض کا منصفانہ جائزہ.............................	۱۳۷
''ابوداؤدشریف'' کی ایک حدیث کی تضعیف اور صاحب ہدایہ کے خلاف شور	۱۳۹
ہدایہ پر اعتراض کا ایک نمونہ.............................	۱۴۰
ہدایہ میں مذکورہ احادیث کے متعلق ایک اعتراض.............................	۱۴۱
آخری بات.............................	۱۴۴
تنبیہ.............................	۱۴۵
مأخذ ومراجع.............................	۱۴۷

فہرست رسالہ ’’شیخ الاسلام ابن تیمیہ‘‘

عرض مرتب وسبب تالیف	۱۴۹
شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اوصاف وکمالات	۱۵۰
شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے:۱۹رتفردات	۱۵۱
امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تحریر کے چند اقتباسات	۱۵۴
آپ ﷺ کی نماز پڑھنے کی جگہوں پر نماز پڑھنا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی بدعتوں میں سے ہے	۱۵۴
آپ ﷺ کے یوم ولادت کے موقع پر خوشیاں منانے پر اجرمل سکتا ہے...	۱۵۴
اسم مفرد یعنی اللہ اللہ سے ذکر کرنا بدعت، اور غیر شرعی عمل ہے................	۱۵۶
حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معاذ رضی اللہ عنہ سے زیادہ علم والا کہنا جہالت ہے..	۱۵۶
ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا عقیدہ تھا کہ: انبیاء علیہم السلام گناہوں سے معصوم نہیں....	۱۵۷
شیطان وحی میں انبیاء علیہم السلام کو اپنے وسوسوں کا شکار بنا سکتا ہے..........	۱۵۸
انبیاء علیہم السلام کے مطلقاً معصوم ہونے کا عقیدہ رافضیوں کا ہے............	۱۶۲
ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا عقیدہ ہے کہ: اللہ تعالی کی ذات محل حوادث ہے..........	۱۶۲
حضرت موسی علیہ السلام پر بے کمالی کے الزام کی جرأت	۱۶۴
حضرت مدنی کا ’’امام اہل سنت‘‘ اور ’’شیخ الاسلام‘‘ کے الفاظ پر اظہار تعجب...	۱۶۵
میں ابن تیمیہ کا معتقد نہیں، ان کو شیخ اکبر رحمہ اللہ کی تکفیر کرنا مبارک ہو.......	۱۶۶
جب ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اجتہاد کی جرأت کی تو وہ راہ صواب سے دور ہو گئے	۱۶۷
علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے شدید مخالف تھے	۱۶۸

علامہ کشمیری رحمہ اللہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے معتقد تھے، مگران پر رد بھی کیا......	۱۶۹
حضرت تھانوی رحمہ اللہ، ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو ''سلطان القلم'' کہتے تھے........	۱۶۹
شاہ عبد العزیز صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''کلام او مردود است''..........	۱۶۹
علامہ افغانی رحمہ اللہ کی ''الجواہر البہیہ'' ابن تیمیہ رحمہ اللہ پر رد ہے............	۱۶۹
ابن تیمیہ رحمہ اللہ علامہ عثمانی اور حضرت سہارنپوری رحمہما اللہ کی نظر میں.......	۱۶۹
ابن تیمیہ رحمہ اللہ علامہ کشمیری رحمہ اللہ کی نظر میں......................	۱۷۰
ابن مطہر حلی کی تنقید قابل تحسین ہے، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تنقیص نا قابل قبول..	۱۷۱
نزول رب تعالی اور ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا مسلک........................	۱۷۲
خاتمہ...... ''تفرد'' کے بیان میں..	۱۸۰
مقلد محقق یا مفتی مجتہد..	۱۸۰
تفرد کا مطلب..	۱۸۰
تفرد افضل نہیں..	۱۸۱
تفرد کے شرائط..	۱۸۲
تفرد کے اقسام..	۱۸۳

فہرست رسالہ ’’صاحب کنز العمال‘‘

پیش لفظ..	۱۸۷
نام ونسب..	۱۸۸
ولادت..	۱۸۸
طلب علم اور سلوک وطریقت..	۱۸۸
تلامذہ..	۱۸۹
ریاضت ومجاہدہ..	۱۹۰
استغناء......اظہار حق......امراء کی صحبت سے گریز..	۱۹۰
اکل حلال......توکل وقناعت..	۱۹۱
فضل وکمال..	۱۹۳
خواب میں زیارت رسول ﷺ..	۱۹۵
تصنیف وتالیف..	۱۹۶
کنز العمال..	۱۹۶
وفات..	۱۹۹
ایک کرامت..	۲۰۰
تتمہ از: مشائخ احمد آباد..	۲۰۱
تحمل مزاجی..	۲۰۱
شیخ کی ایک کرامت..	۲۰۱
جنات کی آمد..	۲۰۳
تصانیف..	۲۰۴

فہرست رسالہ ''صاحب نورالایضاح''

صاحب نورالایضاح................................	۲۰۸
ولادت......تعلیم......اساتذہ................................	۲۰۸
تدریس وتلامذہ................................	۲۰۹
تصنیفات وتالیفات................................	۲۱۰
نورالایضاح................................	۲۱۴
''نورالایضاح'' کے معنی................................	۲۱۴
''نورالایضاح'' کے متعلق حضرت شاہ صاحب کی طرف منسوب ایک واقعہ کی تحقیق................................	۲۱۶
''نورالایضاح'' کے تراجم وشروحات................................	۲۱۸
حاشیۃ الطحطاوی................................	۲۱۹
وفات................................	۲۱۹

فہرست رسالہ ’’علامہ شامی‘‘

پیش لفظ	۲۲۱
صاحب ردالمحتار علامہ ابن عابدین شامی	۲۲۲
ولادت	۲۲۲
ایک تسامح	۲۲۲
سلسلۂ نسب	۲۲۳
تعلیم وتربیت	۲۲۴
فن تجوید میں مشغولی کا عجیب واقعہ	۲۲۴
تلامذہ	۲۲۵
فتوی نویسی	۲۲۵
حق گوئی	۲۲۶
وضو کا اہتمام	۲۲۷
دن رات کے مشاغل	۲۲۷
علماء وطلباء سے محبت	۲۲۸
اخلاق وعادات	۲۲۸
علامہ شامی رحمہ اللہ کا جمائی روکنے کا تجربہ	۲۲۹
ذریعۂ معاش	۲۳۰
علمی ذخیرہ	۲۳۰
والد بزرگوار کی عظمت	۲۳۱

علامہ شامی رحمہ اللہ کی والدہ..............	۲۳۱
اساتذہ کا ادب..............	۲۳۲
تصنیف وتالیف..............	۲۳۲
ردالمحتار..............	۲۳۳
ردالمحتار نام رکھنے کی وجہ..............	۲۳۶
شرح عقود رسم المفتی..............	۲۳۶
علامہ کی ایک تصنیف اورکیّ الحمصۃ بیماری کا ذکر..............	۲۳۷
علامہ شامی رحمہ اللہ کی دوسری تصانیف کی فہرست..............	۲۳۹
شکل وشمائل..............	۲۴۲
وفات..............	۲۴۲
علامہ شامی رحمہ اللہ کے صاحبزادے علامہ علاؤالدین رحمہ اللہ..............	۲۴۳

فہرست رسالہ: ’’تلک عشرۃ کاملۃ‘‘

امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ..	۲۴۵
تصنیفات..	۲۴۸
صاحب اصول الشاشی رحمہ اللہ..	۲۴۹
اصول الشاشی کی مقبولیت واہمیت..	۲۵۱
’’اصول الشاشی‘‘ کی شروح وحواشی..	۲۵۱
امام غزالی رحمہ اللہ کا مختصر تذکرہ..	۲۵۳
احیاء العلوم کی اہمیت..	۲۵۴
حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ..	۲۵۵
حضرت شیخ محی الدین بن عربی رحمہ اللہ..	۲۵۸
حضرت شمس تبریز (محمد بن علی) رحمہ اللہ..	۲۶۱
امام محمد بن سعید البوصیری رحمہ اللہ..	۲۶۳
صاحب نخبہ: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ..	۲۶۷
حضرت عبدالرحمٰن ملا جامی رحمہ اللہ..	۲۷۲
صاحب مسلم الثبوت کے مختصر حالات..	۲۷۴
ولادت......نام......تعلیم وعہدے......یادداشت..	۲۷۴
تصانیف..	۲۷۵
’’مسلم الثبوت‘‘ کی مقبولیت واہمیت..	۲۷۶
’’مسلم الثبوت‘‘ کے حواشی وشروح..	۲۷۷

فہرست رسالہ ''گجرات کے چند مفسرین''

عرض مرتب..	۲۸۰
(۱)......حضرت فقیہ مخدوم علی مہائمی رحمہ اللہ..........................	۲۸۳
(۲)......شیخ کرمانی بھروچی رحمہ اللہ..........................	۲۸۳
(۳)......شیخ عبداللطیف بن شیخ جمال الدین رحمہ اللہ..........................	۲۸۳
(۴)......شیخ صدرالدین بنبانی رحمہ اللہ..........................	۲۸۵
(۵)......ابوالفضل گازرونی..........................	۲۸۵
(۶)......شیخ حسن بن احمد رحمہ اللہ..........................	۲۸۶
(۷)......شیخ عبدالملک بنبانی عباسی رحمہ اللہ..........................	۲۸۷
(۸)......صاحب کنزالعمال شیخ علی متقی رحمہ اللہ برہانپوری گجراتی ہندی......	۲۸۷
(۱۰)......شیخ حسن (محمد) چشتی رحمہ اللہ..........................	۲۸۷
(۹)......شیخ محمد بن طاہر پٹنی گجراتی..........................	۲۸۸
(۱۱)......سید رفیع الدین شیرازی رحمہ اللہ..........................	۲۸۸
(۱۲)......شیخ عبدالوہاب متقی رحمہ اللہ..........................	۲۸۹
(۱۳)......مولانا صبغۃ اللہ بھروچی رحمہ اللہ..........................	۲۹۰
(۱۴)......خواجہ محمد بن محمود دہدار سورتی رحمہ اللہ..........................	۲۹۲
(۱۵)......ابوالبرکات شیخ عیسی بن قاسم جندی رحمہ اللہ..........................	۲۹۲
(۱۶)......صاحب ''النورالسافر'' شیخ عبدالقادر حضرمی احمد آبادی..........	۲۹۴
(۱۷)......شیخ محمد چشتی رحمہ اللہ..........................	۲۹۹

(۱۸)......شیخ وجیہ الدین علوی رحمہ اللہ..............................	۳۰۰
(۱۹)......شیخ احمد بن سلیمان رحمہ اللہ..............................	۳۰۵
(۲۰)......اسماعیل شیرازی رحمہ اللہ..............................	۳۱۶
(۲۱)......میر سید جلال رحمہ اللہ..............................	۳۱۶
(۲۲)......محترمہ جانان بیگم..............................	۳۱۸
(۲۳)......مفسر کبیر شیخ یحی بن محمود رحمہ اللہ..............................	۳۱۹
(۲۴)......سید ابوالمجد محمد بن جعفر حسینی رضوی..............................	۳۲۰
(۲۵)......سید محبوب عالم رحمہ اللہ..............................	۳۲۱
(۲۶)......شیخ جمال الدین چشتی رحمہ اللہ..............................	۳۲۲
(۲۷)......شیخ نورالدین بن محمد صالح احمد آبادی رحمہ اللہ..............................	۳۲۴
(۲۸)......مولانا محمد صدیق بن شریف پٹنی رحمہ اللہ..............................	۳۲۷
(۲۹)......خواجہ قطب..............................	۳۳۰
(۳۰)......محمد الکندی تھانیسری رحمہ اللہ..............................	۳۳۱
(۳۱)......سید سلطان جی شاہی رحمہ اللہ..............................	۳۳۱
(۳۲)......مولانا محمد بن احمد محمد الشریحی گجراتی رحمہ اللہ..............................	۳۳۱
(۳۳)......سید ہبت اللہ رحمہ اللہ..............................	۳۳۲
(۳۴)......شیخ فیض اللہ بن زین العابدین بنبانی رحمہ اللہ..............................	۳۳۴
(۳۵)......سید علی بن سید نور رحمہ اللہ..............................	۳۳۴
(۳۶)......حضرت العلام مولانا سید ابرار احمد صاحب دھلیوی رحمہ اللہ......	۳۳۴

فہرست رسالہ ’’گجرات کے چند قرّاء‘‘

عریضہ بنام حضرت الحاج قاری اسماعیل بسم اللہ صاحب مدظلہم	۳۳۶
شیخ القراء امام شاطبی رحمہ اللہ	۳۳۸
خلف بن ہشام الاسدی البزار بغدادی رحمہ اللہ	۳۳۸
شیخ القراء محمد بن عبدالرحیم ابوبکر الاصفہانی رحمہ اللہ	۳۳۸
ابوالعلاء الہمذانی (الحسن بن احمد سہل العطار)	۳۳۹
علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ	۳۴۰
فنِ تجوید میں مشغولی کا عجیب واقعہ	۳۴۰
قاری ومقری ابوالقاسم الہذلی البسکری المغربی رحمہ اللہ	۳۴۱
جنید بن عمرو العدوانی المکی رحمہ اللہ	۳۴۳
حضرت سید جلال الدین حسین المعروف بہ مخدوم جہاں نیاں جہانگشت	۳۴۴
قاضی علم الدین بن عین الدین صدیقی شاطبی گجراتی رحمہ اللہ	۳۴۵
شیخ عبداللطیف احمد آبادی رحمہ اللہ	۳۴۶
سید محمد زاہد بن قطب عالم بخاری رحمہ اللہ	۳۴۷
شیخ ابراہیم برہانپوری رحمہ اللہ	۳۴۷
شیخ مقری محمود بن محمد گجراتی	۳۴۸
شیخ مودود بن قاضی علم الدین رحمہ اللہ	۳۴۸
سید احمد بن سید جعفر شیرازی رحمہ اللہ	۳۴۸
شاہ فضل اللہ کاشانی ثم احمد آبادی رحمہ اللہ	۳۴۹

شیخ ابراہیم قاری شطاری رحمہ اللہ............	۳۴۹
شیخ شہاب الدین احمد بن بدرالدین مصری شافعی رحمہ اللہ............	۳۵۰
شیخ محمد بن احمد فاکہی رحمہ اللہ............	۳۵۱
شیخ وجیہ الدین علوی رحمہ اللہ............	۳۵۲
شیخ مبارک بن شیخ خضر ناگوری رحمہ اللہ............	۳۵۵
شاہ محمد بن فضل اللہ جونپوری ثم برہانپوری رحمہ اللہ............	۳۵۶
شیخ محمد بن الحسن بن موسی المندوی رحمہ اللہ............	۳۵۷
شیخ احمد بن ابوبکر ابن الشلی یمنی رحمہ اللہ............	۳۵۷
شیخ سید جعفر مجید عالم رحمہ اللہ............	۳۵۸
قاضی عبدالرسول بن محمد بن عبدالوہاب عثمانی رحمہ اللہ............	۳۵۸
شیخ محمد صالح بن نورالدین رحمہ اللہ............	۳۵۹
حضرت مولانا غلام برہانپوری رحمہ اللہ............	۳۵۹
شیخ نورالدین بن محمد صالح احمد آبادی رحمہ اللہ............	۳۶۰
قاضی سید رحمت اللہ صاحب رحمہ اللہ............	۳۶۲
شیخ اسماعیل بن ابی اسماعیل سورتی رحمہ اللہ............	۳۶۳
اولیاء سورت کے قراء............	۳۶۳
ماضی قریب وحال کے چند قراء کا تذکرہ............	۳۶۴
حضرت مولانا قاری اسماعیل صاحب راندیری رحمہ اللہ............	۳۶۴
حضرت مولانا سید تجمل حسین صاحب فضلی مشہدی رحمہ اللہ............	۳۶۵

تقریظ: حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن مکی ثم الہ آبادی رحمہ اللہ............	۳۶۷
نظم نو تالیف............	۳۶۹
فن قرأت وتجوید کی اہمیت پر ایک نظم............	۳۶۹
حضرت مولانا قاری سلیمان صاحب واڈاگامی رحمہ اللہ............	۳۷۱
حضرت مولانا قاری مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ............	۳۷۲
حضرت الاستاذ مولانا ایوب بندالہی صاحب مدظلہم............	۳۷۳
درسی خصوصیات............	۳۷۴
مظاہر کا قیام............	۳۷۶
اساتذہ............	۳۷۶
ولادت............	۳۷۷
قیام مظاہر علوم کا والہانہ تذکرہ............	۳۷۷
تدریسی خدمات............	۳۷۹
تصنیفات وتالیفات............	۳۸۰
بیعت وخلافت............	۳۸۳
مجلس دعوۃ الحق کی بنیاد............	۳۸۴
آخری گذارش............	۳۸۵
حضرت الحاج قاری اسماعیل صاحب بسم اللہ ڈابھیلی مدظلہ............	۳۸۶
مأخذ رسالہ............	۳۸۹

فہرست رسالہ ”ملوک وعلمائے اندلس“

(۱)......طارق بن زیاد............	۳۹۱
آپ ﷺ کی طرف سے طارق بن زیاد کو خواب میں فتح کی بشارت........	۳۹۲
طارق کی دعا......اندلس کے میدان جنگ میں............	۳۹۲
طارق بن زیاد کا تاریخی خطبہ............	۳۹۴
یہ غازی یہ تیرے پر اسرار بندے............	۳۹۷
(۲)......موسیٰ بن نصیر............	۳۹۸
(۳)......سمح بن مالک............	۴۰۰
(۴)......عبدالرحمٰن الداخل............	۴۰۰
(۵)......احمد بن محمد المقری............	۴۰۱
(۶)......اندلس کے مشہور اور محقق عالم علامہ قرطبی رحمہ اللہ............	۴۰۲
(۷)......ابن رشد............	۴۰۳
(۸)......ابن حزم ظاہری............	۴۰۵
(۹)......مسلّم طبیب اور سرجن ابوالقاسم زہراوی	۴۰۷
(۱۰)......لسان الدین ابن الخطیب............	۴۰۷
(۱)......ابن عبدربہ............	۴۰۹
(۲)......یحیٰ بن یحیٰ بن کثیر اللیثی............	۴۰۹
(۳)......ابن الفرضی............	۴۱۱
(۴)......ابن عبدالبر............	۴۱۱

(۵)......ابن حیان..	۴۱۴
(۶)......ابوالولید الباجی..	۴۱۴
(۷)......ابوعلی الغسانی..	۴۱۴
(۸)......ابن بَشْکُوَال..	۴۱۵
(۹)......ابن خلدون..	۴۱۵
(۱۰)......امام اسماعیل القالی البغدادی القرطبی........................	۴۱۶

فہرست رسالہ ''علم طب کے چند ماہر مسلمان''

پہلی طبی انسائیکلو پیڈیا ''فردوس الحکمت'' کا مصنف ابوالحسن طبری..............	۴۱۸
امراض چشم کے ماہر......ابوالقاسم عمار موصلی..............................	۴۱۸
طب کی تاریخ کا پہلا سرجن اور آپریشن کا موجد......ابوالقاسم زہراوی........	۴۱۹
فن طب کا امام اور کئی ایجادات کا موجد ......ابوبکر محمد زکریا رازی............	۴۱۹
موبائیل سرجری کا موجد......سنان بن ثابت حرانی........................	۴۲۰
ریاضی، تمدن، نفسیات اور مختلف علوم وفنون کا ماہر......حکیم ابونصر فارابی........	۴۲۱
نباتات کا محقق ''حقائق الادویہ'' کا مصنف......ابومنصور موفق ہروی........	۴۲۱
حمل اور جنین کا ماہر......عریب بن سعد الکاتب قرطبی........................	۴۲۲
آنکھ کے امراض کا ماہر......علی بن عیسی..................................	۴۲۲
علم النفس کا موجد ''القانون'' کا مصنف اور طب کا امام......شیخ بوعلی سینا.......	۴۲۳
دوران خون کا محقق اور آنکھ کی بیماریوں کا ماہر......علاء الدین قرشی............	۴۲۳
متعدی وغیر متعدی امراض کا ماہر......لسان الدین بن خطیب................	۴۲۴

پیش لفظ

یہ خیال بھی نہ تھا کہ بزرگوں کے حالات پر لکھے گئے رسائل ومضامین کی سات ضخیم جلدیں ہوجائیں گی، یہ محض اللہ رب العزت کا احسان وخصوصی فضل ہے کہ اس کریم ذات نے وقتا فوقتا اپنے کچھ نیک بندوں کے تذکرے پڑھنے اوران کی جمع ترتیب کی توفیق عطا فرمائی، **اللهم لا احصی ثناء علیک۔**

اب الحمد للہ یہ سارے رسائل اور مقالات اورمضامین نوجلدوں میں ترتیب دیئے گئے ہیں، جن کی فہرست یہاں درج کی گئی ہے۔

اللہ تعالی اپنے فضل وکرم سے ان کو قبول فرمائے، اور ذخیرۂ آخرت بنائے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

رمحرم الحرام ۱۴۴۱ھ مطابق: رستمبر ۲۰۲۰ء، بروز

فہرست رسائل......مقالات......مضامین

فہرست......ج:۱

نمبر	نام	تفصیل	رسالہ	مسلسل
۱	ذکر انبیاء ؑ صحابہ........................	رسالہ	۱	۱
۲	صاحب ہدایہ........................	رسالہ	۲	۲
۳	شیخ الاسلام ابن تیمیہ........................	رسالہ	۳	۳
۴	صاحب کنز العمال........................	رسالہ	۴	۴
۵	صاحب نور الایضاح........................	رسالہ	۵	۵

۶	علامہ شامی..........................	رسالہ	۶	۶
۷	تلک عشرۃ کاملۃ........................	رسالہ	۷	۷
۸	گجرات کے چند مفسرین..................	رسالہ	۸	۸
۹	گجرات کے چند قراء....................	رسالہ	۹	۹
۱۰	ملوک وعلمائے اندلس....................	رسالہ	۱۰	۱۰
۱۱	علم طب کے چند ماہر مسلمان..............	رسالہ	۱۱	۱۱

فہرست......ج:۲

۱	حضرت مولانا لیاقت علی صاحب الہ آبادی.....	مقالہ	۱	۱۲
۲	تذکرہ فخر لاجپور..........................	رسالہ	۱۲	۱۳
۳	ذکر علامہ کفلیتوی.........................	رسالہ	۱۳	۱۴
۴	تذکرہ محدث راندیری......................	رسالہ	۱۴	۱۵
۵	حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب لاجپوری....	مقالہ	۲	۱۶
۶	تذکرہ عبد العلی............................	رسالہ	۱۵	۱۷
۷	حضرت مولانا محمد بن یوسف صاحب لاجپوری.	مقالہ	۳	۱۸
۸	تذکرہ فضلی مشہدی........................	رسالہ	۱۶	۱۹
۹	ذکرِ امروہی..............................	رسالہ	۱۷	۲۰
۱۰	حضرت مولانا سید عبد الحیٔ قاضی لاجپوری......	مضمون	۱	۲۱
۱۱	حضرت مولانا سید عمر لاجپوری رحمہ اللہ.........	مضمون	۲	۲۲
۱۲	حیات احمد...............................	رسالہ	۱۸	۲۳

فہرست......ج:۳

۱	تذکرۃ المرغوب..........................	رسالہ	۱۹	۲۴
۲	مکتوبات مرغوب..........................	رسالہ	۲۰	۲۵

فہرست......ج:۴

۱	حضرت مولانا اسماعیل صاحب کارالا جپوری....	مقالہ	۴	۲۶
۲	حضرت مولانا ابراہیم صاحب لاجپوری.........	مقالہ	۵	۲۷
۳	مولانا محمد میاں سملکی..............................	رسالہ	۲۱	۲۸
۴	صاحب مرغوب الفتاوی.........................	رسالہ	۲۲	۲۹
۵	حضرت مولانا عبدالحئ بسم اللہ صاحب..........	مقالہ	۶	۳۰
۶	حضرت مولانا حمداللہ صاحب مردانی رحمہ اللہ...	مقالہ	۷	۳۱
۷	حضرت مولانا علی احمد صاحب خانپوری.........	مضمون	۳	۳۲
۸	حضرت مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھی..........	مقالہ	۸	۳۳
۹	حضرت مولانا عبدالحئ صاحب کاسوجی.........	مضمون	۴	۳۴
۱۰	حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب.........	مقالہ	۹	۳۵
۱۱	حضرت مولانا سید غلام رسول بورسدی.........	مقالہ	۱۰	۳۶
۱۲	حضرت مولانا ابراہیم ڈایا صاحب لاجپوری.....	مقالہ	۱۱	۳۷
۱۳	ذکر ابراہیم..	رسالہ	۲۳	۳۸
۱۴	حضرت مولانا محمد رضا صاحب اجمیری.........	مقالہ	۱۲	۳۹
۱۵	حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی......	مقالہ	۱۳	۴۰

۱۶	حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب دھلیوی....	مقالہ	۱۴	۴۱
۱۷	امیر تبلیغ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب......	رسالہ	۲۴	۴۲
۱۸	حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی...........	مقالہ	۱۵	۴۳
۱۹	حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری...........	مقالہ	۱۶	۴۴
۲۰	حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب...........	مقالہ	۱۷	۴۵
۲۱	حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب...........	مقالہ	۱۸	۴۶
۲۲	حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی....	مقالہ	۱۹	۴۷
۲۳	حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری.....	مقالہ	۲۰	۴۸

فہرست......ج:۵

۱	صاحب فتاوی رحیمیہ	رسالہ	۲۵	۴۹
۲	فتاوی رحیمیہ پر اعتراضات اوران کے جوابات.	رسالہ	۲۶	۵۰
۳	فتاوی رحیمیہ اور دلائل عقلیہ	رسالہ	۲۷	۵۱
۴	فتاوی رحیمیہ کے چند قابل غور مسائل........	رسالہ	۲۸	۵۲

فہرست......ج:۶

۱	حضرت مولانا عبد القدوس صاحب............	مقالہ	۲۱	۵۳
۲	ذکر مجاہد الاسلام..............................	رسالہ	۲۹	۵۴
۳	ڈاکٹر حمید اللہ صاحب....................	مقالہ	۲۲	۵۵
۴	امیر الہند مولانا سید اسعد مدنی صاحب.........	رسالہ	۳۰	۵۶
۵	حضرت مولانا عبد اللہ صاحب احمد پوری.......	رسالہ	۳۱	۵۷

۶	بانی معہد الانور الشیخ محمد انظر........................	رسالہ	۳۲	۵۸
۷	حضرت مولانا سلیمان صاحب بارڈولی..........	مضمون	۵	۵۹
۸	حضرت مولانا سید ذوالفقار احمد صاحب........	مضمون	۶	۶۰
۹	ذکر سعید...	رسالہ	۳۳	۶۱
۱۰	حضرت مولانا مفتی عارف حسن صاحب.........	مضمون	۷	۶۲
۱۱	حضرت مولانا احمد علی صاحب لاجپوری........	مقالہ	۲۳	۶۳
۱۲	حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا...........	مقالہ	۲۴	۶۴
۱۳	حضرت مولانا واجد حسین صاحب.............	مضمون	۸	۶۵
۱۴	مفتیٔ اعظم بنگلہ دیش..............................	رسالہ	۳۴	۶۶
۱۵	ذکر فاروق...	رسالہ	۳۵	۶۷
۱۶	ذکر یونس...	رسالہ	۳۶	۶۸
۱۷	مفکر ملت..	رسالہ	۳۷	۶۹
۱۸	مولانا یوسف متالا................................	رسالہ	۳۸	۷۰
۱۹	علامہ خالد محمود.................................	رسالہ	۳۹	۷۱

فہرست......ج:۷

۱	میرے والد بزرگوار............................	رسالہ	۴۰	۷۲
۲	مکتوبات اکابر..................................	رسالہ	۴۱	۷۳

فہرست......ج:۸

۱	مفتی سعید احمد پالنپوری کی فقہی بصیرت.........	رسالہ	۴۲	۷۴

۲	مفتی سعید احمد پالنپوری........	رسالہ	۴۳	۷۵
۳	''تحفۃ الالمعی'' کے متعلق چند گذارشات.........	رسالہ	۴۴	۷۶

فہرست......ج:۹

۱	اطیب القطرات تذکرہ بعض مشائخ گجرات.....	رسالہ	۴۵	۷۷
۲	مولانا یوسف ماما صاحب کفلیتوی مدظلہ.........	مقالہ	۲۵	۷۸
۳	مولانا مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی مدظلہ......	مقالہ	۲۶	۷۹
۴	ذکر اعظمی........................	رسالہ	۴۶	۸۰
۵	مولانا ثمیر الدین صاحب قاسمی مدظلہ..........	مقالہ	۲۷	۸۱
۶	مولانا عبد الرؤف صاحب لاجپوری مدظلہ.......	مقالہ	۲۸	۸۲
۷	مولانا مفتی یوسف ساچا صاحب مدظلہ..........	مضمون	۹	۸۳
۸	مولانا مفتی شبیر احمد صاحب مدظلہ..............	مضمون	۱۰	۸۴
۹	مولانا محمد سلیم دھورات صاحب مدظلہ...........	مضمون	۱۱	۸۵
۱۰	مولانا سلیمان بوڈیات صاحب مدظلہ.........	مضمون	۱۲	۸۶
۱۱	مولانا سلیمان ماکڈا صاحب مدظلہ............	مضمون	۱۳	۸۷
۱۲	مفتی ابراہیم راجا صاحب مدظلہ..............	مضمون	۱۴	۸۸
۱۳	قاری رشید اجمیری صاحب مدظلہ...........	مضمون	۱۵	۸۹
۱۴	مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہ............	مضمون	۱۶	۹۰
۱۵	امام مسجد اقصی شیخ یوسف حفظہ اللہ.........	مضمون	۱۷	۹۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محض اللہ تعالیٰ شانہ کے فضل وکرم اور اس کی توفیق سے مختلف اوقات میں اسلاف و اکابر کے حالات لکھنے کی سعادت نصیب ہوئی، اور ان میں سے اکثر مختلف ہند و پاک کے مشہور و مؤقر ماہانہ رسائل میں شائع ہوئے۔

اولا یہ مضامین ماہنامہ رسائل میں شائع ہوئے تھے، بعد ان کو چھوٹے چھوٹے رسائل کی شکل میں مرتب کیا تھا، مگر بعض مخلص احباب کے رائے پر یہ طے کیا کہ ان کو قدرے ضخیم کتابی شکل میں مرتب کر کے شائع کیا جائے تو انشاء اللہ بوقت ضرورت آسانی سے مل بھی سکے اور محفوظ رکھنے میں کوئی دشواری نہ ہو، اس لئے ان میں سے: ۹؍رسائل کو جن میں ۲۸؍ بزرگوں کے حالات ہیں، اس وقت ترتیب دیئے گئے۔ یہ اس سلسلہ کی جلد اول ہے۔ بقیہ دو جلدیں بھی اسی انداز سے تیار ہوگی، انشاء اللہ العزیز۔

اللہ تعالیٰ اس محنت کو محض اپنے لطف وکرم سے قبول فرمائے اور مرتب وناظرین کے لئے اصلاح کا ذریعہ بنائے۔ ریا، کبر، حب جاہ، حب شہرت سے پوری حفاظت فرما کر ذخیرۂ آخرت اور ذریعۂ نجات بنائے، آمین۔

حضرت مولانا عتیق احمد صاحب قاسمی مدظلہ کا شکریہ ادا کرنا راقم ضروری سمجھتا ہے کہ موصوف نے اکثر حصہ کو بغور ملاحظہ فرمایا اور جہاں ضرورت محسوس کی اصلاح فرمائی، اسی طرح اپنے دو بزرگوں حضرت مولانا عبد الرؤف صاحب لاجپوری اور حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہما کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہے کہ ان دونوں حضرات نے حوصلہ افزا تقریظ تحریر فرما کر احسان فرمایا۔ مرغوب احمد لاجپوری

۱۲؍محرم الحرام ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۲؍فروری ۲۰۰۵ء، پیر

تقریظ حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب لاجپوری دامت برکاتہم

باسمه سبحانه وتعالی

الحمد لله وکفی ، وسلام علی عباده الذین اصطفی ، امابعد

اللہ تعالی شانہ نے ہر زمانہ میں ایسے علماء وصلحاء پیدا فرمائے ہیں جو فتنوں کے مقابل دین اسلام کی حفاظت کے لئے ہر قسم کی قربانی پیش کرنے والے ہیں، جن کے علم وعمل اور زہد وتقوی اور اخلاق فاضلہ سے ایک پورا عالم فیضیاب ہوا ہے۔

حضرت مفتی سید عبدالشکور صاحب ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت امام ذہبی رحمہ اللہ کا ارشاد نقل فرمایا ہے کہ: جو قوم اپنے اسلاف علماء اور اکابر کو بھول جاتی ہے وہ مٹ جاتی ہے۔

اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ علماء امت کے کارناموں کو اجاگر کرنا ایک بڑی عبادت، وقت کی اہم ضرورت اور دین کی عظیم خدمت ہے، اسی لئے قرن اول اور زمانہ سلف صالحین سے یہ معمول چلا آرہا ہے کہ علماء دین اور اکابرین سلف کے سوانح اور تذکروں کو شائع کیا جارہا ہے۔

اسی ضرورت اور عظیم خدمت کے پیش نظر ہمارے محترم ومکرم مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری مدظلہ نے بہت سے علماء وصلحاء کے حالات اپنی اس کتاب میں جمع فرمائے ہیں۔ اللہ تعالی نے موصوف کو علماء وصلحاء کے حالات جمع کرنے کا خاص ذوق عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالی شانہ ان کی اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرماکر نافع ومفید اور صدقۂ جاریہ بنائے آمین۔ فقط

عبدالرؤف لاجپوری، باٹلی

۱۴ر صفر ۱۴۲۶ھ مطابق ۴ر اپریل ۲۰۰۵ء

تقریظ از: حضرت مولانا عتیق احمد صاحب قاسمی دامت برکاتہم

الحمد لله رب العالمين ، والصلاة والسلام على خاتم النبيين ، محمد بن عبد الله الامين ، وعلى آله وصحبه اجمعين۔

بلاد مغرب (یورپ وامریکہ) میں ایسے علماء کی بہت سخت ضرورت ہے جو ان ممالک کے حالات وتقاضوں کو سامنے رکھ کر پورے اخلاص اور دل جمعی کے ساتھ دین کی دعوت اور اسلام کے تعارف کا کام انجام دیں۔ ان ممالک میں دینی اور دعوتی کام کرنے کے لئے علم وتحقیق کا بھی خاصا ذوق ہونا ضروری ہے۔ الحمد للہ تمام بلاد مغرب میں کچھ نہ کچھ ایسے علماء ضرور موجود ہیں جو کسی نہ کسی حد تک دینی ودعوتی کاموں میں لگے ہوئے ہیں اور ان کی کوششوں کے اچھے نتائج وثمرات ظاہر ہو رہے ہیں، لیکن عام طور پر دیکھا یہ گیا ہے کہ برصغیر سے ان ممالک میں جانے والے علماء کی اکثریت مغرب کے سیل مادیت میں اس طرح بہہ جاتی ہے کہ وہ اپنے نصب العین اور مشن کو بھول کر وہاں کی زندگی کی چمک دمک اور رعنائیوں میں گم ہو جاتی ہے، مگر کچھ اللہ کے با توفیق بندے یہاں بھی ضرور نظر آتے ہیں جو مادیت کے اس طوفان میں اپنے مقصد ومشن کو فراموش نہیں کرتے، بلکہ بلند نگاہی اور عزیمت کے ساتھ اپنے علمی، دینی اور دعوتی کاموں کو تسلسل کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔

انہیں خوش نصیب علماء میں سے ایک جناب مولانا مرغوب احمد صاحب (ڈیوز بری، برطانیہ) بھی ہیں، جو گجرات کے ایک معروف علمی خانوادہ کے چشم و چراغ ہیں۔ ان کے دادا حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب رحمہ اللہ اپنے دور کے بڑے بلند پایہ عالم اور صاحب افتاء بزرگوں میں سے تھے۔ بہت طویل عرصہ تک انہوں نے رنگون میں فتوی نویسی کی خدمت انجام دی۔ ان کے فتاوی کو ان کے پوتے جناب مولانا مرغوب احمد

صاحب مرتب کررہے ہیں۔خدا کرے یہ فتاوی جلد شائع ہوکر اہل علم کے لئے سرمایہ بصیرت بنیں۔

برطانیہ کے دوسفروں میں جناب مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری سے ڈیوز بری میں تفصیلی ملاقاتیں رہیں اور تبادلۂ خیالات کا موقع ملا،طبیعت کو انس وموانست محسوس ہوئی۔جس انداز سے موصوف وہاں علمی،تحقیقی اور دینی ودعوتی کام کررہے ہیں اس کی قدر آئی۔الحمدللہ انہوں نے اپنے علمی وتحقیقی ذوق کو نہ صرف باقی رکھا،بلکہ اسے پروان چڑھایا

انہوں نے اپنے آٹھ رسائل اصلاحی نظر کے لئے میرے پاس ہندوستان بھیجے۔ان میں بیشتر رسائل ان مضامین پر مشتمل تھے جو انہوں نے اپنے اساتذہ،بعض معاصر بزرگوں اور بعض قدیم شخصیات پر مضامین کی شکل میں لکھے تھے،اوراب انہیں کتاب کی صورت میں شائع کرنے جارہے ہیں۔تمام رسائل کو میں نے استفادہ واصلاح کی نظر سے دیکھا اور جہاں کہیں محسوس کیا اصلاح کا مشورہ دیا' جسے مصنف نے بخوشی قبول کیا۔یہ تمام رسائل انشاءاللہ قارئین کے لئے مفید ترین ثابت ہوں گے اوران سے اردو کے سوانحی لٹریچر میں وقیع اضافہ ہوگا۔اس ہماہمی کے دور میں ضخیم کتابوں کے بجائے مختصر رسائل کا مطالعہ لوگوں کے لئے آسان اور کارآمد ہوتا ہے۔ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالی مصنف کے تمام رسائل اور کتابوں کو قبولیت سے نوازے اور علم وتحقیق' دین ودعوت کے میدانوں میں مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب کی کاوشوں کو تیز تر کرے۔

عتیق احمد قاسمی

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۲۴/رمضان ۱۴۲۴ھ

تقریظ از: حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم ، اما بعد !

اس عاجز بندے پر اللہ تعالی کے بے شمار انعامات میں سے ایک بہت بڑا انعام اسلاف اور اکابر علماء دیوبند سے محبت ہے۔الحمدللہ بندہ کو ان کے پاکیزہ حالات سے عشق کی حد تک شغف ہے۔ان کے تذکروں پر مشتمل کتب کا مطالعہ اور دوستوں کی مجالس میں ان کا تذکرہ، بندہ کا بہترین مشغلہ ہے۔اس میں والد ماجد رحمہ اللہ کی صحبت اور تربیت کو بڑا دخل ہے، جو خود ان بزرگ ہستیوں کے عاشق تھے۔

یہ نفوس قدسیہ علم و عمل کے جامع تھے، ان کی زندگیوں میں اسلامی احکام کی تطبیق کھلی آنکھوں نظر آتی ہے۔ یہ حضرات بجا طور پر انسانوں کے لئے اسوۂ حسنہ اور مثالی نمونہ تھے۔ ان کی زندگیاں بعد والوں کے لئے بھی مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہیں جس سے وہ اپنے مستقبل کی تعمیر کرتے ہیں۔

یہ حضرات " من اناب الیّ " کے مصداق تھے، جن کی اتباع کا قرآن میں حکم ہوا ہے: ﴿ و اتبع سبیل من اناب الیّ ﴾، یہ حضرات شریعت کی اتباع کر کے انابت الی اللہ کے درجہ پر فائز تھے، جس کے نتیجہ میں ان کی زندگی اتنی پاکیزہ تھی کہ اس کا لمحہ لمحہ خلق خدا کی ہدایت کا ذریعہ تھا، لوگ ان کی زندگی میں بھی فیضاب ہوتے رہے اور ان کے چلے جانے کے بعد بھی ان کے حالات زندگی سے طالبین کو ایک عجیب رہنمائی ملتی ہے۔ میرے حضرت، فقیہ العصر مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ اکابر کے حالات کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں:

’’حق تعالیٰ شانہ کے خاص مقبول و محبوب بندوں کی سیرت وسوانح کئی لحاظ سے اہمیت رکھتی ہے:

اولاً:......ان کے احوال وسوانح ان کی صحبت کا بدل ہیں اور جو لمحات ان کے مذاکرہ میں گزریں، وہ گویا ان کی صحبت وہم نشینی میں گزرتے ہیں۔ جس طرح کسی مصنف کی کتاب کا مطالعہ اس کی صحبت کے قائم مقام ہے اور اس سے مصنف کے قلبی جذبات واحساسات، قاری کی طرف شعوری وغیر شعوری طور پر منتقل ہوتے ہیں، اسی طرح کسی کی سیرت وسوانح کے مطالعہ سے صاحب سیرت کی قلبی کیفیات قاری کی طرف منتقل ہوتی ہیں۔

ثانیاً:......حق تعالیٰ شانہ کی عنایت خاصہ ان اکابر کے شامل حال ہوتی ہے، اس لئے ان کا ذکر خیر رحمت خداوندی کے نزول کا سبب ہے، چنانچہ بزرگوں کا ارشاد ہے: ’’عند ذکر الصالحین تنزل الرحمة‘‘ صالحین کے ذکر خیر کے وقت رحمت کا نزول ہوتا ہے۔

راز اس کا یہ ہے کہ محبوب کا ذکر بھی محبوب ہوتا ہے، اس لئے عنایت خداوندی ان لوگوں کی طرف بھی متوجہ ہو جاتی ہے، جو تعلق ومحبت سے کسی مقبول ومحبوب بندے کا ذکر بالخیر کرتے ہیں، ’’هم القوم لا يشقى بهم جليسهم‘‘۔

ثالثاً:......ان کے صبر واستقامت، اخلاص وللّٰہیت، ریاضت ومجاہدہ، عزیمت وتوکل کے حالات وواقعات، شاہراہِ انسانیت کی روشن قندیلیں ہیں۔ جن کی روشنی سے انسانیت کے گم گشتہ قافلے راہ پاتے ہیں۔ ان کا نقش پا آئندہ نسلوں کے لئے جادہ منزل بن جاتا ہے اور قافلۂ انسانیت ان کی پامال راہ پر چل کر فلاح وکامرانی کی منزل پالیتا ہے۔

رابعاً:......ان مقبولان بارگاہ کا وجود ہر زمانے میں حقانیت اسلام کی دلیل وبرہان رہا ہے، اوران کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی حجت بندوں پر قائم ہوتی رہی ہے، اس لئے ان اکابر کا تذکرہ

گویا اسلام کی سدا بہاری کی داستان ہے، اور اس کے اس اعجازی پہلو کو اجاگر کرنا ہے۔
اسی لئے علماء کرام ماضی کی اہم شخصیات کی زندگی کے تابناک پہلو کو آنے والی نسلوں کے سامنے پیش کر کے عمل کا جذبہ بیدار کرنے کی سعی کرتے رہے ہیں۔ زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے''۔

(حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی اور ان کے خلفائے کرام ص۲۴ ج۱)

اللہ تعالی برادر مکرم محبی ومحبوبی حضرت مولانا مرغوب صاحب لاجپوری مدظلہم العالی کو جزائے خیر عطا فرمائیں (جو موفق من اللہ ہیں، اور تصانیف کثیرہ کے مصنف ہیں) کہ انہوں نے بھی اسلاف اور اکابر دیوبند کے روشن گوشوں کو خوبصورت اور دلنشین انداز میں مرتب کر کے امت تک پہنچانے کی کوشش کی ہے، جن میں بصیرت افروز اور سبق آموز واقعات بھی ہیں۔

رحمت الٰہی سے قوی امید ہے کہ قارئین ان کا مطالعہ کر کے انہیں اپنی زندگی میں جگہ دے کر دونوں جہاں میں کامیابی سے ہمکنار ہوں گے۔ اللہ تعالی اس مجموعہ کو حضرت مولانا کے لئے نجات کا اور قارئین کے لئے اصلاح کا ذریعہ بنائیں، آمین۔

بندہ محمد سلیم عفی عنہ

۲۳ ر ذوالقعدۃ ۱۴۳۰ھ، مطابق: ۱۱ رنومبر ۲۰۰۹ء

ذکر انبیاء وصحابہ

چند انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام اور بعض حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا مختصر اور دل چسپ تذکرہ

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کا انبیاء کرام کی جماعت میں ایک خاص مقام ہے، آپ حضور اکرم ﷺ کے سوا سارے انبیاء کرام سے افضل ہیں۔آپ حضور ﷺ کے جد امجد ہونے کی بنا پر ابو محمد اور ابوالانبیاء کے لقب سے بھی موسوم ہیں۔آپ ﷺ ان سے بہت مشابہ تھے۔نماز میں درود ابراہیمی شاید اسی نسبت اور تعلق کی وجہ سے پڑھا جاتا ہے۔شب معراج میں آپ ﷺ نے ساتویں آسمان میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ و السلام سے ملاقات فرمائی۔مہمان نوازی میں آپ بے مثل تھے،اسی وجہ سے آپ کی کنیت بھی ''ابو الضیفان'' ہے۔آپ کا زمانہ آپ ﷺ سے: ۲۵۸۵/سال قبل کا بتایا جاتا ہے۔۷۵/سال کی عمر میں حضرت اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام کی ولادت ہوئی،اور بحکم خدا وندی معصوم اور اہلیہ حضرت ہاجر کو سرزمین مکہ مکرمہ جو اس وقت چٹیل میدان تھا میں چھوڑنا پڑا۔اسّی (۸۰) سال کی عمر میں ختنہ کا حکم ملا،حضرت اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ بیت اللہ کی تعمیر بنفس نفیس فرمائی،قرآن مجید کی: ۲۵/سورتوں میں :۶۳/جگہ آپ کا تذکرہ آیا ہے۔آپ کی پیدائش بھی نجومی کی پیشنگوئی کی بنا پر ایک غار میں ہوئی اور اسی میں پانچ سال تک رہنا ہوا،بچپن میں والدہ سے عجیب مکالمہ ہوا،میرا رب کون؟ آپ کا رب کون؟ آزر کا رب کون؟ نمرود کا رب کون؟ الغرض بچپن ہی سے خالق کی فہم اللہ تعالی نے عطا فرمادی تھی۔زندگی کے لمحات بڑے امتحانات سے گذرے۔چاند سورج اور ستاروں کو دیکھ کر ربوبیت کی معرفت اور سرعام ﴿ انی بریٓ ءٌ ممّا تشرکون ﴾ کا اعلان فرمایا۔باپ بت گر اور بت فروش تھا،تو بت کو اس آواز سے فروخت کرنے کے لئے نکلے کہ: کون اس بے جان بتوں کو خریدے گا جو نہ نقصان دے نہ نفع۔باپ کو بڑے حکیمانہ اور آداب بھرے

الفاظ میں دعوت دی، مگر اس کے انکار پر ہدایت کی دعا فرمادی۔قوم کوڈ نکے کی چوٹ توحید کی دعوت دی، غیر اللہ کی عبادت پر عقلی دلائل سے اتمام حجت فرمادی، ایک موقع پر ’’انـــی سـقیـم ‘‘ کہہ کرتوریہ سے کام لیااور بت خانہ میں پہنچ کر بت شکنی کا کام انجام دیا۔مجمع عام میں طلبی پر’’بڑے سے پوچھ لوکہ کس نے یہ کام کیا‘‘ کہہ کردعوت غور وفکر دی، اوران کواپنے ظلم کااقرار کرنا پڑا۔حق الیقین کوعین الیقین سے دیکھنا چاہتے تھےتو اللہ تعالی سے التجا کی کہ: ﴿کیف تحی الموتی﴾ تواللہ تعالی کے حکم سے مور، مرغ، کوا، اور کبوتر کوذبح کرکے علیحدہ علیحدہ چار پہاڑوں پر اس طرح رکھوایا کہ ایک پر سر، دوسرے پر پَر، تیسرے پر دھڑ اور چوتھے پر پاؤں ، پھر درمیان میں کھڑے ہوکر ایک ایک کو پکارا، سب دوڑتے ہوئے آگئے۔نمرود سے مناظرہ ہوا، ظاہر ہے ہار تو اسی کی ہونی تھی تو آگ میں ڈالے جانے کا فیصلہ کیا گیا، اللہ نے آگ کو بردوسلام بنادیا۔پھر بھی قوم نے مخالفت کی اور ایذاء سے باز نہ آئے تو ہجرت کا ارادہ کرلیا اورسب سے پہلے مہاجر کہلائے ،اورعراق سے کلدانیین اور حراں کی طرف رخ فرمایا، یہیں حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا، پھر فلسطین اورمصر پہنچے، مصر میں ایک اورامتحان حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ پیش آیا، اللہ تعالی کی مدد سے حفاظت ہوئی۔اور بادشاہ کی بیٹی ہاجر ہدیہ میں ملی، حضرت اسماعیل علیہ الصلوۃ السلام کی قربانی کا عجیب مرحلہ پیش آیا، مگر کامیابی اوراس کے نتیجہ میں جنت سے مینڈھا ملا، اورامت کوقربانی کی سنت عطا ہوئی۔ناشکری پر بہوکوعلیحدہ کرنے کا حکم دیا، اورشکر پر دوسری بیوی کو برقرار رکھنے کا حکم فرمایا۔اللہ تعالی نے تعمیر بیت اللہ کی عظیم خدمت لی، اورحج کی اذان کہلوا کر قیامت تک کے لئے لبیک کہنے والوں کوحاضری کی سعادت کا ذریعہ بنادیا۔

سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کا مزار مبارک فلسطین میں مسجد

ابراہیم میں واقع ہے۔الحمدللہ اس عاجز کو وہاں حاضری اورسلام وشفاعت کی درخواست پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

ابن عساکر رحمہ اللہ نے وہب بن منبہ رحمہ اللہ تک اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت وہب رحمہ اللہ نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی قبراطہر کے پاس ایک پتھر پر یہ اشعار لکھے ہوئے ہیں۔ (گرچہ مجھے قبر کی جالی سے یہ اشعار نظر نہیں آئے)

الهی جهولا امله يموت من جاء اجله

ومن دنا من حتفه لم تغن عنه حيله

وكيف يبقى آخرا من مات عنه اوله

والمرء لا يصحبه فى القبر الا عمله

جس کی امیدوں نے اس کو تاریکیوں میں چھوڑ دیا، اور جس کا مقرر وقت آ گیا وہ مرجائے گا۔

اور جس کی موت خود آ گئی، اس کو اس سے چھٹکارے کے لئے کوئی حیلہ وتدبیر کام نہ دے گی۔

اور دوسرا بعد والا شخص کیسے باقی رہ سکتا ہے جبکہ اس سے پہلا شخص مر گیا۔

اور آدمی کے کوئی چیز ساتھ نہ ہو گی اس کی قبر میں سوائے اس کے عمل کے۔

(البدایہ والنہایہ ص ۲۲۸ ج۱، اردو)

سیدنا حضرت اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام

آپ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دوسرے اور چھوٹے صاحبزادے، جبکہ والد کی عمر: ۱۰۰/سال کی اور والدہ کی عمر: ۹۰/ یا ۹۵/سال کی تھی، بیت اللہ کی تعمیر کے سال پیدا ہوئے۔ آٹھ دن پر آپ کی ختنہ کی گئی۔ اسحاق عبرانی لفظ ہے، اس کے معنی ہے: ''یضحک'' ہنستا ہے۔ والد ماجد کے بھتیجے کی لڑکی حضرت رفقہ سے: ۴۰/سال کی عمر میں شادی ہوئی، انہیں سے حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے۔ بنی اسرائیل کے تقریبا ساڑھے تین ہزار انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ السلام آپ ہی کی نسل سے پیدا ہوئے۔

حضرت اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہلیہ محترمہ حضرت رفقہ علیہا السلام تھیں جن کا مزار شوہر کی قبر مبارک سے قبلہ کے بائیں جانب ہے۔ آپ کو نبی کی اہلیہ، نبی کی زوجہ، نبی کی بہو، نبی کی والدہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔

سیدنا حضرت یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام

آپ حضرت اسحاق علیہ الصلوۃ والسلام کے بیٹے حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے پوتے حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کے والد ماجد ہیں۔

عبرانی زبان میں آپ کا نام ''اسرائیل'' (علیہ الصلوۃ والسلام) ہے، ''اسرا'' کے معنی ''عبد'' کے اور ''ایل'' کے معنی ''اللہ'' کے ہوتے ہیں۔ آپ کی پیدائش کی بشارت اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کو حضرت اسحاق علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ ہی دی تھی۔ والدہ رفقہ رضی اللہ عنہا کو آپ سے بڑی محبت تھی۔

آپ کی یہ خصوصی شان ہے کہ یہودی، نصرانی، آپ ہی کی نسل ہیں، اور تمام انبیاء بنی اسرائیل آپ ہی کی نسل سے ہوئے، آپ کے بعد کسی نبی کی نسل سے اتنے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام نہیں ہوئے۔

حضرت اسحاق علیہ الصلوۃ والسلام کی وفات کے بعد والدہ کے حکم اور مشورہ سے عراق تشریف لے گئے اور اپنے ماموں کے پاس بیس سال سے زائد رہے، اور ان کی دو لڑکیوں: لیا اور راحیل سے آپ کا نکاح ہوا۔ آپ کی بارہ اولاد ہوئیں، جن سے پھیلتے پھیلتے بارہ قبیلے بن گئے اور وہی بنی اسرائیل کہلائی۔

ماموں کے یہاں مقیم تھے وہیں سے اللہ تعالی نے آپ کو کنعان کے باشندوں کے لئے نبی بنا کر مبعوث فرمایا۔ ماموں نے بڑی خوشی اور تحائف کے ساتھ روانہ کیا۔ آپ نے اہل کنعان اور بادشاہ وقت کو توحید کی دعوت دی۔ وفات کے وقت اپنی اولاد کو وصیت فرمائی کہ: تم میرے بعد کس کی عبادت کروگے؟ اولاد نے جواب دیا کہ: اس کی عبادت کریں گے جو آپ کا معبود ہے اور آپ کے باپ دادا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق (علیہم الصلوۃ و

السلام) کا معبود ہے۔ بڑے امتحانات آئیں، دو دو بیٹوں کی جدائی اور اس پر غم سے بینائی زائل ہوگئی ، بالآخر طویل عرصہ کے بعد اولاد سے ملاقات ہوئی اور حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کی دعوت پر مصر میں شاہانہ انداز سے تشریف لائے اور وہیں قیام فرمایا۔ ۱۴۷/سال کی عمر میں مصر میں وفات ہوئی،آپ نے حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کو وصیت فرمائی کہ مجھے میرے والد اور دادا حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے پہلو میں دفن کرنا، حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام نے حسب وصیت جنازہ کو شاہی اعزاز کے ساتھ ارض فلسطین دونوں بزرگوں کے پہلو میں سپرد خاک کیا۔

سیدنا حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام

سیدنا حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام:......آپ کے تذکرے پر ایک پوری سورت آپ ہی کے نام سے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمادی۔ کریم' بن کریم' بن کریم' بن کریم، کی شان امتیازی کے مالک تھے۔

بچپن میں عجیب خواب دیکھا کہ: گیارہ ستارے اورسورج اور چاند مجھے سجدہ کررہے ہیں، والد ماجد نے ارشادفرمایا: اس خواب کا تذکرہ کسی سے نہ کرنا۔ بھائیوں کو والد کی ان پر نظر عنایت اور کثرت محبت کی بنا پر حسد پیدا ہوگیا، اور حسد یہاں تک پہنچا کہ جان لینے کو تیار ہوگئے، اور مشورہ سے کنویں میں ڈال دیا۔ مسافروں کے ہاتھ مصر پہنچائے گئے اور بازارمصر میں نیلام ہوئے اور تقدیر الٰہی سے بادشاہ کے مکان ہی پر رہنے اور پلنے کا موقع ملا، حسنِ یوسف تو مشہور ہے، بادشاہ کی بیوی عشق میں مبتلا ہوئی اور زنا کی دعوت دی، مگر اللہ نے برہان سے حفاظت فرمائی، اور خاندان کے ایک بچے نے معقول دلیل سے کہ "اگر قمیص آگے سے پھٹی ہے تو عورت سچی ہے اور اس کے برعکس ہے تو یوسف سچے" الزام سے بری تو کردیا، مگر یہ انکار جیل تک پہنچانے کا ذریعہ بن گیا۔ دو قیدیوں کے خواب کی تعبیر بتلائی، ایک نے خواب دیکھا تھا کہ وہ انگور سے شراب نچوڑ رہا ہے اور دوسرے نے دیکھا تھا کہ: اس نے سر پر روٹیاں اٹھا رکھی ہیں اور ان میں سے پرندے نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں۔ خواب سے پہلے اپنا فرض منصبی دعوت الی اللہ کا کام کیا اور ان کو اللہ کی طرف بلایا، پھر تعبیر بتلائی کہ: پہلا تو بری ہوگا اور دوسرے کو صولی دی جائے گی، اور جانور اس کے سر پر نوچ نوچ کر کھائیں گے۔ وہ تعبیر کما حقہ درست نکلی، رہا ہونے والے سے کہہ بھی دیا کہ اپنے مالک سے ہمارا ذکر کردینا، مگر اللہ کی شان کہ وہ بھول گیا اور سات سال جیل میں گزارنے

پڑے۔

اب بادشاہ نے خواب دیکھا کہ: سات موٹی گایوں کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں، اور سات سبز بالیاں ہیں اور سات خشک۔ بادشاہ نے اہل دربار سے تعبیر معلوم کی، مگر ان کے بس سے باہر تھا تو رہائی پانے والے کو جیل کا قصہ یاد آ گیا، اور اس نے کہا: مجھے قید خانہ جانے کی اجازت مل جائے تو تعبیر بتلا سکتا ہوں۔ آپ نے فوراً تعبیر اور تدبیر دونوں بتلا دی کہ سات سال خوش حالی کے ہیں، اور سات سال قحط سالی کے، اس لئے خوش حالی کے زمانہ میں جو پیداوار ہو اسے حفاظت سے رکھے اور احتیاط سے خرچ کرے، جس قدر غلہ کی ضرورت ہو اسے الگ کر لینا، اور تھوڑا تھوڑا ضرورت کے مطابق خرچ کرنا اور باقی غلہ کو بالیوں میں رکھ چھوڑنا تا کہ کیڑے وغیرہ سے محفوظ رہے۔ اور خوش خبری سنائی کہ سات سال قحط کے بعد فریاد رسی ہوگی، اور خوب بارش برسے گی' غلہ' پھل وغیرہ کی بہتات ہوگی، تعبیر سن کر بادشاہ نے ملاقات کا شوق ظاہر کیا، مگر آپ کی شان نبوت نے اس الزام کی براءت سے پہلے رہائی کو منظور نہیں فرمایا تا کہ منصب نبوت میں ادنی سی بدگمانی بھی باقی نہ رہے، بالآخر عزیز مصر نے بھی اپنی غلطی کا اقرار کیا۔

جیل سے رہائی پر عزیز مصر کی وفات کا حادثہ پیش آیا تو زلیخا سے نکاح کے اسباب بھی پیدا ہو گئے اور ان سے دو لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی جو حضرت ایوب علیہ الصلوۃ السلام کے نکاح میں آئیں۔ شاہ مصر نے آپ کو مشیر مملکت کیا بنایا' تخت شاہی سپرد کر دیا۔ پھر وہی ہوا جو آپ نے تعبیر میں بتلایا تھا، چنانچہ آپ نے پوری امانت داری سے خزانہ کو خرچ کیا۔ اسی دوران بھائی بھی مصر سے غلہ لینے کے لئے آئے، ان سے گھر کے احوال معلوم ہوئے اور چھوٹے بھائی بنیامین کی یاد آئی تو اسے بھی دوسری مرتبہ بلا کر حیلہ سے اپنے پاس رکھ لیا،

بالآخر وہ وقت بھی آ گیا کہ والد اور اہل خاندان کو بھی بلا کر ہمیشہ کی جدائی کو ختم کیا جائے۔ حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام نے وفات سے پہلے جو دعا مانگی ہے، وہ ہم سب کے لئے عبرت کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک برگزیدہ بندے اور نبی نے کس چیز کی تمنا ظاہر کی کہ: ''اسلام پر موت دیجئے اور صالحین سے ملائیے''۔

وفات کے بعد حسب وصیت سیدنا حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے وحی کے ذریعہ ان کی قبر کو کھول کر نعش کو فلسطین پہنچایا اور اپنے والد اور دادا کے ساتھ الخلیل میں دفن کئے گئے۔

سیدنا حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

آپ بنی اسرائیل کے اولوالعزم پیغمبر ہیں، آپ کو کلیم اللہ ہونے کا شرف بھی حاصل ہے، قرآن کریم میں: ۱۳۰ر مرتبہ آپ کا نام نامی آیا ہے۔

آپ کی ولادت بھی آزمائش کے دور میں ہوئی، فرعون کو نجومیوں نے ڈرایا تھا، اور بنی اسرائیل کے ہر نومولود کے قتل کا حکم صادر ہو چکا تھا، مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کون مقابلہ کر سکتا ہے، فرعون کے گھر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی پرورش کا غیبی نظام بنا دیا۔ ولادت کے بعد صندوق میں رکھ کر درختوں کے نیچے پانی میں بہا دیئے گئے، اسی لئے موسیٰ نام مشہور ہوا، کہ موسیٰ کے معنی عبرانی زبان میں پانی سے نکلے ہوئے کے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ''مو'' پانی اور ''سا'' درخت کو کہتے ہیں، چونکہ آپ درخت کے نیچے پانی میں بہا دیئے گئے تھے، اس لئے موسیٰ نام ہوا، واللہ اعلم۔

بہر حال سمندر کے حوالے کئے جانے کے بعد والدہ کو بشارت دی گئی کہ خوف نہ کرنا ہم تمہاری طرف بچے کو لوٹائیں گے، سمندر کے کنارے صندوق میں سے آپ کو لیا گیا اور حضرت آسیہ (رضی اللہ عنہا) کی محبت نے فرعون کے محل ہی میں پروان چڑھایا، اور والدہ ہی کو دایہ بنا دیا۔ ایک مرتبہ دربار میں فرعون کی زور سے داڑھی کھینچ لی، اور طمانچہ بھی رسید کیا، شاید علامت ہو کہ بڑے ہو کر تیری حکومت کھینچ لوں گا۔ فرعون کے غضب پر معصوم کا امتحان لیا گیا تو ایک چنگاری منہ میں رکھ لی جس سے زبان میں ہلکی سی لکنت آگئی۔

بڑے ہوئے اور قبطی کی حمایت میں ایک طمانچہ سے اسرائیلی کا کام ہی تمام کر دیا، اور یہ واقعہ مدین کی روانگی کا سبب بن گیا۔ مدین میں دو بچیوں کی پانی بھرنے میں مدد فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے جائے پناہ عطا فرما دی، اور بعد میں نکاح بھی ہو گیا۔ مدین سے ایک عرصے بعد

روانگی ہوئی تو نبوت کے شرف سے نوازے گئے۔

طرح طرح کے معجزات سے اللہ تعالی نے آپ کی مدد فرمائی، اور فرعون کے چال اور ساحروں کے سحر سے نہ صرف حفاظت کی، بلکہ ان پر غالب کر کے ایک جماعت کو حلقہ بگوش اسلام بنا دیا۔ فرعون کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تو دعا فرمائی اور بھائی پر عظیم احسان فرمایا اور ان کے لئے نبوت کا تمغہ مانگ لیا' وہ دعا قبول بھی ہوئی۔ فرعون نے دھمکیاں دیں مگر فتح آخر میں آپ ہی کی ہوئی اور غرق تک معاملہ پیش آ گیا۔

ہامان جو فرعون کا مشیر تھا' ظلم وتشدد کی کارروائیوں میں فرعون کا مددگار تھا، اسی طرح قارون آپ کا چچازاد بھائی تھا، فرعون نے اس کو بنی اسرائیل پر نگران مقرر کیا تھا، جس کی وجہ سے وہ بنی اسرائیل کو بہت ستاتا تھا۔ خزانہ اس قدر تھا کہ اس کی چابیاں اٹھاتے ہوئے لوگ تھک جاتے تھے۔ اس کی تحریک پر ایک عورت نے یہ الزام عائد کیا کہ موسی (علیہ الصلوۃ والسلام) نے میرے ساتھ زنا کیا ہے (العیاذ باللہ) آپ نے صدمہ سے سجدہ کیا اور سر اٹھا کر عورت سے دوبارہ قسمیہ بیان چاہا تو عورت پر لرزہ طاری ہو گیا اور اس نے اقرار کیا کہ قارون نے مال کی لالچ دے کر اس کام پر ابھارا تھا۔ اللہ تعالی کی ایسی پکڑ آئی کہ زمین میں دھنسا دیا گیا۔

اب تک بنی اسرائیل فرعون کے ظلم سے نکل نہ سکے تو حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام نے بددعا فرمائی، اور قوم فرعون پر مختلف قسم کے عذاب آئے: مثلا: قحط کا عذاب' طوفان کا عذاب' ٹڈیوں کا عذاب' چچڑی کا عذاب' مینڈک کا عذاب' خون کا عذاب، مگر اس پر رجوع الی اللہ نہ کیا تو رجز یعنی طاعون یا چیچک جیسی مہلک بیماریوں نے آ پکڑا اور آدھی رات میں ستر ہزار نوجوان موت کی بھینٹ چڑھ گئے۔ اس کے بعد کچھ ہوش آیا کہ بنی

اسرائیل کو روکے رکھنا آگ سے کھیلنا ہے، اب حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام اپنی قوم کو لے کر مصر سے نکلے اور قوم کو عجائبات وانعامات دکھائے اور قبطیوں کی ہلاکت ہوئی، اور ہوتے ہوتے میدان تیہ پہنچے، اور چالیس سال گزارنے پڑے، اور آرام سے گذارے، پھر پانی کے مطالبے پر بارہ چشمے جاری ہوئے، ابر کا سایہ ہوا، من وسلوی کا نزول ہوا، مگر ان نعمتوں پر ناشکری کی، اور یہاں تک کر گذرے کہ بچھڑے کی پرستش تک نوبت آئی۔

حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام کی زندگی کا ایک اہم وقعہ ملاقات حضرت خضر علیہ الصلوۃ والسلام بھی ہے جس کی تفصیل سورۂ کہف میں دیکھی جاسکتی ہے۔

موت کے وقت فرشتے نے بلا اجازت روح قبض کرنی چاہی تو ایک تھپڑ سے ان کی آنکھ باہر نکال دی، بارگاہ خداوندی میں شکایت کی تو اللہ تعالی نے فرمایا: کسی بیل یا بھیڑ کی کمر پر ہاتھ رکھیں اور جتنے بال ہاتھ کے نیچے آئیں' ہر بال کے بدلہ میں ایک سال عمر بڑھادی جائے گی، اس کے بعد پھر موت آئے گی، اس پر فرمایا: جب موت آنی ہی ہے تو دیر کیسی؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جنت کا ایک سیب دیا اس کو سونگھا تو فوراروح نکل گئی اور انتقال ہوگیا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر: ۱۲۰ رسال کی تھی۔

مقام موسی (علیہ الصلوۃ والسلام) کو یہ بھی فضیلت حاصل ہے کہ شب معراج میں آپ ﷺ میں ان کی قبر کے پاس سے گذرے تو دیکھا کہ آپ کثیب احمر کے پاس قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے وصال سے پہلے اللہ تعالی سے دعا کی تھی کہ مجھے ارض مقدسہ (یعنی بیت المقدس) سے قریب کردے اگر چہ ایک پھینکے ہوئے پتھر کے بقدر ہو۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ

عنہم کومخاطب کر کے فرمایا کہ:

اگر میں بیت المقدس کے قریب ہوتا تو تمہیں حضرت موسیٰ (علیہ الصلوۃ والسلام) کی قبر کا (نشان) دکھادیتا جو ایک راستہ کے کنارے پر سرخ ٹیلے کے قریب ہے۔

(بخاری، باب من احب الدفن فی الارض المقدسة أو نحوها ، رقم الحديث :۱۳۳۹)

حدیث شریف میں جس سرخ ٹیلے کا ذکر ہے وہ ایک بستی اریحا کے قریب ہے، اور یہ بستی میدان تیہ کے سب سے قریب وادی مقدس کا علاقہ ہے۔

(مظاہر حق ص۲۸۲ ج۵، باب بدء الخلق و ذكر الانبياء عليهم الصلوة والسلام)

آج بھی مسجد سے باہر نکل کر سامنے پہاڑ پر نظر کی جائے تو صاف سرخ ریتیلے پہاڑ نظر آتے ہیں، جو سرخ ٹیلے کی تفسیر ہیں۔

سیدنا حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام

آپ بنی اسرائیل کے مشہور نبی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے پانچ سو سال بعد آپ کی ولادت ہوئی۔ بیت اللحم سے قریب ''بیت جلا'' نامی بستی میں بچپن گذرا۔ آپ کی شجاعت بھی مشہور تھی، باوجود کم سنی کے جالوت جو کہ چھ ہاتھ اور ایک بالشت قد کا حامل تھا، پیتل کی زرہ اور موزے پہنے ہوئے تھا' کو قتل کیا۔ بادشاہ طالوت نے اسی پر اپنی آدھی بادشاہت دے دی اور اپنی بیٹی سے نکاح کر دیا۔ اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبوت بھی عطا ہوئی۔ قرآن مجید میں آپ کا تذکرہ: ۹ رسورتوں میں سولہ جگہ آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف اوّاب یعنی رجوع کرنے والے تھے۔ آپ ایک بڑے علاقے کے بادشاہ بھی تھے، اس لئے معمول یہ تھا کہ ہفتہ میں ایک دن اللہ تعالیٰ کی عبادت کا' ایک دن دربار اور مقدمات کے فیصلوں کا' اور ایک دن اپنے اہل وعیال کے ساتھ گذارنے کا۔ آپ کو زبور کتاب عطا ہوئی۔ آواز بھی مثالی تھی، اور زبور کی تلاوت کا ایسا معجزہ عطا فرمایا تھا کہ: اپنی سواری تیار کرنے کا حکم دیتے اور سواری پر زین کسے جانے سے پہلے پہلے زبور ختم کر لیتے تھے۔ ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ پہاڑوں اور پرندوں کو آپ کے تابع کر دیا گیا تھا۔ لوہے کا آپ کے لئے نرم ہو جانا بھی آپ کا ایک معجزہ تھا۔ زرہ میں کڑیوں کی ایجاد آپ ہی کی فراست کا نتیجہ تھا۔ ایک مرتبہ آپ عبادت میں مشغول تھے کہ دو آدمی دیوار پھاند کر آ گئے، جس سے آپ کی عبادت میں خلل ہوا اور آپ اتنے انتظامات کے باوجود دونوں کے اندر آ جانے سے گھبرا گئے کہ یہ انسان معلوم نہیں ہوتے، خیر انہوں نے خود کہا: آپ ڈریئے نہیں ہم ایک مقدمہ کے لئے آئے ہیں۔ مقدمہ یہ ہے کہ میرے اس بھائی کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک، یہ چاہتا ہے کہ وہ ایک بھی مجھ سے چھین

لے اور سو پوری کر لے، اور یہ مال کی طرح بات میں بھی مجھ سے تیز ہے۔ داؤد علیہ الصلوۃ والسلام سمجھ گئے کہ میرا امتحان ہے، تو فوراً اللہ کی طرف رجوع کیا۔ معاملہ یہ تھا کہ حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک مرتبہ یہ فرمایا تھا کہ: یا اللہ! رات دن ایک گھڑی بھی ایسی نہیں کہ ہمارے گھر کا کوئی نہ کوئی فرد آپ کی عبادت میں مصروف نہ رہتا ہو۔ اللہ تعالی کو اپنے برگزیدہ بندہ کا یہ طرز تکلم پسند نہ آیا، اس لئے امتحان لیا، اور متنبہ فرمادیا کہ سارے انتظامات کے باوجود دو آدمی دیوار سے کس طرح اندر داخل ہو گئے۔

جب بنی اسرائیل فرعون سے آزادی حاصل کر کے وادی تیہ میں رہنے لگے تو یہاں اللہ تعالی کی طرف سے ایک ''خیمۂ عبادت'' بنانے کا حکم ملا، یہ چلتا پھرتا عبادت خانہ تھا، [۱] حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام نے اس خیمہ کو یروشلم (بیت المقدس) ''کوہ صیہون'' کے اس مقام پر نصب کیا، جہاں حضرت یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام نے اللہ تعالی سے خواب میں شرف ہم کلامی حاصل کیا تھا، اس کے بعد حضرت یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام نے اسی جگہ عبادت خانہ بنادیا تھا۔ حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام کی وفات کے بعد حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے ان کی وصیت کے مطابق خیمۂ عبادت کی جگہ ''ہیکل'' کی مستقل عمارت تعمیر کردی (اسرائیلی اسی کو ہیکل سلیمانی کہتے ہیں) حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ ہیکل طوفان نوح سے: ۱۴۴۰ر سال بعد اور میلاد مسیح سے: ۱۸۰۰ر سال پہلے تعمیر کیا، سات سال میں یہ تعمیر مکمل ہوئی۔

اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی صلب سے نکال کر ان کو ان کی ذریت کو پیش کیا تو آپ نے ایک خوبصورت چمکتی ہوئی صورت کو دیکھا، آپ نے دریافت فرمایا: یا اللہ یہ کون ہیں؟ آپ کو بتلایا گیا کہ آپ کی اولاد میں سے پیدا ہونے والے (حضرت)

داؤد(علیہ الصلوۃ والسلام) ہیں، حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام نے پھر دریافت فرمایا: ان کی عمر کتنی ہوگی؟ جواب ملا: ساٹھ سال، یہ سن کر حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام نے عرض کیا کہ: میں اپنی عمر میں سے چالیس سال ان کو بخشتا ہوں ،الخ۔ بیت المقدس میں مدفون ہیں۔

حضرت سیدنا سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام

حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام انبیاء بنی اسرائیل کے مشہور نبی حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام کے فرزند اور آپ کی نبوت اور بادشاہت دونوں کے وارث ہوئے۔ آپ کی پیدائش: ۵۷۵ ر موسوی میں یروشلم (بیت المقدس) میں ہوئی۔ والدہ نے نصیحت فرمائی کہ: بیٹا! رات بھر سوتے رہنا انسان کو قیامت کے دن (اعمال خیر) سے محتاج بنادے گا، اس لئے رات بھر سوتے نہ رہا کرو۔ قرآن کریم کی سات سورتوں میں سولہ جگہوں پر آپ کا تذکرہ آیا ہے۔

آپ کی فہم وفراست کی گواہی قرآن نے دی: ﴿ ففھمناھا سلیمان ﴾ دو عورتیں اپنے بچوں کے ساتھ حالت سفر میں تھیں کہ بھیڑئے نے ایک کے بچہ کو اٹھالیا، جو بچہ بچ گیا اس پر دونوں عورتوں نے دعوی کر دیا، جب مقدمہ حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں آیا تو چونکہ بڑی عورت کے قبضہ میں بچہ تھا اور دوسری کے پاس کوئی دلیل نہ تھی، بڑی کے لئے فیصلہ ہو گیا، جب حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس سے وہ عورتیں گذریں تو آپ نے تفصیل سن کر چھری منگائی اور فرمایا کہ: بچہ کے دو ٹکڑے کر کے دونوں کو ایک ایک ٹکڑا دے دیا جائے، یہ سن کر بڑی تو خاموش رہی اور چھوٹی نے رونا شروع کر دیا، بالآخر سب سمجھ گئے کہ بچہ چھوٹی کا ہے بڑی کا نہیں، چنانچہ آپ نے بڑی سے بچہ لے کر چھوٹی کو دے دیا۔

آپ نے اللہ تعالی سے مغفرت کے بعد ایسی سلطنت کا سوال کیا کہ جو میرے بعد کسی کے لئے مناسب نہ ہو، چنانچہ اللہ تعالی نے آپ کے لئے ہوا اور جنات کو مسخر فرمادیا۔ زمانہ ملوک وجبارین کا تھا، اس لئے یہ دعا بھی مذاق زمانہ کے موافق تھی، اور انبیاء علیہم الصلوۃ و

السلام کا مقصد ملک سے اپنی شوکت کا اظہار نہیں ہوتا بلکہ دین کا غلبہ اور اس کی اشاعت ہوتی ہے، اس لئے اس دعا کو دنیوی بادشاہوں پر قیاس نہ کیا جائے۔

ہوا کی تسخیر کا کیا کرشمہ تھا کہ وہ تخت سلیمانی کو لے کر شام سے یمن اور یمن سے شام تک مہینہ کی مسافت آدھے دن میں طے کر لیتا ﴿ غدوها شهر و رواحها شهر ﴾ اور ہوا میں طوفان تک نہ آتا، بلکہ نرم اور خوش گوار رفتار سے چلتی ﴿ رخاء و اصاب ﴾ اس تخت پر چھ لاکھ کرسیاں تھیں، جن پر انس وجن بیٹھتے اور پرندے سایہ کرتے، سفر میں حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام خود سر جھکائے اللہ کے ذکر وشکر میں مشغول رہتے۔

آج کل ہوائی جہاز کے سفر کرنے والوں کے لئے اس میں سبق ہے کہ کب کوئی حادثہ پیش آجائے اور وقت اخیر آجائے، اس لئے ایسے سفر میں برابر اللہ کی یاد میں رہنا چاہئے۔

آپ کو یہ شرف بھی عطا ہوا کہ آپ جانوروں کی بولیاں سمجھ لیتے تھے، سفر میں پرندے بھی رہتے تھے اور ان کے نظم کا خاص اہتمام تھا، ﴿ والطير فهم يوزعون ﴾ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ ایک مرتبہ ملک میں قحط کی وجہ سے اپنی افواج کے ساتھ دعا کے لئے تشریف لے جارہے تھے تو راستہ میں چیونٹیوں کی آبادی (وادی نملہ) پر گذر ہوا' ایک چیونٹی نے کہا: اے چیونٹیوں! اپنے اپنے سوراخوں میں گھس جاؤ کہیں ایسا نہ وہ کہ حضرت سلیمان (علیہ الصلوۃ والسلام) اور ان کے لشکر تم کو کچل نہ ڈالیں اور ان کو خبر بھی نہ ہو۔ چیونٹی کی اس بات پر آپ نے تبسم فرمایا اور اللہ کے شکر پر قائم رہنے کی دعا فرمائی۔ آپ نے دیکھا کہ ایک چیونٹی اگلا قدم اٹھائے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر یہ دعا مانگ رہی ہے: ''یا اللہ! ہم بھی تیری مخلوق ہیں' تیرے فضل کے محتاج ہیں' ہم کو بارش سے محروم رکھ کر ہلاک نہ فرما'' حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے قوم سے فرمایا: واپس چلو ایک حیوان کی دعا

نے ہمارا کام کردیا، اب تمہاری طلب کے بغیر ہی بارش ہوگی۔

آپ پرندوں سے مختلف کام لیتے، ہدہد سے پانی کی تفتیش اور ڈاک کا کام لیتے، آپ کو جہاں قیام کرنا ہوتا تو ہدہد سے زمین کا انتخاب کرواتے کہ کہاں پانی ہے؟ پھر جنات سے زمین کھود کر پانی نکلواتے۔ایک مرتبہ ہدہد نظر نہ آیا تو ناراضگی اور معقول عذر نہ بتانے پر سخت سزا کا ارادہ فرمایا، مگر ہدہد نے کہا کہ: میں یمن کے علاقہ سے سبا کی خبر لایا ہوں، وہاں ایک عورت (بلقیس) لوگوں پر حکمران ہیں، اور وہ نعمتوں سے نوازی گئی ہیں، اور زرو جواہرات سے مرصع بڑے تخت کی مالکہ ہے، اور اس کا وطن مآرب باغوں کی دوطرفہ قطاروں سے گھیرا ہوا ہے، ان نعمتوں کے باوجود وہ اوران کی قوم آفتاب پرستی میں مبتلا ہے، اور شیطان نے ان کو صحیح راہ سے روک رکھا ہے، چنانچہ آپ نے ملکہ کے نام گرامی نامہ لکھا اور ہدہد ہی کو دیا اور جواب کا بھی مطالبہ فرمایا، ملکہ نے درباریوں سے مشورہ چاہا کہ مجھے ایک خط اس حالت میں ملا کہ میرے کمرہ میں اور میرے سینہ پر رکھا ہوا تھا، اور مکتوب بڑی شخصیت کا ہے۔بلقیس آپ کا نام اور آپ کی حکومت کے دبدبہ کی خبریں پہلے ہی سن چکی تھیں، ایک مختصر خط میں کمالات وعجائبات پوشیدہ تھے، اپنا تعارف‘ اللہ کے نام سے ابتدا‘ اپنی طاقت کا اظہار اور دعوت الی اللہ، بلقیس نے مشورہ کے بعد بڑے بڑے قیمتی جواہرات‘ گھوڑے‘ خوب صورت باندیاں اور مختلف ہدایا بھجوائے، آپ نے ان ہدایا کو دیکھ کر فرمایا: کیا تم مال سے میری مدد کرنا چاہتی ہو، اللہ تعالی نے مجھے جو دیا‘ وہ اس سے کہیں بہتر ہے، یہ تحائف تمہیں مبارک ہو، بلقیس سمجھ گئیں کہ آپ واقعۃً دنیوی بادشاہ نہیں ہیں، اللہ کے نبی ہیں، اس لئے حاضری کا ارادہ کرلیا اور نکل پڑیں، حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ السلام نے اپنے وزیر آصف بن برخیا کے ذریعہ جن کے پاس کتاب کا علم یعنی اسم اعظم تھا، چشم زدن

سے پہلے اس کا وہ تخت جو سات محلات کے درمیان ایک محفوظ جگہ میں جہاں پرندہ بھی پر نہ مار سکے رکھا تھا' جس کا طول اسی (۸۰) ہاتھ' اور چوڑائی ۴۰/ ہاتھ اور بلندی ۳۰/ ہاتھ تھی' جس پر موتی اور یاقوت احمر اور زبرجد کا کام ہوا تھا' اور اس کے پائے موتیوں اور جواہرات کے تھے' اور پردے ریشم وحریر کے اندر سے باہر یکے بعد دیگرے سات مقفل عمارتوں میں محفوظ تھا' حاضر کردیا، اس پر حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے بجائے اکڑ کے فرمایا: یہ میرے رب کا فضل ہے۔ حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے بلقیس کے امتحان کے لئے تخت میں معمولی تبدیلی کرادی، چنانچہ بلقیس نے کہا: تخت تو میرے جیسا ہے، مگر کچھ تراش وخراش معلوم ہوتی ہے، الغرض بلقیس نے دربار سلیمانی دیکھا اور انسانی ذہن سے بڑھ کر خود مشاہدہ کیا تو اپنی جان پر ظلم کا اعتراف کرتے ہوئے اسلام لے آئیں، اور تاریخی روایات کے مطابق ان سے حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے نکاح بھی فرمالیا۔

حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام جنات سے سمندر میں غوطہ لگوا کر تہہ سے موتی' جواہرات وغیرہ نکلواتے تھے، اور ان سے بڑی بڑی مضبوط عمارتوں کا کام لیتے تھے، چونکہ آپ کے لئے اللہ تعالی نے تانبہ کا چشمہ بھی بہادیا تھا، اسی طرح جنات سے آپ نے بیت المقدس اور مسجد اقصی کی تعمیر کا کام بھی لیا۔

حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کو موت کا وقت قریب معلوم ہوا تو سوچا کہ مسجد اقصی کی تعمیر نامکمل رہ جائے گی، کیونکہ جنات آپ کے بعد تعمیر کے کام نہ کریں گے، تو آپ نے ایک نقشہ بنا کر جنات کے سپرد کردیا کہ اس کے مطابق تعمیر کا کام ہوتا رہے، اور خود ایک شیشہ کے مکان میں بند ہو کر عبادت میں مشغول ہوگئے، جنات آپ کو دیکھتے رہتے تھے کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام شیشہ کے مکان میں سے ہمیں دیکھ رہے ہیں،

آپ عبادت میں مصروف تھے کہ اسی دوران ملک الموت نے آپ کی روح قبض کرلی، وفات کے بعد لکڑی کے سہارے کھڑے رہے، جنات کو پتہ بھی نہ چلا کہ آپ وفات پا گئے، جنات اسی دھوکہ میں بدستور تعمیر کے کام میں لگے رہے، مختصر یہ کہ لکڑی کو دیمک لگ گئی اور آپ کا مجسمہ زمین پر گر گیا، اس سے جنات کو معلوم ہوا کہ آپ کا تو وصال ہو گیا۔

آپ کا وصال نبی کریم ﷺ سے تقریبا:۱۵۴۶/سال قبل ہوا۔ چالیس سال آپ بڑے رعب اور شاہی دبدبہ کے ساتھ حکومت کرتے رہے۔

اس جلالت قدر کے باوجود ایک آزمائش سے بھی گذرنا پڑا، کہ ایک مرتبہ آپ نے قسم کھالی کہ آج رات میں اپنی تمام ازواج کے پاس جاؤں گا، (جن کی تعداد ستر اور سو کے درمیان تھی) اس کے بعد ہر بیوی سے ایک بچہ پیدا ہوگا، جو خدا کی راہ میں جہاد کرے گا، مگر آپ انشاء اللہ کہنا بھول گئے، اللہ کی قدرت کہ کسی بیوی سے ایک بچہ بھی پیدا نہ ہوا، صرف ایک بیوی سے ایک بچہ پیدا ہوا وہ بھی ادھورا، دایہ نے بچہ لاکر تخت پر رکھ دیا، اور کہا کہ یہ ہے آپ کی قسم کا نتیجہ، آپ نے فوراً اللہ تعالی کے حضور ندامت سے معافی مانگی۔

(انتہی حالات حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام۔ ملخص از: تذکرۃ الانبیاء علیہم السلام ص ۵۵۷ ج ۱)

بخت نصر کا خواب اور حضرت دانیال علیہ الصلوۃ والسلام کی دلچسپ تعبیر

بخت نصر نے ایک خواب دیکھا اور بھول گیا، کہ کیا خواب دیکھا، مگر خواب تھا ہیبت ناک، اس لئے الجھن میں تھا، اس نے درباریوں سے کہا: مجھے خواب کی تعبیر بتلاؤ، پوچھا خواب کیا ہے؟ کہنے لگا خواب تو میں بھول گیا، درباریوں نے کہا: پھر تعبیر کیسے بتلائیں؟ کہنے لگا: میں لاکھوں تم پر خرچ کر رہا ہوں تم جو غیب کے دعویدار ہو، میرا ایک خواب نہیں بتلا سکتے، تین دن کی مہلت ہے، اگر خواب اور تعبیر نہ بتلائی تو پورے خاندان کو تہس نہس کر دوں گا۔ یہ سارے پریشان، خیر بات پھیلتے پھیلتے جیل تک پہنچی اور حضرت دانیال علیہ الصلوۃ و السلام کو بھی اس کا علم ہوا تو آپ نے جیلر سے کہا: کہ تو بادشاہ سے جا کر کہہ کہ میرے قیدیوں میں سے ایک شخص تیرے خواب اور تعبیر دونوں کو جانتا ہے، اس میں تیرا فائدہ یہ ہوگا کہ تیری بات سے خوش ہو کر بادشاہ تیرا عہدہ بڑھا دے گا اور مجھے رہائی مل جائے گی۔ جیلر بہت خوش ہوا اور بادشاہ کو اطلاع کی، بادشاہ نے فوراً بلانے کا حکم دیا، چنانچہ حضرت دانیال علیہ الصلوۃ والسلام شاہی لباس میں جیل سے دربار پہنچے، بخت نصر نے کہا کہ: آپ نے میرے دربار کے ادب کا خیال نہیں کیا اور مجھے سجدہ کر کے داخل نہیں ہوئے۔ حضرت دانیال علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: میں نے عمداً سجدہ نہیں کیا، اس لئے کہ میں سجدہ کر لیتا تو تیرا بھی نقصان ہوتا اور میرا بھی، وہ اس طرح کہ اللہ تعالی نے مجھے ایک علم دیا ہے اسی علم سے میں تیرے خواب کی تعبیر بتلاتا ہوں، اگر میں تجھے سجدہ کر لیتا تو میرا علم چھین لیا جاتا اور میں علم سے محروم ہو جاتا اور تو خواب اور اس کی تعبیر سے۔ بخت نصر جواب سے حیران ہوا،

اور کہا کہ: ایسا دانشمند آدمی میں نے نہیں دیکھا۔ پھر حضرت دانیال علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ: خواب یہ تھا کہ آسمان اور زمین کے درمیان ایک عظیم الشان بت ہے، جس کا سر آسمان پر اور پاؤں زمین پر لگے ہیں، ایک مونڈھا مشرق میں اور دوسرا مغرب میں، پوری فضا اس سے گھری ہوئی ہے، تو اس کو حیرانی سے دیکھ رہا ہے کہ کتنا خوبصورت بت ہے، اور اس بت کی شان یہ ہے کہ چہرہ اس کا سونے کا، اور سینہ چاندی کا، اور پیٹ پیتل کا، رانیں تانبے کی، اور پنڈلیاں لوہے اور سیسے کی، اور پاؤں مٹی کے ہیں، ہر دھات الگ الگ چمک رہی ہے، سونا سب سے زیادہ قیمتی، اس لئے سب سے اوپر، پھر اسی ترتیب سے بقیہ اشیاء، تو ابھی اسی حیرت میں تھا کہ آسمان سے ایک پتھر اس زور سے اس بت کے سر پر آکر گرا کہ بت چکنا چور ہو گیا، اور جتنی دھاتیں تھیں سب مل کر ایک جان ہو گئیں، پھر تو نے دیکھا کہ وہ پتھر پھیلنا شروع ہوا اور ساری فضا میں پھیل گیا جہاں تک وہ بت پھیلا تھا، اس پر تیری آنکھیں کھل گئیں۔ بخت نصر نے قسمیہ بیان کیا کہ: بالکل میرا یہی خواب تھا نہ ذرہ برابر کم نہ زیادہ۔

حضرت دانیال علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اب تعبیر سن، بت تو دنیا کی قومیں ہیں، سونا عراقی قوم ہے، جس میں سب سے پہلے تمدن آیا، یہ تو تیری قوم ہے جو اعلیٰ تمدن کی وجہ سے سونے کی طرح چمک رہی ہے، تیرے بعد دوسری قوم آئے گی جو تیرے بیٹے کی ہوگی وہ چاندی کی طرح ہوگی، اور پیتل زرد رنگ کی قومیں ہیں، جیسے چینی اور جاپانی، اور تانبا یہ سرخ اقوام ہیں جیسے عربی، حجازی، شامی، اور لوہا یہ کالی قومیں ہیں جیسے حبشی، اور مٹی یہ دوملکہ پیدا ہوں گی، جو بہت کمزور حالت میں ہوں گی، ان کی قوم کو کمزور دکھایا، تو نے دنیا کی قومیتوں کی اونچ نیچ کو دیکھا، کوئی کہتی ہے: میں سونا ہوں، کوئی کہتی ہے: میں چاندی ہوں،

اس طرح دنیا میں کبر و عصبیت کا دور دورہ تھا، اچانک پتھر گرا، یہ آپ ﷺ کا دین تھا‘ جس نے آکر دنیا کی قومیتوں کے اوپر ضرب لگائی اور سب کو یکساں کر دیا، اس کے بعد پتھر کا پھیلنا دیکھا یہ دین اسلام کی اشاعت ہے کہ یہ دین عالم میں پھیل کر رہے گا۔ یہ تیرے خواب کی تعبیر ہے۔ بخت نصر نے ہاتھ چوم لئے اور کہا کہ: اتنا عقلمند آدمی دنیا میں میں نے نہیں دیکھا، اور حکم جاری کیا کہ میری سلطنت کا کوئی کام آپ کے مشورہ کے بغیر جاری نہ ہوگا۔

(خطبات حکیم الاسلام ص ۱۵۱ ج ۴ ملخص)

حضرت مریم علیہا السلام

حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ کا نام حنّہ ہے، اور والد ماجد کا نام عمران تھا۔ والدہ حنہ نے منت مانی تھی کہ میرا بچہ ہوگا میں اس کو اللہ کے گھر بیت المقدس اور مسجد اقصی کے لئے نذر کروں گی، اس وقت آپ حمل سے تھیں، آپ کا خیال تھا اور اللہ تعالی سے دعا کی تھی کہ لڑکا پیدا ہو، مگر اللہ کی قدرت کہ لڑکی پیدا ہوئی اس کا نام ''مریم'' رکھا گیا، مریم کے معنی ہیں: عابدہ' عبادت کرنے والی۔ والدہ کو افسوس ہوا کہ لڑکی تو ایسی خدمت کے لائق نہیں ہوتی، پھر بنی اسرائیل مقدس گھر کی خدمت کے لئے لڑکیوں کو قبول نہیں کرتے تھے، پھر بھی آپ کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کو خدمت میں لے گئیں، خدام نے اول تو قبول کرنے سے انکار کیا، آخر میں راضی ہوگئے، راضی ہونے کے بعد ہر خادم نے آپ کو لینا چاہا، اختلاف ختم کرنے کے لئے قرعہ اندازی کی گئی تو حضرت زکریا علیہ السلام کا نام نکلا، جو آپ کے خالو تھے۔

آپ کا یہ شرف ہی کیا کم ہے کہ آپ وہ واحد خاتون ہیں جن کا بیت المقدس کی خادمہ کی حیثیت سے انتخاب ہوا۔ پھر اللہ تعالی کی طرف سے یہ کرامت عطا ہوئی کہ بے موسم پھل آپ کے پاس آتے تھے، اسی کو دیکھ کر حضرت زکریا علیہ الصلوۃ والسلام نے اولاد کی دعا کی تھی۔ قرآن پاک نے آپ کے نام سے ایک مکمل سورت نازل فرما کر قیامت تک کے لئے ان کی زندگی کو محفوظ کر دیا۔

قرآن کریم نے کس شان سے آپ کی توصیف بیان فرمائی:

﴿ وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰکِ وَ طَھَّرَکِ وَاصْطَفٰکِ عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ ﴾۔ (سورۂ آل عمران، آیت نمبر:۴۲)

ترجمہ:......اور (اب اس وقت کا تذکرہ سنو) جب فرشتوں نے کہا تھا کہ: اے مریم! بیشک اللہ نے تمہیں چن لیا ہے، تمہیں پاکیزگی عطا کی ہے، اور دنیا جہاں کی ساری عورتوں میں تمہیں منتخب کر کے فضیلت بخشی ہے۔

حضرت مریم علیہ الصلوۃ والسلام کے فضائل پر احادیث

(ا)......آپ ﷺ کا رشاد ہے کہ: دنیا کی عورتوں میں چار عورتیں بہت برگزیدہ ہیں: حضرت مریم، حضرت آسیہ، حضرت خدیجہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن۔

(۲)......آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: مردوں میں بہت کامل ہوئے ہیں، عورتوں میں صرف عمران کی بیٹی مریم اور فرعون کی بیوی آسیہ کامل ہوئی ہیں۔

(۳)......آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: عورتوں میں سب سے نیک مریم بنت عمران ہیں اور عورتوں میں سب سے نیک خدیجہ ہیں۔

(۴)......آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: جنت کی عورتوں میں سب سے افضل خدیجہ بنت خویلد ہیں، اور فاطمہ بنت محمد ﷺ ہیں، اور مریم بنت عمران ہیں، اور فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم ہیں۔ (سنن کبری للنسائی، ص۹۳ ج ۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۱ھ)

(۵)......آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: تمام جہانوں کی عورتوں میں تمہیں یہ کافی ہیں: مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد ﷺ اور فرعون کی بیوی آسیہ۔

(٦)......آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: میری امت کی عورتوں پر خدیجہ کو اس طرح فضیلت دی گئی ہے جس طرح مریم کو تمام جہاں کی عورتوں پر فضیلت دی گئی ہے۔

(۷)......آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: جہاں کی سردار چار عورتیں ہیں: مریم بنت عمران، آسیہ بنت مزاحم، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد ﷺ، اور ان میں سب سے افضل فاطمہ

بنت محمد ﷺ ہیں۔

(۸)......آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: مریم بنت عمران، فرعون کی بیوی آسیہ اور خدیجہ بنت خویلد کے بعد تمام جہانوں کی سردار فاطمہ ہیں۔

(مختصر تاریخ دمشق ص۳۴۳ ج۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ۔ تبیان القرآن ص۱۵۴ ج۲)

حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کی ولادت بھی عجیب طریقہ سے ہوئی، آپ کو بشارت ملی کہ اللہ تعالی ان کو ایک ایسا کلمہ عطا فرمائیں گے جو اللہ کی جانب سے ہوگا، یعنی اس کے لفظ کن سے پیدا ہوگا۔ اس سے بڑی فکر لاحق ہوئی کہ یا اللہ! میری قوم مجھ پر تہمت لگائے گی، میں کس طرح اپنی پاک دامنی کو ظاہر کروں گی؟ اللہ تعالی نے فرمایا: اس کی فکر نہ کرو، بس آپ بولنے کا روزہ رکھ لیں اور بچہ خود ہی گواہی دے گا کہ میں کون ہوں اور کس طرح آیا ہوں؟

الغرض آپ بارہ یا تیرہ سال کی تھیں کہ آپ کو حیض آیا، اس کے بعد پاک ہونے کے لئے غسل کرنے گئیں تو وہاں حضرت جبرئیل علیہ السلام نوجوان خوبصورت مرد کی شکل میں پہنچے، حضرت مریم علیہا السلام نے پہلی دفعہ میں تو یہ سمجھا کہ کوئی اجنبی آدمی ہے، خوف کی وجہ سے کہا: میں اللہ کی پناہ چاہتی ہوں اگر تو خدا سے ڈرنے والا ہے، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: مجھے تو اللہ تعالی نے بھیجا ہے تاکہ آپ کو ایک پاکیزہ لڑکا عطا کروں، آپ نے فرمایا کہ: میں نے شادی ہی نہیں کی اور نہ میں بدکار رہوں کہ کسی مرد سے ناجائز تعلق ہو، مجھے تو کسی مرد نے چھویا بھی نہیں، مجھے کیسے بچہ ہوگا؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: یونہی ہوگا، اللہ کا فیصلہ ہے، اور اللہ کے لئے یہ کوئی مشکل نہیں، اور اس میں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالی لوگوں کے لئے ان کو ایک نشانی بنائیں گے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پھونک

ماری اور اللہ تعالی کی قدرت سے حمل ٹھہر گیا۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ: جب حضرت مریم علیہا السلام کو حمل ٹھہرا تو آپ کے عم زاد یوسف نجار بہت حیران ہوا کہ یہ حمل کیسے ہو گیا؟ بالآخر اس نے حضرت مریم علیہا السلام سے کہا: اے مریم! یہ بتاؤ کیا بغیر بیج ڈالے فصل اگ سکتی ہے؟ کیا بغیر بارش کے درخت پیدا ہو سکتے ہیں؟ اور کیا بغیر مرد کے بچہ پیدا ہو سکتا ہے؟ حضرت مریم علیہا السلام نے فرمایا: جب اللہ تعالی نے پہلے درخت کو پیدا فرمایا تو کیا اس کو بغیر بیج کے پیدا نہیں کیا؟ کیا حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو بغیر مرد کے پیدا نہیں کیا؟ جب حضرت مریم علیہا السلام نے یہ جواب دیا تو یوسف کے دل سے شک وشبہ زائل ہو گیا۔

(تفسیر کبیر ص ۵۲۵ ج ۷۔ جامع البیان ص ۸۱۔ تبیان القرآن ص ۲۶۶ ج ۷)

اب ولادت کا وقت قریب آیا تو سوچا کہ قوم تو جہالت سے نہ معلوم کیا کیا الزام لگائے گی؟ حالانکہ بیت المقدس میں اپنی زندگی کے لیل ونہار اللہ تعالی کی عبادت میں گذارے ہیں، جس سے سارے لوگ واقف تھے، تاہم ان سے بدگمانی کا خوف تھا، اس لئے ارادہ کیا کہ یروشلم کی کسی تنہائی کی جگہ چلے جانا چاہئے، تو نو میل کے فاصلہ پر "بیت اللحم" نامی جگہ پر چلی گئیں، وہاں پہنچ کر آپ کو دردزہ شروع ہوا، اس تکلیف کی حالت میں کھجور کے ایک درخت کے نیچے اس کے تنہ سے سہارا لگا کر بیٹھ گئیں، چونکہ زندگی میں ولادت کا پہلا مرحلہ تھا، اور تنہائی وبے کسی' سامان ضرورت وآرام کا فقدان' اور سب سے بڑھ کر رسوائی کا تصور سخت بے چین کئے ہوا تھا، اس لئے پریشانی کے عالم میں کہنے لگیں: کاش میں اس حالت سے پہلے ہی مر گئی ہوتی کہ دنیا میں میرا نام ونشان نہ رہتا اور کسی کو بھولے سے بھی یاد نہ آتی۔ اللہ تعالی نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا اور تسلی دی کہ آپ غمگین نہ ہو، آپ

کے رب نے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے، اس سے پانی پیجئے اور کھجور کے تنہ کو اپنی طرف ہلائیے تو تازہ کھجوریں جھڑیں گی، ان کو کھاؤ، اور بچہ کو دیکھ کر اپنی آنکھ کو ٹھنڈی کیجئے۔ اب مسئلہ تھا بدنامی اور الزام کا کہ لوگ نہ جانے کیسی کیسی باتیں کریں گے تو اللہ تعالی نے فرمایا: اگر کوئی کچھ بھی کہے تو اشارہ سے بتلادو کہ میرا تو بولنے کا روزہ ہے، بہرحال آپ بچے کو لے کر بیت المقدس واپس آئیں اور معصوم بچہ ساتھ تھا، وہی ہوا جس کا خوف تھا اور لوگوں نے کہا: اے مریم! تو نے بہت برا کام کیا، تیرے اہل اور خاندان والے تو ایسے نہ تھے، آپ نے اللہ کے حکم کے مطابق اشارہ سے بتلایا کہ اس بچہ ہی کو پوچھ لو میرا تو نہ بولنے کا روزہ ہے، قوم نے کہا کہ: یہ چھوٹا سا بچہ کس طرح بات کرے گا؟ اس کو بولنے کی قدرت ابھی تک نہیں ہے، ابھی یہ چہ میگوئیاں ہو ہی رہی تھیں کہ حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام دودھ پی رہے تھے دودھ چھوڑ کر گویا ہوئے:

﴿ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ، اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا ، وَجَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ ﴾۔

ترجمہ:...... میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب دی ہے، اور نبی بنایا ہے، اور جہاں بھی میں رہوں، مجھے بابرکت بنایا ہے۔ (سورۂ مریم، آیت نمبر:۳۱)

قوم نے جب شیر خوار بچے سے اس قسم کی عاقلانہ باتیں سنیں تو حیران رہ گئی، اور ان کی بدگمانی عقیدت میں بدل گئی۔

پھر بھی بعض شر پسندوں کی دشمنی اور اعزہ کے مشورہ سے حضرت مریم علیہا السلام نے فی الحال بیت المقدس میں رہنا پسند نہ فرمایا اور مصر اور وہاں سے ناصرہ کا سفر فرمایا، جب حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کی عمر تیرہ سال کے قریب ہوئی تو واپس بیت المقدس لے کر آ گئیں۔

حضرت مریم علیہا السلام کو اللہ تعالی نے ایک شرف یہ بھی عطا فرمایا کہ جنت میں اللہ تعالی نے آپ کو حضرت نبی پاک ﷺ کی زوجیت میں داخل فرما دیا۔ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اے عائشہ! کیا تجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالی نے جنت میں مریم بنت عمران اور حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام کی بہن کلثوم اور فرعون کی عورت آسیہ کو میری زوجہ بنا دیا ہے۔ (طبرانی ص ۲۵۸ ج ۸۔ مجمع الزوائد ص ۲۱۸ ج ۹)

نوٹ:...... اس قسم کی اور روایتیں بھی مروی ہیں: طبرانی ص ۵۲ ج ٦۔ تاریخ دمشق لابن عساکر ص ۱۱۸ ج ۷۰۔ معجم الکبیر ص ۴۵۱ ج ۲۲/ اور ص ۲۵۸ ج ۸۔ تفصیل کے لئے دیکھئے! نفائس الفقہ ص ۹۷ ج ۲۔

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ

آپ جوانی ہی میں اسلام کی دولت سے مشرف ہوئے، انصار کے وفود: ۳/سال تک مدینہ منورہ سے مکہ معظّمہ آئے ان سب میں آپ شامل تھے۔ پہلے یا دوسرے وفد کی آمد پر آپ ﷺ کے دست بابرکت پر بیعت کی۔آپ ﷺ نے ان کو خاندان وقوافل کا نقیب بھی مقرر فرمایا۔ مسلمان ہوکر والدہ کو بھی مشرف باسلام کیا، اپنے دوست کعب بن عجرہ کے گھر بڑا سا بت تھا موقع پا کر توڑ دیا، اس پر کعب کو غیبی ہدایت نصیب ہوئی اور اسلام لے آئے۔غزوۂ بدر، بیعت رضوان اور خلافت صدیقی کے بعض لڑائیوں میں بھی شریک رہے، سن ۲ھ میں بنو قینقاع عبداللہ بن ابی کے اشارے سے آپ ﷺ سے بغاوت پر آمادہ ہوئے تو جلا وطنی کی سزا پائی، حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کے ان سے دیرینہ تعلق تھا، مگر قطع کردیا اور اخراج البلد کا کام بھی انہی کے متعلق ہوا۔خلافت فاروقی میں ایک کمک کی فوج پر افسر بھی بنائے گئے۔صدقات کی افسری، فلسطین کی قضا اور حمص کی امارت کی ذمہ داری بھی نبھائی۔ایک مرتبہ فلسطین سے ناراض ہوکر مدینہ منورہ آ گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے واپس بھیجا کہ آپ ہی جیسے لوگوں سے دنیا قائم ہے، جہاں آپ لوگ نہ ہوں گے خدا اس زمین کو خراب کردے گا۔تادم موت شام (فلسطین) میں رہے، وفات سے پہلے لوگ عیادت کے لئے آتے اور سوال پر فرماتے: خدا کے فضل سے اچھا ہوں۔ بیٹے نے وصیت کی درخواست کی تو فرمایا: تقدیر پر یقین رکھنا ورنہ ایمان کی خیر نہیں۔شاگرد صنابحی رحمہ اللہ پہنچے، استاذ کا حال دیکھ کر زار وقطار رو پڑے، تو منع فرمایا اور فرمایا: ہر طرح راضی ہوں شفاعت کی ضرورت ہوگی تو شفاعت کروں گا، شہادت کی ضرورت ہوگی تو شہادت دوں گا، پھر فرمایا: جتنی احادیث ضروری تھیں، پہنچا چکا ہوں، ایک حدیث باقی ہے، اس کو بیان

کیا اور انتقال ہو گیا، اس وقت عمر:۷۲ر سال کی تھی۔

فضلائے صحابہ میں تھے، قرائت کا خاص ذوق تھا، حافظ قرآن تھے، اصحاب صفہ آپ ہی کی زیر ریاست تھا، بعض تلامذہ کے رہنے سہنے' کھانے کا انتظام بھی خود فرماتے، عہد نبوی میں شام میں معلم بنا کر بھیجے گئے، پھر فلسطین کو اپنا مستقر بنایا۔ حدیث میں بعض اولیات کے موجد ہوئے، صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں رسول اللہ ﷺ تک سلسلۂ حدیث پہنچانے کا یہ طرز تھا کہ صحابی کہتے تھے کہ: میں نے اس کو رسول اللہ ﷺ سے سنا، لیکن بعض بزرگ ایسے بھی تھے جنہوں نے الفاظ روایت میں وہ مدارج قائم کئے جو بعد میں روایت حدیث کا جز قرار پا گئے۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے بھی ان الفاظ میں ایک اضافہ کیا، ایک شخص سے حدیث بیان کی تو فرمایا کہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں یہ نہیں کہتا کہ مجھ سے فلاں فلاں لوگوں نے حدیث بیان کی۔

ایک مجمع میں خطبہ دیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے لاعلمی ظاہر کی تو آپ نے فرمایا: '' اشهد انى سمعت رسول الله '' میں گواہ ہوں کہ میں نے آپ ﷺ سے سنا۔

اشاعت حدیث کا خاص اہتمام تھا، مجامع وعظ' مجالس علم' نجی صحبتیں ہر جگہ چرچا رہتا تھا، کبھی چرچ میں جاتے تو وہاں بھی رسول اللہ ﷺ کا کلام مسلمانوں اور عیسائیوں کو سناتے۔ مرویات کی تعدد:۱۸۱ر ہیں۔ فقہ میں علمی مقام مسلم تھا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے طاعون عمواس کے خطبہ میں ذکر کیا، تو فرمایا کہ: مجھ سے اور عبادہ سے اس مسئلہ میں گفتگو ہو چکی ہے، لیکن بات وہی ٹھیک ہے جو انہوں نے فرمائی، تم لوگ ان سے فائدہ اٹھاؤ،

کیونکہ وہ مجھ سے زیادہ فقیہ ہیں۔حق گوئی میں بے مثل تھے،شام گئے تو بیع وشراء میں شرعی خرابیاں دیکھی تو ایک خطبہ دیا جس سے تمام مجمع میں ہل چل پڑ گئی۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کسی نے شکایت کی تو شام سے مدینہ بلائے گئے، پوچھنے پر مجمع میں فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: میرے بعد امراء منکر کو معروف اور معروف کو منکر سے بدل دیں گے،لیکن معصیت میں اطاعت جائز نہیں،تم لوگ بدی میں ہرگز آلودہ نہ ہونا۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ: ہم نے آپ ﷺ سے ان شرائط پر بیعت کی تھی کہ: چستی اور سستی میں آپ ﷺ کا کہنا مانیں گے،فراخی اور تنگی میں مالی امداد دیں گے،اچھی باتیں پہنچائیں گے‘ بری باتوں سے روکیں گے، سچ کہنے میں کسی سے نہ دبیں گے،آپ ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائیں گے تو مدد کریں گے،اور جان و مال اور اولاد کی طرح نگہبانی کریں گے،ان سب باتوں کا صلہ جنت کی صورت میں دیا جائے گا،پس ہم کو ان باتوں پر پورے طور سے عمل کرنا چاہئے اور جو نہ کرے وہ خود اپنا ذمہ دار ہے۔

ایک دفعہ کسی سمت جا رہے تھے،عبداللہ بن عباد زرقی کو دیکھا کہ چڑیاں پکڑ رہے ہیں، ہاتھ سے چھین کر اڑادی اور فرمایا: بیٹا! یہ حرم ہے یہاں شکار جائز نہیں۔

آپ ﷺ کو بھی ان سے خاص محبت تھی، بیمار ہوئے تو آپ ﷺ عیادت کے لئے تشریف لائے ،انصار کے کچھ لوگ ساتھ تھے،فرمایا: جانتے ہو شہید کون ہے؟ لوگ خاموش رہے،آپ نے جواب دیا: جو مسلمان ہو‘ ہجرت کرے اور معرکہ میں قتل ہو۔آپ ﷺ نے فرمایا: اس صورت میں شہیدوں کی تعداد بہت کم ہو جائے گی،قتل ہونا‘ ہیضہ میں مرنا‘ ڈوب جانا‘ عورت کا ولادت کے وقت انتقال کر جانا یہ سب شہادت میں داخل ہے۔آپ ﷺ جب بیمار ہوئے تو صبح وشام دیکھنے جاتے۔(سیر الصحابہ ص ۴۸ ج ۳،سیر انصار:۲)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ

آپ حضرت اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے بھتیجے تھے، تقریبا سارا خاندان مسلمان ہو چکا تھا، عہد نبوت کے بعد شام، حمص اور فلسطین میں قیام پذیر رہے۔ ۵۸/ھ میں ۷۵/سال کی عمر میں وفات پائی۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ: لوگ دو طرح کے ہوتے ہیں: بعض عالم ہیں لیکن غصہ والے اور مغلوب الغضب، بعض حلیم اور بردبار مگر جاہل، حضرت شداد رضی اللہ عنہ علم اور حلم کے مجمع البحرین تھے۔

مسجد جابیہ میں حضرت عبادہ بن صامت، حضرت ابوالدرداء، حضرت ابن غنم رضی اللہ عنہم ٹہل ٹہل کر باتیں کر رہے تھے، حضرت شداد رضی اللہ عنہ بھی آپہنچے اور کہا لوگو! مجھ کو تم سے کچھ ڈر ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ: میری امت پیروی نفس اور شرک میں مبتلا ہو جائے گی، اخیر کا فقرہ تعجب خیز تھا، حضرت ابوالدرداء اور حضرت عبادہ رضی اللہ عنہما نے اعتراض کیا اور اس کی سند میں ایک حدیث پیش کی کہ: شیطان جزیرہ عرب میں اپنی پرستش سے بالکل ناامید ہو چکا ہے، پھر ہمارے مشرک ہونے کے کیا معنی؟ حضرت شداد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک شخص نماز، روزہ، زکوۃ ریاء کے طور پر ادا کرتا ہے، آپ لوگ اس کو کیا سمجھتے ہیں؟ سب نے جواب دیا: مشرک، فرمایا: میں نے اس کے متعلق خود آپ ﷺ سے سنا ہے کہ ان چیزوں کو ریاء سے بجالانے والا مشرک ہے۔ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے، بولے کہ: جتنا عمل خالص ہوگا اس کے قبول ہونے کی امید ہے، باقی جس میں شرک کی آمیزش ہے، وہ مردود ہوگا، اس بنا پر ہم کو اپنے عمل پر اعتماد نہ کرنا چاہئے، حضرت شداد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ: حدیث قدسی میں ہے کہ: مشرک کا تمام عمل

اس کے معبود کو دیا جائے گا، خدا اس کا محتاج نہیں۔

حدیث میں فہم وبصیرت حاصل تھی اور اصول درایت اور نقد سے کام لیتے تھے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے زہد وقناعت اور ترک دنیا کی حدیثوں نے شام میں کھلبلی ڈال دی تھی، ان کے متعلق رائے دیتے ہوئے فرماتے تھے کہ: وہ آپ ﷺ سے کوئی حدیث جس میں شدت اور سختی ہوتی تھی سنتے تھے، پھر اپنی قوم میں جا کر اس کی اشاعت کرتے تھے، بعد کو آپ ﷺ اس سخت حکم میں رخصت عطا فرما دیتے تھے، لیکن حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو خبر تک نہ ہوتی، اس بنا پر وہ اپنی اسی شدت پر قائم رہے۔

آپ کی مرویات کی تعداد: ۵۰ر ہیں، انہوں نے اکثر آپ ﷺ سے اور کچھ کعب احبار رحمہ اللہ سے سنی تھیں۔

نہایت عابد اور پرہیز گار تھے، خوف خدا ہر وقت غالب رہتا تھا، بسا اوقات رات کو آرام فرمانے کے لئے لیٹتے پھر اٹھ جاتے اور ساری رات نماز پڑھتے، کبھی کبھی زبان سے نکلتا: خدایا! آتش جہنم میرے اور میری نیند کے درمیان حائل ہوگئی ہے۔

بات فرماتے تو دل آویز اور شیریں ہوتی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: دو خصلتوں میں حضرت شداد رضی اللہ عنہ ہم سے بڑھ گئے: بولتے وقت وضاحت بیان میں، اور غصہ کے وقت عفو اور درگذر میں۔ حفظ لسان اور کم گوئی کا یہ عالم تھا کہ: ایک مرتبہ سفر میں غلام سے کہا: چھری لاؤ، اس سے ہم کھیلیں، ایک شخص نے اس پر ٹوکا تو فرمایا: جب سے میں مسلمان ہوا میرے منہ میں لگام رہی، آج یہ کلمہ منہ سے نکل گیا تو تم اس کو بھول جاؤ۔ مسلمانوں کے انقلاب اور تغیر کو سختی سے محسوس کرتے تھے، ایک مرتبہ رونے لگے تو لوگوں نے وجہ دریافت کی، تو فرمایا: آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ: مجھے اپنی امت کے

خواہش نفس اور شرک میں مبتلا ہونے کا خوف ہے، میں نے عرض کیا کہ: کیا آپ کی امت مشرک ہوجائے گی؟ فرمایا: ہاں، لیکن اس طرح کہ سورج' چاند' بت' پتھر کو نہ پوجے گی، البتہ ریاء اور مخفی خواہشوں کا غلبہ ہوگا، صبح کو آدمی روزہ دار اٹھے گا، لیکن جب خواہش تقاضا کرے گی تو روزہ بے خوف وخطر توڑ دے گا۔

مریضوں کی عیادت کرتے تھے۔ایک مریض کی عیادت کو گئے تو مریض سے پوچھا کیا حال ہے؟ اس نے کہا: اچھا ہوں، آپ نے فرمایا: میں تم کو مرض کے کفارہ گناہ ہونے کی بشارت سناتا ہوں، حدیث شریف میں وارد ہے کہ: جو شخص خدا کے ابتلا میں اس کی حمد کرے اور راضی برضا رہے تو وہ اس طرح گناہ سے پاک ہوتا ہے جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔

آپ ﷺ سے محبت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ بقیع تشریف لے جارہے تھے اور آپ ﷺ حضرت شداد رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چہرہ پر اداسی تھی، آپ ﷺ نے وجہ دریافت فرمائی: تو عرض کیا کہ: مجھ پر دنیا تنگ ہے، فرمایا: تم پر دنیا تنگ نہ ہوگی، شام اور بیت المقدس فتح ہوگا اور وہاں تمہاری اولاد امام ہوگی۔ یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی، وہ اپنی اولاد کے ساتھ بیت المقدس میں اقامت گزیں ہوئے اور پورے علاقے کے علم وفضل میں مرجع بنے۔

صاحب ہدایہ

ولادت:......۸/رجب المرجب:۵۱۱ھ مطابق:۵/نومبر ۱۱۱۷ء۔

وفات:......۱۴/ذی الحجہ:۵۹۳ھ۔

اس رسالہ میں صاحب ہدایہ علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی رحمہ اللہ کے حالات، ان کے اوصاف وکمالات، ان کی تصنیفی وتدریسی خدمات، ان کے اساتذہ وتلامذہ، حدیث میں ان کا مقام، ہدایہ کی خصوصیات، اس کے تراجم وشروحات، اس پر کئے گئے اعتراضات کے جوابات وغیرہ امور کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

عرض مرتب

استاذ محترم مولانا ثمیر الدین صاحب مدظلہ کی ''اثمار الہدایہ'' کے لئے صاحب ہدایہ کے حالات کی ترتیب کی سعادت راقم کے حصہ میں آئی تو چند کتابوں کو سامنے رکھ کر قدرے تفصیلی حالات جمع کئے گئے۔ کوشش کی گئی جہاں سے جو حالات مل جائیں اسے شامل کر لیا جائے تا کہ طلبہ اور اساتذہ کو شرح کے ساتھ ایک ہی جگہ سے تفصیلی حالات معلوم ہو جائیں، اور دوسری جگہوں پر تلاش کی مشقت برداشت نہ کرنی پڑے۔

حالات جہاں سے لئے گئے ان کتابوں کی فہرست آخر میں لکھ دی گئی ہے۔ یہ سارے حالات مذکورہ کتابوں سے اور اکثر و بیشتر انہی کی عبارت میں نقل کئے گئے ہیں۔

راقم صاحب ہدایہ کے حالات مکمل کر چکا تھا کہ استاذ محترم حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کا رسالہ موصول ہوا تو اس میں سے کچھ مزید حالات کو بھی شامل کر دیا گیا۔

اس بات کا افسوس رہا کہ حضرت مولانا عبد القیوم صاحب حقانی مدظلہ کا رسالہ باوجود کوشش کے نہ مل سکا۔

اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو اپنے فضل و کرم سے قبول فرمائے، اور طلبہ و اساتذہ کے لئے مفید اور مرتب کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

۴؍ جمادی الاول ۱۴۲۸ھ مطابق: ۲۱؍ مئی ۲۰۰۷

بروز پیر

اللہ تعالیٰ نے جن حضرات کو تفقہ کی عظیم نعمت سے نوازا اور انہوں نے بلاتفریق پوری انسانیت کی رہنمائی فرمائی، ان میں سے آسمان فقہ کا ایک درخشاں ستارہ صاحب ہدایہ بھی ہیں، جنہوں نے علم فقہ کی بیش از بیش خدمت کی اور اس فن میں مختلف کتابیں لکھیں۔

ولادت......نام ونسب......وطن عزیز

آپ کا نام ''علی'' لقب ''شیخ الاسلام برہان الدین'' اور کنیت ''ابوالحسن'' ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے: شیخ الاسلام برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل بن خلیل بن ابی بکر حبیب الفرغانی المرغینانی۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے خاندانی اور نسبی شرافت سے بھی نوازا، آپ کا سلسلۂ نسب خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

آپ کی پیدائش پیر کے دن، بعد عصر: ۸/رجب المرجب ۵۱۱ھ مطابق ۵/نومبر ۱۱۱۷ء کو ہوئی۔

عام طور پر آپ کا وطن ''مرغینان'' ہی بتایا جاتا ہے، جو مراغہ کا ایک قصبہ ہے۔ مرغینان دریائے سیحون کے جنوب میں فرغانہ کا ایک شہر ہے، جو اندجان سے سات فرلانگ جانب مغرب واقع ہے۔ مرغینان کے مشرق میں ''کاشغر'' اور مغرب میں ''''سمرقند'' ہے۔ شہر کی آبادی ساٹھ ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ بابر (م: ۱۵۳۰ء) کی روایت کے مطابق یہاں کے لوگ تاجیک نسل سے تعلق رکھتے ہیں، جو نہایت لڑاکے اور جنگ جو ہیں، اسی شہر میں صاحب ہدایہ پیدا ہوئے۔

حضرت بنوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ: ''فرغانہ جیحون اور سیحون کے پیچھے ''شاش'' کے بعد واقع ہے''۔ (الجواہر المضیہ ص ۳۸۳ ج ۱۔ مقدمہ نصب الرایہ ص ۱۳)

جیحون :......ایک نہر ہے جس میں کئی نہریں آ کر گرتی ہیں، اس کو مجازا ''نہر بلخ'' بھی کہتے ہیں، کیونکہ یہ نہر وہاں سے گذرتی ہے، سردی میں اس کا پانی جم جاتا ہے۔

(معجم البلدان ص۱۶۹ ج ۲)

سیحون :...... ماوراء النہر میں سمرقند کے بعد خجندہ کے قریب ایک بڑی نہر ہے۔

(معجم البلدان ص۲۹۴ ج ۳)

یاقوت حموی نے ''معجم البلدان'' میں لکھا ہے کہ: ''ماوراء النہر'' سے مراد خراسان میں جیحون نہر کے بعد کا علاقہ ہے۔ مشرقی جانب کے علاقہ کو ''بلاد الھیاطلہ'' کہتے ہیں۔ اسلامی دور میں اس کا نام ''ماوراء النہر'' رکھا گیا۔ (معجم البلدان ص۴۵ ج ۵)

سیحون اوپر اور جیحون نیچے ہیں، دونوں کے درمیان کا علاقہ ماوراء النہر ہے۔ قدیم نقشہ سے یہ ظاہر ہے۔

صاحب ہدایہ کے ہم وطن بادشاہ بابر نے صاحب ہدایہ کے گاؤں کا نام ''رشدان'' بتایا ہے جو مرغینان کے تحصیل میں تھا۔ صاحب مفتاح السعادہ نے بھی مرغینانی کے بعد نسبت میں ''رشدانی'' بڑھایا ہے۔

تحصیل علم اور اساتذہ

تحصیل علم کے لئے صاحب ہدایہ نے فرغانہ' سمرقند' بخارا' نیشاپور' مرو' بلخ' حرمین شریفین' بغداد اور ہمدان کے اسفار کئے۔ اور اپنے دور کے ان اساطین امت سے علوم کی تحصیل کی تھی جو ہر فن میں مرجع خلائق تھے، جن کے اسماء کی ایک طویل فہرست ہے۔ بقول حافظ عبدالقادر قرشی صاحب جواہر مضیہ کہ صاحب ہدایہ نے مشیخہ میں اپنے شیوخ اور ان کی مرویات کو جمع کیا ہے۔ چند خاص اساتذہ کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱:.......امام بہاء الدین علی بن محمد بن اسماعیل (م ۵۳۵ھ)۔ یہ آپ کے والد گرامی ہیں۔ ان سے فقہ اور اصول فقہ کی تعلیم حاصل کی۔

نوٹ:.......حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم نے تحریر فرمایا ہے کہ:

''شیخ الاسلام برہان الدین مرغینانی کے والد محترم کا انتقال ان کے بچپن ہی میں ہو گیا تھا، اس لئے ان کی ابتدائی تعلیم و تربیت ان کے نانا کے یہاں ہوئی۔ جبکہ دوسرے مؤرخین آپ کے والد محترم کو بھی اساتذہ میں لکھا ہے، اور آپ کے والد کی تاریخ وفات سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔

۲:.......مفتی الثقلین نجم الدین ابوحفص عمرو بن محمد بن احمد بن اسماعیل بن لقمان نسفی، حنفی، سمرقندی (م ۵۳۷ھ ۱۱۴۲ء)۔ آپ ''مفتی الثقلین'' سے مشہور تھے، اس لئے کہ انسانوں کی طرح جنات کو بھی علم سکھاتے تھے۔ نسف میں: ۴۶۱ یا ۴۶۲ھ میں پیدا ہوئے۔

آپ کے اساتذہ یہ ہیں: ابو محمد اسماعیل بن محمد تنوجی نسفی، ابوالیسر محمد بن محمد الحسین بزدوی، ابو علی حسن بن عبدالملک نسفی۔

منقول ہے کہ مکہ مکرمہ میں علامہ جاراللہ زمخشری کے یہاں گئے، دروازہ کھٹکھٹایا تو زمخشری نے پوچھا کون؟ فرمایا: عمر! زمخشری نے فرمایا: ''انصرف'' چلے جاؤ! شیخ عمر نے جواب دیا: ''یا سیدی عمر لا ینصرف'' جاراللہ نے کہا: ''اذا نُکِّر صُرِفَ''۔

شیخ کے اساتذہ کی تعداد بہت ہے، اس پر ایک کتاب تیار کی، جس کا نام رکھا ''تعداد شیوخ عمر''۔

آپ کے تلامذہ میں عمر بن محمد بن عمر عقیلی، صاحبزادہ ابواللیث احمد بن عمر بن مجد نسفی شہید، ابوبکر احمد بلخی اور صاحب ہدایہ وغیرہ ہیں۔

آپ امام نسفی کے نام سے مشہور ہیں۔صاحب ہدایہ نے ''مشیخہ'' کو انہی کے ذکر سے شروع کیا ہے،ان کے بعد ان کے بیٹے کا تذکرہ کیا۔فرماتے ہیں کہ:

''میں نے شیخ نجم الدین عمر سے سنا،فرمارہے تھے کہ: میں حدیث پانچ سو پچاس مشائخ سے روایت کرتا ہوں۔میں نے ان کے سامنے ان کی بعض تصنیفات کو سنا۔خصاف کی ''کتاب المسندات'' بھی سنی، جو شیخ امام ظہیر الدین محمد بن عثمان نے پڑھی تھی۔

سمعانی نے فرمایا کہ: فقیہ فاضل تھے، مذہب اور ادب کے جاننے والے تھے،فقہ اور حدیث میں بہت سی کتابیں لکھیں ''جامع صغیر'' کو نظم کیا'' اھ۔ان کی یہ نظم فقہ میں پہلی منظوم کتاب سمجھی جاتی ہے۔ان کی تصنیفات سو کے قریب ہیں۔

ابن نجار نے ان کی بڑی تعریف کی ہے،فرمایا کہ: فقیہ' فاضل' مفسر' محدث' ادیب' مفتی تھے۔تفسیر' حدیث اور شروط میں کئی کتابیں لکھیں۔

سمعانی نے ان کی کتابوں میں خطأ اور تغییر اور سقوط کی شکایت بھی کی ہے،لیکن یہ بھی لکھا ہے کہ جمع وتصنیف میں معروف ومشہور تھے اور تصنیفات بھی بہت ہیں۔

آپ کی تصنیفات یہ ہیں:

(۱)......''الاشعار بالمختار من الاشعار'' بیس جلدوں میں ہیں۔

(۲)......''کتاب المشارع''۔

(۳)......''کتاب القند فی علماء سمرقند''۔

(۴)......''طلبۃ الطلبہ'' ہمارے اصحاب کی کتابوں میں آئے ہوئے الفاظ کی شرح ہیں،

(۵)......''کتاب المواقیت''۔

عقائد کے موضوع پر ایک مختصر کتاب لکھی،علامہ تفتازانی (م۷۹۲ھ) نے اس کی شرح

لکھی جو شرح عقائد کے نام سے مشہور ہے۔لیکن ''فوائد بہیہ'' میں اس کو محمد بن محمد نسفی (م ۶۸۷ یا ۶۸۶ھ) کی تصنیف بتایا ہے، اس لئے کہ عقائد نسفیہ کے شارح علامہ تفتازانی نے شرح میں ماتن کا نام عمر نجم الدین ہی بتایا ہے۔

۳:......ابو محمد حسام الدین عمر بن عبدالعزیز بن عمر بن مازہ (م ۵۳۶ھ ۱۱۴۱ء) صدر الشہید کے لقب سے مشہور ہیں۔سمرقند میں شہید کئے گئے اور بخاری میں مدفون ہوئے۔ولادت ۴۸۳ھ میں ہوئی۔آپ کے والد برہان الدین شیخ عبدالعزیز بن عمر ہیں' جو بڑے عالم تھے، صدر الماضی سے مشہور تھے۔اسی لئے شیخ عمر کو الامام ابن الامام اور البحر ابن البحر کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔اپنے والد سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔شاگردوں میں صاحب محیط اور علامہ ابو محمد عمر بن محمد بن عمر عقیلی بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

تصنیفات میں:......''جامع صغیر'' کی مطول شرح اور ''فتاوی صغری و کبری'' ہیں۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں: میں نے ان سے علم نظر و فقہ اور ان کے عمدہ نکتوں کو حاصل کیا، میری بہت عزت کرتے تھے، مجھ کو خاص اسباق میں خاص شاگردوں میں بٹھاتے تھے، لیکن مجھ کو ان سے اجازت حاصل کرنے کا اتفاق نہیں ہوا، البتہ ان کے کئی شاگردوں سے ان کی روایتیں مجھے ملی ہیں۔رحمہ اللہ۔

۴:......ابو عمرو عثمان بن علی بن محمد بن علی البیکندی' البخاری (م ۵۵۲ھ ۱۱۵۷ء): فقہ حنفی کی معروف کتاب ''المبسوط'' کے مصنف شمس الائمہ محمد بن احمد بن ابی سہل ابی بکر السرخسی (م ۴۹۰ھ) کے شاگرد ہیں۔بخاری میں ۴۶۵ھ میں ولادت ہوئی اور وفات بھی وہیں ہوئی، اپنے ماموں اور استاذ محمد بن ابراہیم الخبری کے پاس مدفون ہوئے۔آپ کے والد ''بیکند''[۱]

[۱]......''بیکند'' بخاری سے ایک مرحلہ کی دوری پر تھا۔بہت سے علماء یہاں پیدا ہوئے۔بلاد ماوراء النہر

کے تھے۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ: میں نے ان سے ''بخاریؒ'' میں بہت کچھ سنا۔
شمس الائمہ سرخسی کی سند سے ایک مرفوع حدیث بھی ذکر کی ہے۔

سمعانی فرماتے ہیں کہ: فاضل امام' زاہد' پرہیزگار' پاک دامن' بڑے خیر اور عبادت والے' متواضع' نرم' قناعت پسند تھے۔ امام ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل سرخسی سے فقہ حاصل کیا، بلکہ ان کے آخری شاگرد سمجھے جاتے ہیں۔ ابوبکر محمد بن الحسین بخاری سے بھی سنا۔ یہ بکر خواہرزادہ سے مشہور تھے۔ اس شہرت کی وجہ یہ ہے کہ یہ قاضی ابوثابت محمد بن احمد بخاری کی بہن کے بیٹے تھے۔ یہ بکر خواہرزادہ بھی صاحب مبسوط ہیں۔ ان کی مبسوط کو ''مبسوط بکر خواہرزادہ'' کہتے ہیں۔ ان کا انتقال: ۴۸۳ھ میں ہوا۔

۵:......شیخ الاسلام ابوالحسن بہاء الدین علی بن محمد بن اسماعیل بن علی بن احمد بن محمد بن اسحٰق الاسبیجابی' سمرقندی (م ۵۳۵ھ ۱۱۴۰ء): آپ کی ولادت: ۴۵۴ھ میں ہوئی، اسبیجاب کے تھے' جو ترک کی سرحدوں میں سے ہے۔ ۱؎ سمرقند میں رہے اور وہاں کے مفتی و مرجع خلائق تھے۔ ان کے زمانہ میں پورے ماوراء النہر میں مذہب حنفی کا ان سے بڑا کوئی عالم نہیں تھا۔ طویل عمر پائی۔ خوب علم کی اشاعت فرمائی اور بہت سے شاگرد چھوڑے۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں: ''میں ایک مدت تک ان کے پاس آتا جاتا رہا۔ ان سے درس و تدریس کے علاوہ کافی کچھ حاصل کیا۔ ''زیادات'' کچھ ''مبسوط'' اور ''جامع'' سے ان کے فتاوی بھی حاصل کئے۔ موصوف نے مجھے فتاوی کی عام اجازت دی اور میرے لئے ایک تحریر لکھی' جس میں میری بہت تعریف کی، لیکن ان سے حدیث کی اجازت کا اتفاق نہیں

میں سے تھا۔

۱؎...... ''فوائد بہیہ'' (ص۱۲۴) میں ہے کہ یہ باء فارسیہ کے ساتھ یعنی ''اسپیجاب'' تاشقند اور سیرام کے درمیان ہے۔

ہوا، مگر میرے کئی اساتذہ نے ان کی حدیثیں مجھے سنائیں۔ صاحب ہدایہ نے اپنے استاذ نجم الدین ابوحفص بن محمد نسفی کے ذریعہ ان کی حدیث پوری سند کے ساتھ ذکر کی ہے۔

۶:......قوام الدین احمد بن عبدالرشید بن حسین بخاری: صاحب: ''الخلاصہ'' (م ۵۹۹ھ) کے والد تھے۔ اپنے والد سے علم حاصل کیا، اور ان سے ان کے بیٹے نے۔ انہوں نے ''جامع صغیر'' کی شرح لکھی۔ ان سے صاحب ہدایہ نے پوری سند سے جو آنحضرت ﷺ تک پہنچتی ہے' یہ حدیث روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''ما من شئی بُدِی یوم الاربعاء الا تمّ''۔

یعنی جو کام بھی بدھ کے دن شروع کیا جائے' پورا ہوتا ہے۔

۷:......ابوالمعالی قیس بن اسحٰق بن محمد بن میرک مرغینانی سمرقندی (م شوال ۵۲۷ھ): آپ سمرقند میں مقیم تھے' وہیں فقہ حنفی کی تعلیم حاصل کی۔ محمود بن عبداللہ جوزجانی سے سنا اور ان سے ابوحفص عمر بن محمد بن احمد نسفی نے روایت کیا۔ ابوسعید نے انساب میں ان کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ امیر' امام' فاضل تھے۔ سمرقند میں رہے' وہیں جامع مسجد میں انتقال ہوا، روزے سے تھے' افطار کے متعلق بات کی' اس کے بعد گر گئے' اٹھا کر گھر لائے گئے۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ: میرے اور ان کے درمیان رشتہ داری تھی، میں ان سے ملا تو یہ اشعار سنائے ؎

قل للأمير أدام ربی عزه وانا له من فضله مخزونه
انی جنيت ولم يزل نَبَلُ الوری يهبون للخدام ما يجنونه
من كان يرجو عفو من هو فوقه عن ذنوبه فليعف عمن دونه

امیر کے بارے میں یہ کہو: اے میرے رب! اس کی عزت بڑھائیے اور اپنے فضل

کے خزانہ سے اس کو عطا کیجئے۔

میں نے جرم کیا ہے اور گناہوں کو جمع کیا ہے اور شریف لوگ خدام کو ان کی چنی ہوئی چیزیں دے دیتے ہیں۔[۱]

جو اپنے اوپر والے سے اپنے گناہوں کی معافی کی امید رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ اپنے نیچے والوں کو معاف کر دے۔

کسی اور سے یہ شعر سنا ؎

ولقد جمعت من الذنوب فنونها فاجمع من العفو الكريم فنونه

تم نے طرح طرح کے گناہ جمع کئے' تو ہر طرح کی کریم معافی کو جمع کرو۔

۸:......منہاج الشریعہ محمد بن محمد بن الحسن: صاحب ہدایہ نے ان سے فقہ حاصل کی۔فرماتے ہیں کہ: ''میری آنکھوں نے آپ سے زیادہ باعزت' صاحب فضل کسی کو نہیں دیکھا، نہ کسی کو آپ سے زیادہ علم والا' نہ کسی کو آپ سے زیادہ کشادہ سینہ والا' نہ کسی کو آپ سے زیادہ برکت والا دیکھا۔ جو بھی آپ کا شاگرد بنا وہ ہمسروں پر فائق ہوا' اور یکتائے زمانہ بنا۔ میں نے شروع میں اور جوانی میں ان سے پڑھا اور برابر ان کے علمی سمندر سے استفادہ کرتا رہا حتی کہ: ۵۳۵ھ تک ان کے علم سے مستفید ہوتا رہا۔ ان سے میں نے بہت سی کتابوں پر تعلیقات لکھیں، مثلاً: جامع کبیر' جامع صغیر' زیادات۔ مجھے انہوں نے یہ اشعار سنائے ؎

عليك باقلال الزيادة انها تكون اذا دامت الى الهجر مسلكا

الم تر ان القطر يُسام دائبا ويسئل بالايدى اذا هو امسكا

زیارت کم کیا کرو' جب زیادہ ہو جاتی ہے تو جدائی کا سبب بنتی ہے۔

---

[۱]......شاید استخدام سے کام لیا ہو۔مولانا فضل الرحمٰن صاحب۔

کیا دیکھتے نہیں کہ بارش جو ہوتی رہتی ہے، تو اس سے اکتا جاتے ہیں اور رک جاتی ہے تو اس کے لئے ہاتھ پھیلائے جاتے ہیں (یعنی دعائیں کی جاتی ہیں)۔

۹:......سدید الدین ابو الرضا محمد بن محمود بن علی طرازی: بخاریٰ میں: ۴۹۹ھ میں پیدا ہوئے اور وہیں عبد العزیز بن عمر بن مازہ سے علم فقہ حاصل کیا۔ بکر بن محمد زرنجری [۱] وغیرہ سے حدیث سنی۔ فاضل محقق تھے۔ ۵۷۰ھ کے قریب انتقال ہوا۔ صاحب ہدایہ کو ''بخاری شریف'' کی اجازت انہیں سے حاصل ہے۔

۱۰:......ابو اللیث احمد بن ابی حفص عمر النسفی (م ۵۵۲ھ)۔ المجد سے مشہور تھے، سمرقند کے رہنے والے تھے۔ بسطام [۲] کے قریب شہید کئے گئے۔ آپ کی ولادت: ۵۰۷ھ میں ہوئی۔ محدثین اور ائمہ کی اولاد میں تھے۔ ان کے والد شیخ الاسلام ابو حفص نسفی بھی صاحب ہدایہ کے استاذ ہیں۔ صاحب ہدایہ نے انہی دونوں کے تذکرہ سے اپنے ''مشیخہ'' کو شروع کیا ہے اور فرمایا کہ: احمد بن عمر نے مجھ کو سمرقند میں اجازت دی۔ شیخ احمد فقیہ' فاضل تھے، بڑے خطیب تھے، اچھی خصلت والے' دوستوں سے میل جول رکھنے والے تھے۔ اپنے والد سے بہت سی حدیثیں سنی تھیں، لیکن والد کی طرح حدیث کے ساتھ اشتغال اور اعتناء نہیں تھا۔ ۵۵۱ھ میں حج کے لئے نکلے تھے' بخاریٰ پہنچے، بغداد میں دو مہینے قیام رہا، امیر المؤمنین مقتفی لامر اللہ اور سلطان محمد شاہ میں لڑائی چل رہی تھی، لوگ بہت پریشان تھے۔

---

[۱]......زرنجری: زاء اور راء کے فتحہ کے ساتھ اور نون کے جزم اور جیم کے فتحہ کے ساتھ، آخر میں راء ہے۔ ''زرنجر'' کی طرف نسبت ہے' جو بخاریٰ کا ایک گاؤں ہے، اس کو ''زرنگر'' بھی کہا گیا ہے۔

(الجواہر ص ۳۱۲ ج ۲)

[۲]...... بسطام: باء کے فتحہ کے ساتھ' فارس کا ایک شہر ہے، اور بسطام: باء کے کسرہ کے ساتھ کسی آدمی کا نام ہے، سمعانی نے ایسا ہی فرمایا ہے۔ لیکن ابن الاثیر نے دونوں کو کسرہ کے ساتھ مانا ہے۔

صفر:۵۲ھ میں بغداد سے وطن کی طرف جارہے تھے، بسطام سے آگے نکلے تو ڈاکوؤں نے قافلہ کولوٹا اور بہت سے علماء اور حجاز سے واپس جانے والوں کوشہید کردیا، انہی میں یہ مجد نسفی بھی تھے۔ بعض حجاج سے معلوم ہوا کہ ان کی شہادت پیر کے دن: ۲۷/ جمادی الاولی ۵۵۲/ کو ہوئی۔

۱۱:......ابوالفتح محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر بن عبداللہ بن محمد بن ابی توبہ الخطیب الکشمیہنی المروزی ۔[۱] صاحب ہدایہ کومرو میں: ۵۴۵ھ میں اجازت دی۔ ''صحیح بخاری'' کا اکثر حصہ ان پر پڑھا' اور بقیہ کی اجازت دی۔

صاحب ہدایہ نے ان کی سند اس طرح بیان کی ہے:

(۲)...... وقال اخبرنا به ابو الخير محمد بن موسى بن عبد الله الصفار المروزى المعروف بابى الخير ۴۷۱ھ۔

(۳)...... اخبرنا ابو الهيثم محمد بن ابى بكر بن محمد الكشميهنى ۳۸۸ھ۔

(۴)......قال اخبرنا ابو عبد الله محمد بن يوسف بن مطر الفربرى قرائة عليه ۳۱۰ھ، اخبرنا عبد الله محمد بن اسماعيل البخارى ۲۵۲ھ وكان اماما زاهدا، رحمه الله۔ اس طرح امام بخاری اور صاحب ہدایہ کے درمیان چار واسطے نظر آرہے ہیں۔

۱۲:......ضیاء الدین محمد بن الحسین بن ناصر بن عبدالعزیز البندیجی الیرسوخی ۔[۲] آپ کا لقب ضیاء الدین تھا۔ شیخ ضیاء الدین نے فقہ حاصل کیا امام علاء الدین ابوبکر محمد بن احمد

---

[۱]...... کشمیہنی: مرو کا ایک گاؤں تھا' جو بقول سمعانی ویران ہوگیا۔ قرشی نے میم کا کسرہ بتایا ہے، لیکن حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ نے مقدمۂ لامع (ص ۶۶) میں میم کا فتحہ لکھا ہے اور ''کشماهنی'' بھی لکھا ہے۔

[۲]...... ''بندیج'' اور ''یرسوخ'' فرغانہ کے شہر کا نام ہے۔

سمرقندی صاحب تحفۃ الفقہاء سے جو علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی کے شیخ اور خسر ہیں، اور یہ علامہ کاسانی ''بدائع'' کے مصنف ہیں۔ اور نیز فقہ حاصل کیا مجد الائمہ ابوبکر محمد بن عبداللہ بن فاعل السرخکتی سے۔[۱]

صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ: شیخ ضیاء الدین نے مجھے مرو میں: ۵۴۵ھ میں اپنی تمام مسموعات کی مشافہتہ اجازت دی اور اپنے ہاتھ سے لکھ بھی دیا۔ ان کی مسموعات میں ''صحیح مسلم'' بھی ہے۔ شیخ ضیاء کی سند یہ ہے:

عن محمد بن الفضل الفراوی بنیسابور : ۵۲۵ھ ، عن ابی الحسن عبد الله الخافر الفارسی :۴۴۸ھ، عن الجلودی: ۳٦۵ھ عن ابراهیم بن محمد بن سفیان الفقیه عن مسلم رحمه الله۔

صاحب ہدایہ اور امام مسلم رحمہما اللہ کے درمیان پانچ واسطے ہوئے۔[۲] صاحب ہدایہ نے ان سے فقہ بھی پڑھا۔

۱۳:......محمد بن الحسن بن مسعود بن الحسن۔ آپ کے والد ''ابن الوزیر'' سے مشہور تھے۔[۳]

صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ:

مرو میں مجھے اپنی تمام مسموعات اور مستجازات کی بالمشافہہ اجازت دی اور اپنے ہاتھ سے لکھ بھی دیا، انہی میں امام طحاوی کی ''شرح معانی الآثار'' بھی ہے۔ سند ان کی یہ ہے:

ان کو امام ابوالفتح اسماعیل بن الفضل بن احمد بن الاجند نے خبر دی' جو سراج سے معروف تھے، ان کو ابوالفتح منصور بن الحسین بن علی بن القاسم نے، ان کو ابوبکر محمد بن ابراہیم

---

[۱]......سرخکت: کی طرف نسبت ہے جو سمرقند میں ایک گاؤں ہے۔

[۲]......''فوائد بہیہ'' میں ابراہیم کا نام ساقط ہوگیا ہے۔

[۳]......خوارزمی کہلاتے تھے۔

بن عاصم نوبی حافظ نے ان کو مصنف نے۔

اس طرح صاحب ہدایہ اور امام طحاوی کے درمیان چار واسطے ہوئے۔

۱۴:......شیخ الاسلام ضیاء الدین ابو محمد صاعد بن اسعد بن اسحٰق بن محمد بن میرک المرغینانی۔

ان سے مرغینان میں ''ترمذی شریف'' پڑھی۔صاحب ہدایہ اور امام ترمذی کے درمیان پانچ واسطے ہیں۔صاحب ہدایہ نے ان کا تذکرہ کیا ہے اور ان کی ایک حدیث بھی سند کے ساتھ ذکر کی ہے اور فرمایا کہ: امام ضیاء الدین نے ذکر کیا ہے کہ میں نے اس کو ان پر پڑھا بھی اور ان کے خط سے لکھا بھی کہ ان کے والد امام ابوالحجاج اسعد بن اسحاق نے اپنے لئے یہ شعر کہا۔

اذا ضاق بی ذرعُ الکِرامِ ولم اجِدْ　　　تحوّلتُ عن تلک الدارِ واھلِھا

جب میرے ساتھ شریف لوگوں کا ہاتھ تنگ ہو جائے اور میں ان سے محروم ہو جاؤں تو اس شہر اور وہاں کے لوگوں سے منتقل ہو جاتا ہوں۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ مجھے کسی شاعر کا یہ شعر زیادہ پسند ہے۔

اذا کنتَ فی دارٍ یُھِینُک اھلُھا　　　ولم تکُ مقبولا بھا فتحوّلِ

جب تم ایسی جگہ رہو جہاں کے لوگ تم کو ذلیل کرتے ہوں اور تم وہاں مقبول نہ ہو تو وہاں سے ہٹ جاؤ۔

۱۵:......شیخ عثمان بن ابراہیم بن علی بن نصر بن اسماعیل الخواقندی۔[۱] فرغانہ کے مشائخ میں آپ کا شمار تھا۔الاستاذ کہلاتے تھے۔بخاریٰ میں برہان الدین الائمہ عبدالعزیز عمر سے علم فقہ حاصل کیا۔صاحب ہدایہ نے ان سے کچھ مسائل پڑھے، زبانی ان کو اجازت دی۔

---

[۱]......خواقند: خاء کے ضمہ کے ساتھ، فرغانہ کا ایک گاؤں ہے۔

۱۶:......ابوالبرکات صفی الدین عبداللہ بن محمد بن الفضل بن احمد بن محمد الصاعدی الفراوی۔ پاک دامن، فاضل تھے، علم وزہداور صلاح کے گھرانے سے تھے، علم وصلاح میں نشو ونما پائی۔صاحب ہدایہ کو ان سے نیشاپور میں بالمشافہہ اجازت مطلقہ ملی ہے۔صاحب ہدایہ نے ایک حدیث بھی ان سے ابو مالک الاشجعی عن ابیہ نقل کی ہے:

انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول : من وحّد اللہ و کفر بما یُعبد من دونہ حرّم مالہ و دمہ وحسابہ علی اللہ۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ: ہم نے ابوالبرکات سے نیشاپور میں جو کچھ پڑھا اس میں یہ اشعار بھی تھے، ہم کو ابولبرکات نے، ان کو ابوعبدالرحمٰن سلمی نے سنایا، ان کو حسین بن احمد بن موسی نے، ان کو صولی نے، ان کو ترمذی نے کسی اور کا شعر سنایا۔

انا علی الدنیا ولذّاتِھا نَدورُ والموتُ علینا یدورُ
نحنُ بنو الارضِ وسُکّانُھا منھا خُلِقنا والیھا نحورُ

ہم دنیا اور اس کی لذتوں پر گھومتے ہیں، اور موت ہم پر گھومتی ہے۔

ہم زمین سے بنے اور اس پر رہتے ہیں، اسی سے پیدا ہوئے اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

۱۷:......قاضی امام عمر بن حبیب بن علی ابوحفص زندرامسی (یا ''زندرامشی'')۔ یہ بزرگ صاحب ہدایہ کے نانا تھے۔ مرغینان میں عہدۂ قضا پر فائز تھے۔شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سے تھے۔فقہ، علم کلام، فتوی اور قضا میں یدطولی رکھتے تھے۔قاضی امام احمد بن عبدالعزیز زوزنی سے اسرار کے مسائل سیکھے، ان کے بڑے شاگردوں میں تھے، ان کے انتقال کے بعد امام زاہد شمس الائمہ محمد سرخسی سے فقہ کو حاصل کیا۔صاحب ہدایہ فرماتے

ہیں کہ: فقہ وخلاف میں علماء متبحرین میں سے تھے، دقیق فتاوی اور قضاء میں بھی صاحب نظر تھے، ان کی ایک خاص اور اہم فضیلت یہ ہے کہ تعلیم میں ان کو امام کبیر برہان ائمہ عبدالعزیز بن عمر بن مازہ کی شرکت نصیب ہوئی، میں نے ان سے اختلاف کے مسائل معلوم کئے اور کچھ اشعار۔ بچپن میں مجھے ایک حدیث سنائی تھی جو میں نے یاد کر لی تھی اب تک بھولا نہیں، نانا جان نے اس کو امام قاضی ناطقی سے لیا جو محدث تھے، انہوں نے اپنی سند سے بیان کیا:

ان النبی صلی الله علیه وسلم قال : من مشی الی علم خطوتین وجلس عنده ساعتین وسمع منه کلمتین وجبت له جنتان عمل بهما أو لم یعمل۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے یہاں کسی حدیث کو روایت کرنے کی شرط یہ ہے کہ سننے کے وقت سے روایت کرنے تک راوی اس کو بھولا نہ ہو۔ اس اصول کے مطابق یہ حدیث میں روایت کرسکتا ہوں، (کیونکہ اس وقت سے اب تک میں اس کو بھولا نہیں ہوں) نانا نے مجھے یہ شعر بھی سنائے تھے ؎

تعلَّمْ یا بُنَیَّ العلمَ وافْقَهْ وکُن فی الفقهِ ذا جهدٍ ورأی

ولا تکُ مثلَ حِبالٍ تراه علی مَرّ الزمانِ الی وراء

اے بچے! علم حاصل کر اور فقیہ بن، اور فقہ میں رائے اور محنت والے بنو۔

اور رسی کی طرح نہ بنو کہ کچھ زمانہ کے بعد الٹے پھرنے لگتی ہے۔

۱۸:......ابوالمعالی ظہیر الدین زیاد بن الیاس ۔آپ امام ابوالحسن علی بن محمد بزدوی کے شاگرد ہیں۔ صاحب ہدایہ لکھتے ہیں کہ: میں اپنے نانا کے انتقال کے بعد ان کے پاس آنے جانے لگا۔ فقہ اور اختلاف کی کچھ چیزیں ان سے پڑھیں ۔موصوف بہت بڑے عالم' فاضل ہونے کے باوجود متواضع' سخی' با اخلاق اور اپنے شاگردوں کے ساتھ نرم اخلاق

والے تھے۔فرغانہ کے بڑے مشائخ میں سے تھے۔قاضی امام محمد بن فضل اصبہانی نے مرغینان میں استاذ ظہیرالدین کی مدح میں کچھ اشعار مجھ کو سنائے، پھر صاحب ہدایہ نے ان کو ذکر کیا ہے، پانچ اشعار ''الجواہرالمضیہ'' میں مذکور ہیں۔

۱۹:......الحکیم الامام الزاہد ابوبکر بن حاتم الرشدانی۔صاحب ہدایہ لکھتے ہیں کہ: آپ رشدان کے بچے ہوئے مشائخ میں سے تھے۔میں نے ان سے یہ اشعار سنے ؎

واذا الکریم اتیته بخدیعة ورأیته فیما تروم بخادع

فاعلم بانک لم تخادع جاهلا ان الکریم بنفسه لمخادع

کسی کریم کے ساتھ تم جب مکروفریب کرو اور ایسا سمجھو کہ اس کو نقصان میں ڈالدیا۔

تو جان لو کہ تم نے کسی جاہل کو دھوکہ نہیں دیا بلکہ شریف انسان خود نقصان میں آجاتا ہے۔

۲۰:......الامام الزاہد الخطیب ابوبکر بن زیاد المرغینانی۔مرغینان میں ایک مدت تک خطیب رہے۔برسوں جمعہ کی امامت کی خدمت بھی انجام دی۔بڑے عبادت گذار تھے۔صاحب ہدایہ لکھتے ہیں کہ: ان سے میں نے مرغینان میں یہ اشعار سنے ؎

یا کامل الآداب منفرِدَ العُلا بالمکرمات و یا کثیرَ الحاسد

شَخَصَ الانامُ الی جمالِک فاستعِذ من شرّ اعینِهم بعینٍ واحد

اے وہ شخص جو آداب میں کامل ہے اور شرافتوں کی وجہ سے بلندی میں یکتا ہے اور بہت سے لوگ تم سے حسد کرنے والے ہیں۔

لوگوں نے تمہارے جمال کی طرف نگاہیں اٹھا رکھی ہیں، تم لوگوں کی آنکھوں کی برائی سے حفاظت طلب کرو ایک ذات سے (یعنی اللہ تعالی کی ذات سے)۔

۲۱:......صدرالسعید تاج الدین احمد بن عبدالعزیز بن عمر بن مازہ۔آپ کے بھائی عمر کو

الصدر الشہید کہتے تھے۔ آپ کے والد، برہان الدین الائمہ اور برہان الدین الکبیر سے ملقب تھے، ان کو الصدر الماضی بھی کہتے تھے۔ احمد بن عبدالعزیز نے اپنے والد اور شمس الائمہ بکر بن محمد زرنجری [۱] سے علم فقہ حاصل کیا، ان دونوں نے شمس الائمہ سرخسی سے، انہوں نے حلوانی سے، انہوں نے ابوعلی نسفی سے، انہوں نے محمد بن فضل سے، انہوں نے سبذمونی [۲] سے، انہوں نے ابوحفص صغیر سے، انہوں نے اپنے والد ابوحفص کبیر سے، انہوں نے امام محمد سے (رحمہم اللہ تعالیٰ)۔

شیخ احمد سے ان کے بیٹے صاحب الذخیرہ اور صاحب ہدایہ نے علم حاصل کیا۔ اس طرح صاحب ہدایہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے درمیان نو واسطے ہوئے۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ: موصوف نے مجھے ''بخاریٰ'' میں اپنی مسموعات اور مستجازات کی روبرو اجازت دی اور اپنے دست خاص سے لکھ کر بھی اجازت کا شرف بخشا۔

۲۲:...... ابوالمحاسن ظہیر الدین الحسن بن علی بن عبدالعزیز المرغینانی۔ آپ کے اساتذہ میں یہ حضرات تھے: برہان الدین کبیر عبدالعزیز بن عمر بن مازہ، شمس الائمہ محمد اوزجندی، مسعود بن الحسن الکشانی الخطیب زکی الدین (یا) رکن الدین۔[۳] ان لوگوں نے شمس الائمہ سرخسی سے، انہوں نے حلوانی سے علم حاصل کیا۔ آپ کے شاگردوں میں آپ کے بھانجے صاحب خلاصہ افتخار الدین طاہر، صاحب فتاویٰ ظہیریہ ظہیر الدین محمد بن احمد اور فخر الدین

---

[۱]...... زَرَنْجَرْ: بخاریٰ کا ایک گاؤں ہے۔

[۲]...... ان کا نام عبداللہ تھا۔ سبذمون: سین کے ضمہ اور فتحہ کے ساتھ، بخاریٰ کا ایک گاؤں ہے۔

[۳]...... جواہر مضیہ میں ان کا لقب ''رکن الدین'' لکھا ہے، جبکہ ''فوائد بہیہ'' میں ''زکی الدین'' لکھا ہے، ہم نے دونوں کو جمع کر دیا۔ اور حسن مرغینانی کے تذکرہ میں کچھ کتابت کی غلطی ہے، جس پر محشی فوائد بہیہ نے تنبیہ کی ہے، جواہر سے بھی تصحیح ظاہر ہے۔ مولانا فضل الرحمٰن اعظمی مدظلہ۔

حسن بن منصور اوزجندی ہیں۔آپ فقیہ' محدث تھے، املاء وتصنیف کے ذریعہ علم کی نشرو اشاعت کی، کتاب القضیہ' شروط' فتاوی' فوائدوغیرہ آپ کی تصنیفات ہیں۔صاحب ہدایہ نے ان سے ''ترمذی شریف'' کی روایت کی ہے۔انہوں نے برہان الائمہ عبدالعزیز بن عمر سے، انہوں نے علی بن احمد بن محمد خزاعی سے، انہوں نے ابوسعید شاشی ہیثم بن کلیب سے، انہوں نے ترمذی سے ۔ ہر ایک نے دوسرے سے سنا۔اس طرح صاحب ہدایہ اور امام ترمذی کے درمیان پانچ واسطے ہوئے۔صاحب ہدایہ نے شیخ صاعد مرغینانی سے بھی اسی سند سے ''ترمذی'' پڑھی۔

۲۳:......قاضی سعید بن یوسف الحنفی' بلخی۔بلخ میں رہتے تھے۔بخاریٰ میں عبدالعزیز بن عمر قاضی سے حدیث سنی، ایسے ہی ابوبکر بن محمد بن منصور نسفی، امام ابومعین میمون بن محمد مکحول نسفی اور قاضی بکر بن محمد بن علی بن فضل زرنجری سے بھی ۔موصوف سے صاحب ہدایہ کو مطلق اجازت حاصل تھی۔ان کی سند سے یہ حدیث ذکر کی ہے:

''من ستر علی مسلم عورة ستر الله علیه فی الدنیا والاخرة ، ومن یسر علی مسلم یسر الله علیه فی الدنیا والآخرة ، والله فی عون العبد ما کان فی عون اخیه ، ومن ابطأ به عمله لم یسرع به نسبه ، ومن نفّس عن مسلم کربة نفّس الله عنه کرب یوم القیامة ، ومن اقال مسلما عشرته اقال الله عشرته یوم القیامة''۔

آپ نے صاحب ہدایہ کو حدیث کی عام اجازت دی۔

۲۴:......عبداللہ بن ابی الفتح الخانقاہی مرغینانی۔صاحب ہدایہ نے ان سے روایت ذکر کی ہے اور فرمایا ہے کہ: موصوف شیخ 'امام' زاہد' واعظ' عابد تھے۔اللہ تعالی کی طرف ہر وقت متوجہ رہتے تھے۔کھلی کرامتوں والے تھے۔زندگی لمبی پائی، سو سے متجاوز ہوئے۔میں نے

مرغینان میں ان کو یہ اشعار پڑھتے سنا: ؎

جعلت هدِيّتي منى سواكا ولم اوثِر به احداً سواكا

بعثت اليک عوداً من أراک رجاء ان اعودَ وأن أراكا

میں نے اپنی طرف سے ایک مسواک کا ہدیہ پیش کیا ہے، اور آپ کے سوا کسی کو اس پر ترجیح نہیں دی ہے۔

میں نے آپ کے پاس پیلو کی ایک لکڑی پیش کی ہے، اس امید پر کہ کبھی لوٹوں گا اور آپ کی زیارت کروں گا۔

۲۵:......ابوحفص شیخ الاسلام صفی الدین عبدالمؤمن بن یوسف کجواردی، بلخی (م ۵۵۹ھ)۔ صاحب ہدایہ کی: ۵۴۴ھ میں سفر حج کو جاتے ہوئے ان سے ملاقات ہوئی۔ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، پھر ہمدان تک ساتھ رہے۔ صاحب ہدایہ نے ان سے حدیثیں پڑھیں اور مسائل میں مناظرہ کیا، فرماتے ہیں کہ: شیخ زاہد صفی الدین نے اجازت کے لئے شیخ امام نجم الدین عمر بن محمد نسفی کی یہ نظم ہم کو سنائی ؎

اجزت لهم رواية مستجازى ومسموعى و مجموعى بشرطه

فلا يدعوا دعائى بعد موتى وكاتبه ابو حفص بخطه

۲۶:......ابوشجاع ضیاء الاسلام عمر بن محمد بن عبداللہ البسطامی۔ بلخ کے بڑے مشائخ میں سے تھے۔ صاحب ہدایہ کو اپنی تمام مسموعات اور مستجازات کی عام اجازت لکھ کر ارسال فرمائی۔ مختلف علوم میں مہارت رکھتے تھے۔ عالی سندوں کے مالک تھے۔ فقیہ، حافظ، محدث، مفسر، ادیب، شاعر، کاتب، بہترین اخلاق والے تھے۔ صاحب ہدایہ نے ان سے مرو، بلخ، ہراۃ، بخاریٰ اور سمرقند میں سنا۔ آپ کی ولادت: ۴۷۵ھ میں ہوئی۔

۲۷:......الامام الزاہد فضل اللہ بن عمر ابو الفضل الاسفورقانی ۔ صاحب ہدایہ کو اپنی تمام مسموعات اور مستجازات کی عام اجازت عنایت فرمائی اور اپنے ہاتھ سے لکھ کر دی۔

۲۸:......الامام الخطیب الزاہد محمد بن عبد اللہ الجادکی۔ رشدان تشریف لائے تھے، صاحب ہدایہ کو حدیث کی اجازت دی۔ صاحب ہدایہ نے یہ حدیث ان کی سند سے ذکر کی ہے:

''من قال بعد ان یصلی الجمعة ''سبحان الله العظیم وبحمده'' مائة مرة غفر الله له مائة ذنب ولوادیه اربعة و عشرین الفا''۔

۲۹:......الامام الزاہد محمد بن ابی بکر بن عبد اللہ ابو طاہر الخطیب البوسنجی۔ صاحب ہدایہ کو ان کی تمام مرویات کی اجازت حاصل ہے۔ مرو میں ملاقات کے وقت بالمشافہہ اور اپنے ہاتھ سے لکھ کر بھی عنایت فرمائی۔ مفسر علی واحدی کی ''کتاب التفسیر الوسیط'' بھی انہی میں سے ہے، وہ اس کو ابو الفضل محمد بن احمد ماہانی سے نقل کرتے ہیں۔ صاحب ہدایہ نے ان سے ایک حدیث سند کے ساتھ نقل کی ہے، جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا مروی ہے:

ان لله ملکا ینادی کل صلوة یا بنی اٰدم! قوموا الی نیرانکم التی اوقدتموها علی انفسکم فاطفوها بالصلوة۔

یعنی اللہ تعالی کا ایک فرشتہ ہر نماز کے وقت اعلان کرتا ہے کہ اے انسانو! اس آگ کی طرف اٹھو جو تم نے اپنے اوپر جلا رکھی ہے، اس کو نماز کے ذریعہ بجھاؤ۔

۳۰:......شیخ الاسلام نصیر الدین محمد بن سلیمان ابو عبد اللہ الاوشی۔ [۱] آپ بڑے زاہد تھے۔ انہوں نے بھی صاحب ہدایہ کو اپنی مسموعات کی اجازت لکھ کر بھیجی تھی۔

۳۱:......الزاہد العلی محمد بن عبد الرحمٰن بن احمد ابو عبد اللہ البخاری (م ۵۴۶ھ)۔ آپ نے بھی

[۱]......اوش فرغانہ کا ایک شہر ہے۔

صاحب ہدایہ کو اپنی تمام مسموعات، مستجازات اور تصنیفات کی اجازت دی اور لکھ کر بھی عنایت فرمائی۔ سمعانی نے فرمایا کہ: موصوف فقیہ، فاضل، مفتی، مذاکر، اصولی، متکلم تھے۔ ان کے متعلق کہا گیا کہ آخری عمر میں تفسیر میں ایک کتاب ہزار جز سے زیادہ املاء کرائی۔ ۵۴۶ھ میں بخاریٰ میں وفات پائی۔

۳۲:......محمد بن عمر بن عبدالملک بن عبدالعزیز الصفار (و: صفر ۴۶۷ھ۔ م: رمضان ۵۵۴) آپ بخاریٰ کے تھے۔ سمعانی فرماتے ہیں کہ: موصوف فقیہ، اچھی سیرت اور اچھے معاملہ والے تھے۔ بکر بن محمد بن علی زرنجری ابوالفضل تلمیذ حلوانی، قاضی ابوالحسن بن عبدالملک نسفی سے سنا۔ شیخ بکر بن محمد کے لئے املاء بھی کراتے تھے۔

طحاوی کی ''شرح معانی الاثار'' قاضی امام ابوبکر محمد بن علی بن الفضل زرنجری سے ۵۰۱ھ میں سنی، انہوں نے استاذ شیخ الائمہ ابومحمد عبدالعزیز بن حلوانی سے، انہوں نے نوحی بریدی سے، انہوں نے امام طحاوی سے۔ (رحمہم اللہ تعالی) اس طرح صاحب ہدایہ اور امام طحاوی کے درمیان پانچ واسطے ہوئے۔ (انتہی تذکرۂ اساتذہ)

درس وتدریس اور تلامذہ

باب افادہ ودرس بہت وسیع تھا۔ آپ سے علماء وفضلاء کے ایک انبوہ کثیر نے استفادہ اور استفاضہ کیا، جو بعد میں جا کر تدریس وافتاء کی زینت بنے، اور جبال علم وعمل سے مشہور ہوئے۔ جن میں چند اعلام واعیان کے نام یہ ہیں:

(۱)......عمادالدین بن علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل الفرغانی، المرغینانی۔

(۲)......عمر بن علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل الفرغانی، المرغینانی۔

(۳)......محمد بن علی ابی بکر بن عبدالجلیل الفرغانی، المرغینانی۔ (یہ تینوں صاحب ہدایہ کے

صاجزادے ہیں)۔

نوٹ:......حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب حقانی مدظلہ لکھتے ہیں کہ:

''صاحب ہدایہ کے صرف دو ہی صاجزادے تھے، محمد اور عمر جیسا کہ ''الجواہر المضیہ'' ۱/۳۸۴/ میں ہے۔ اور ۲/ ۹۹/ پر ہے کہ محمد کا لقب عماد الدین ہے، اھ۔

مولانا عبدالحئی صاحب سے سہو ہوا ہے کہ تیسرے صاجزادے کو ذکر کیا' جن کا نام ابو الفتح جلال الدین محمد بتایا۔ محمد تو انہی کا نام ہے جو عماد الدین کے لقب سے مشہور ہے''۔

(ہدایہ اور صاحب ہدایہ ص ۳۸)

(۴)......شمس الائمہ ابوالوجد محمد بن عبدالستار بن محمد العمادی' الکردی۔[۱] آپ نے سب سے پہلے ''ہدایہ'' کو صاحب ہدایہ سے پڑھا۔

(۵)......برہان الاسلام الزرنوجی۔ (صاحب ''تعليم المتعلم طريق التعلم'')

(۶)......حسین بن علی بن حجاج۔

(۷)......زین الدین عمر بن ابی بکر۔ (عم محمود بن ابی بكر عبد القادر ، والد سراج الدين عمر)

(۹)......محمد بن علی بن عثمان' القاضی سمرقندی۔ یہ مَرو کے قاضی محمد بن ابی بکر کے جد امجد ہیں۔ صاحب ہدایہ سے فقہ کے ماہر بنے۔ مفتی' حافظ روایت سے مشہور تھے۔

(۱۰)......مجد الدین محمد بن محمود بن حسین الاستروشینی۔[۲]

---

[۱]......کردر: جعفر کے وزن پر خوارزم میں ایک گاؤں ہے۔

[۲]......الاستروشنی : بضم الالف و سكون السين المهملة وضم الراء و سكون الواو و فتح الشين المعجمة وفی آخرها النون ، نسبة الى استروشنة ، بلدة كبيرة وراء سمرقند من جيحون۔ (الجواہر ص ۲۸۲ ج ۲)

(۱۱)......المحبر بن نصر ابو الفضائل الامام فخر الدین الدہستانی۔ صاحب ہدایہ سے علم فقہ حاصل کیا اور فقیہ ہوئے۔ ۶۰۵ھ میں انتقال ہوا۔

(۱۱)......جلال الدین محمود بن حسین برہان الدین الاستروشینی۔ ’’الفصول الاستروشنية‘‘ کے مصنف مفتی محمد کے والد ہیں۔

(۸)......عمر بن محمود بن محمد القاضی۔ صاحب جواہر مضیئہ نے قاضی عمر بن محمود بن محمد کے حالات میں بحوالہ صاحب ہدایہ لکھا ہے کہ: آپ فرماتے ہیں کہ: یہ میرے پاس رشدان سے تحصیل فقہ کے لئے آئے، اور ایک مدت تک میرے درسی وظائف کی پوری پابندی کرتے رہے۔ جب واپسی کا ارادہ کیا تو میرے پاس یہ اشعار لکھے ۔

ایا ذا الذی ذاق الانام جمیعها ۔۔۔ وحاز اسالیب العلی والمحامد

وانت عدیم المثل لا زالت باقیا ۔۔۔ وانت جمیع الناس فی ثوب واحد

وانت الذی علمتنی سور العلی ۔۔۔ وانت الذی ربَّیتنی مثل والد

ارید ارتحالا من ذراک ضرورة ۔۔۔ فهل منک اذن یا کبیر الاماجد

فان طال الباث الغریب ببلدة ۔۔۔ فلا بد یوما ان یکون بعائد

علامہ مرغینانی کے نامور شاگرد برہان الاسلام ذرنوجی نے اپنی کتاب ’’تعلیم المتعلم‘‘ کی فصل ثانی میں بیان کیا ہے کہ: میرے شیخ امام اجل صاحب ہدایہ نے مجھے یہ اشعار سنائے ۔

فساد کبیر علام متهتک ۔۔۔ واکبر منه جاهل متنسک

هما فتنة فی العلمین عظیمة ۔۔۔ لمن بهما فی دینه متمسک

سب سے پہلے ہدایہ صاحب ہدایہ سے شمس الائمہ الکردی نے پڑھی۔

بدائت سبق میں صاحب ہدایہ کا خاص طرز عمل

صاحب ہدایہ کے تلمیذ خاص برہان الاسلام ذرنوجی نے ''تعلیم المتعلم '' کی ''فصل هداية السبق ''میں لکھا ہے کہ: ہمارے استاذ (صاحب ہدایہ) کی خاص عادت تھی کہ آپ اسباق کی ابتدا بدھ کے روز کراتے تھے اور اس سلسلہ میں یہ حدیث روایت کرتے تھے:

'' ما من شئی بدی یوم الاربعاء الا تم ''۔یعنی ایسی کوئی چیز نہیں جو بدھ کے روز شروع کی جائے اور وہ پوری نہ ہو۔صاحب ہدایہ کا طرز عمل بھی یہی تھا۔

صاحب ہدایہ نے یہ حدیث شیخ قوام الدین احمد بن عبدالرشید بن حسین بخاری سے بسند متصل روایت کی ہے۔

''فوائد بہیہ'' میں ہے کہ بعض محدثین نے اس روایت کے متعلق کلام کیا ہے، چنانچہ شیخ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی نے ''المقاصد الحسنة فی الاحادیث المشتهرة علی الالسنة'' میں کہا ہے کہ: مجھے اس کی کوئی اصل نہیں ملی۔ نیز حدیث جابر'' یوم الاربعاء یوم نحس مستمر '' کے معارض ہے۔ملا علی قاری نے ''المصنوع فی معرفة الموضوع ''میں حدیث جابر کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ بدھ کا روز کفار کے حق میں نحس ہے۔جس کا مفہوم یہ نکلا کہ مؤمنین کے حق میں سعد ہے، پس دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں۔

مولانا عبدالحئ صاحب لکھنوی فرماتے ہیں کہ: میں نے حدیث اول کے لئے ایک اور اصل تلاش کی ہے، اور وہ امام بخاری نے ''ادب المفرد'' میں امام احمد و بزار نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ: آنحضرت ﷺ نے مسجد فتح میں پیر، منگل، بدھ تین دن میں دعا کی ہے اور بدھ کے روز ظہر وعصر کے درمیان دعا قبول ہوئی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: مجھے جب بھی کوئی امر مہم درپیش ہوا تو میں نے بدھ کے روز ظہر و عصر کے مابین دعا کی اور وہ مقبول ہوئی۔ علامہ سیوطی نے ''سهام الاصابه فـی الـدعـوات الـمستـجـابة'' میں کہا ہے کہ اس کی اسناد جید ہے۔ نورالدین علی بن محمد یمہودی نے ''وفـاء الـوفـاء بـاخبـار دار المصطفی'' میں اس حدیث کو مسند احمد کی طرف منسوب کرنے کے بعد کہا ہے کہ: اس کے راوی ثقہ ہیں۔ پس اس حدیث سے یہ نکلا کہ بدھ کے روز میں ایک مستجاب ساعت ہے، اس لئے علماء نے بدھ کے روز اسباق کی ابتدا کو بہتر خیال کیا ہے۔ علاوہ ازیں صحیح روایت سے ثابت ہے کہ اللہ تعالی نے بدھ کے روز نور کی تخلیق کی اور ظاہر ہے کہ علم سراسر نور ہے، فیـقـاس لتـمـامـه ببدايته اذيابى الله الا ان يتم نوره۔

اوصاف وکمالات اور حج بیت اللہ کی سعادت

علامہ مرغینانی اپنے زمانہ کے بلند پایہ عالم، بے نظیر فاضل، عالی مرتبت امام، فقیہ، حافظ، محدث، مفسر، لغوی، حاوی فروع واصول، ضابط فنون، متقن، محقق، مدقق، عابد، زاہد، اورع، بارع، اصولی، بے مثال ادیب اور قادر الکلام شاعر تھے۔ بالخصوص علوم نقلیہ اور ادب عربی میں یگانۂ روزگار اور آیت کردگار تھے۔ چشم فلک نے آپ جیسا با کمال نہیں دیکھا۔ علم خلاف (مذاہب اربعہ کی خلافیات) میں آپ ید طولی رکھتے تھے۔ معرفت مذہب میں ممدوح کو کامل دستگاہ اور مہارت تامہ حاصل تھی۔ آپ کی بزرگی، فضیلت اور تقدم کا آپ کے معاصرین نے اعتراف کیا ہے۔ مثلا امام فخر الدین رازی (م۶۰۶ھ) علامہ قاضی خان (م۵۹۲ھ) صاحب فتاوی ظہیریہ علامہ محمد بن احمد ظہیر الدین بخاری (۶۱۹ھ) صاحب محیط و ذخیرہ محمود بن احمد عبد العزیز، شیخ زین الدین ابونصر احمد بن محمد بن عمر عتابی

وغیرہ نے آپ کو اپنے دور کا بے مثال محقق' فقیہ اور اصولی تسلیم کیا ہے۔

۵۴۴ھ میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی اور سرور کائنات ﷺ کے روضۂ اقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اسی سفر میں آپ کے استاذ ابو حفص شیخ الاسلام صفی الدین عبدالمؤمن بن یوسف کجو اردی' بلخی (م ۵۵۹ھ) سے ملاقات ہوئی۔ مکہ مکرمہ' مدینہ منورہ' پھر ہمدان تک ساتھ رہے۔ صاحب ہدایہ نے ان سے حدیثیں پڑھیں اور مسائل میں مناظرہ کیا۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ: شیخ زاہد صفی الدین نے اجازت کے لئے شیخ امام نجم الدین عمر بن محمد نسفی کی یہ نظم ہم کو سنائی ؂

اجزت لهم رواية مستجازی ومسموعی و مجموعی بشرطه
فلا يدعوا دعائی بعد موتی وكاتبه ابو حفص بخطه

حدیث میں صاحب ہدایہ کا مقام

صاحب ہدایہ کے اساتذہ کے حالات دیکھنے سے پتہ چلتا ہے صاحب ہدایہ کا مقام حدیث میں بھی معمولی نہیں تھا' وہ اونچے پایہ کے محدث بھی تھے۔ انہوں نے محدثین کی ایک جماعت سے حدیث کی تعلیم لی، اور ان کی سند سے کئی حدیثوں کی روایت کی۔ ان کی سند بھی بہت عالی ہے۔ امام بخاری تک چار واسطے' اور امام مسلم تک پانچ واسطے' اور امام ترمذی تک پانچ واسطے' اور امام طحاوی تک چار واسطے ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ: "هو الشيخ الامام برهان الدين ابو الحسن علی بن ابی بكر بن عبد الجليل بن ابی بكر الرِشدانی ، كان اماماً عالماً مقدما فی ا لفنون ، تفقه علی........ (بياض سطر و نصف) وقد سمع الحديث علی جماعة " الخ۔ (مقدمه نصب الرايه للشيخ محمد عوامه حفظه الله ص۳۳۲)

طبقاتِ فقہاء اور صاحب ہدایہ کا درجہ

ابن کمال پاشا نے فقہاء کے سات طبقات بیان کئے ہیں:

(۱):...... مجتہدین مطلق: جنہوں نے شریعت میں اجتہاد کیا ہے، مثلاً ائمہ اربعہ اور وہ مجتہدین (جیسے سفیان ثوری، امام اوزاعی، اسحٰق بن راہویہ، ابن ابی لیلیٰ وغیرہ) جو ان کی روش پر چلے ہیں، جنہوں نے اصول فقہ کے قواعد کی بنیاد رکھی ہے، اور اصول وفروع میں کسی کی تقلید کئے بغیر ادلۂ اربعہ قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس سے فروعی احکام مستنبط کئے ہیں۔

(۲)......مجتہدین فی المذہب: جیسے امام ابو یوسف، امام محمد اور امام صاحب کے دوسرے تلامذہ، جو اپنے استاذ کے مقرر کردہ اصول وضوابط کی روشنی میں ادلۂ اربعہ سے احکام مستنبط کرنے پر پوری طرح قادر ہیں۔ ان حضرات نے اگرچہ بعض جزئیات میں اپنے استاذ کی مخالفت کی ہے مگر اصول میں وہ اپنے استاذ کی پیروی کرتے ہیں۔

(۳)......مجتہدین فی المسائل: جن جزئیات میں امام صاحب اور ان کے تلامذہ سے کوئی روایت منقول نہیں، یہ حضرات اپنے اجتہاد سے ان کے احکام بیان کرتے ہیں، مثلاً خصاف، طحاوی، کرخی، حلوانی، سرخسی، بزدوی، اور قاضی خان (رحمہم اللہ تعالیٰ) وغیرہ۔ یہ حضرات امام صاحب کی نہ اصول میں مخالفت کر سکتے ہیں اور نہ فروع میں، البتہ امام صاحب کے تجویز کردہ اصول وضوابط کو پیش نظر رکھ کر ان جزئیات کے احکام مستنبط کر سکتے ہیں، جن کے بارے میں امام صاحب سے کوئی قول مروی نہیں ہے۔

(۴)......اصحاب تخریج: یہ حضرات مقلد ہوتے ہیں، مثلاً جصاص رازی اور ان کے ہم رتبہ حضرات۔ ان حضرات میں اجتہاد کی صلاحیت مطلق نہیں ہوتی، مگر چونکہ یہ حضرات اصول کو اچھی طرح محفوظ کئے ہوئے ہیں اور ان اصول کے مأخذ سے بھی واقف ہوتے ہیں، اس

لئے صاحب مذہب سے یا ان کے کسی شاگرد سے منقول کسی ایسے قول کی جو مجمل اور ذو وجہین ہوتا ہے یا کسی ایسے حکم کی جس میں دو احتمال ہوتے ہیں' اپنی خداداد صلاحیت سے اور اپنے امام کے اصول پیش نظر رکھ کر اور نظائر و امثال پر قیاس کر کے تفصیل و تعیین کر سکتے ہیں۔ ہدایہ میں جو کہیں کہیں آتا ہے کہ: ''کذا فی تخریج الکرخی ''اور ''کذا فی تخریج الـــرازی ''اس کا یہی مطلب ہے، یعنی امام کرخی اور امام جصاص رازی نے ان مسائل کی تفصیل کی ہے۔

(۵)......اصحاب ترجیح: یہ حضرات بھی مقلد ہوتے ہیں ، ان میں بھی اجتہاد کی مطلق صلاحیت نہیں ہوتی ، جیسے قدوری' صاحب ہدایہ اور ان جیسے دوسرے حضرات ۔ ان فقہاء کا کام مختلف روایتوں میں سے کسی ایک روایت کو ترجیح دینا ہے، جس کے لئے عام طور پر یہ تعبیرات اختیار کی جاتی ہیں: ''هذا اولی ''(یہ بہتر ہے) ''هذا اصح روایة ''(یہ روایت زیادہ صحیح ہے) ''هــذا اوضــح ''(یہ دلائل کے اعتبار سے زیادہ واضح ہے) ''هــذا اوفــق لـلقیاس ''(یہ قیاس کے زیادہ ہم آہنگ ہے) ''هـذا ارفق للناس ''(اس میں لوگوں کے لئے زیادہ سہولت ہے)۔

(۶)......اصحاب تمیز: یہ حضرات بھی مقلد ہوتے ہیں، مگر اقوی' قوی اور ضعیف کے درمیان امتیاز کر سکتے ہیں۔ نیز ظاہر روایت' ظاہر مذہب اور روایت نادرہ کے درمیان فرق کر سکتے ہیں، مثلاً متون معتبرہ: کنز' مختار' وقایہ اور مجمع کے مصنفین ۔ ان حضرات کا کام یہ ہے کہ وہ اپنی کتابوں میں مردود اقوال اور ضعیف روایتیں نقل نہ کریں۔

(۷)......ساتواں طبقہ ان فقہاء کا ہے جو مقلد محض ہوتے ہیں اور جو مختلف اقوال میں تمیز بھی نہیں کر سکتے ، نہ کار آمد اور نکمے کے درمیان امتیاز کر سکتے ہیں، نہ دائیں' بائیں میں فرق

کر سکتے ہیں، بلکہ جو کچھ مل جاتا ہے سب اپنی کتابوں میں جمع کر لیتے ہیں۔ ان کا حال رات میں لکڑیاں چننے والے جیسا ہے اور ان لوگوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو ان کی تقلید کرتے ہیں۔

علماء نے علامہ کامل پاشا کی اس تقسیم میں دی گئی مثالوں میں مناقشہ اور اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ: صاحب ہدایہ اور قدوری کا درجہ گھٹا دیا ہے، یہ دونوں حضرات قاضی خان سے بلند رتبہ ہیں، ورنہ کم از کم برابر تو ضرور ہیں۔ (آپ فتوی کیسے دیں؟ ص ۲۱/۲۲/۲۳)

۵۴۴ھ میں تینتیس (۳۳) برس کی عمر میں حج بیت اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے روضۂ اقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

صاحب ہدایہ کے نصیحت آمیز اقوال وملفوظات

فرمایا:...... طالب علم کو چاہئے کہ تحصیل علم میں سستی اور سہل انگاری سے کام نہ لے، کیونکہ تکاسل اور تہاون علم کے حصول کے لئے سم قاتل ہے۔

فرمایا: ...... ایک معلم کے لئے از بس ضروری ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی ''کتاب الوصیت'' کو یاد کر کے حرز جان بنا لے۔ (یعنی اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرے) جو انہوں نے اپنے ایک نامور شاگرد یوسف بن خالد کے لئے لکھی تھی، جبکہ وہ فارغ التحصیل ہو کر اپنے گھر واپس جانے لگے۔

صاحب ہدایہ کے تلمیذ رشید علامہ برہان الاسلام الزنوجی نے اپنی کتاب ''تعلیم المتعلم و طریق التعلم'' میں لکھا ہے کہ: میں جب فراغت کے بعد دستار فضیلت باندھ کر اپنے وطن مالوف واپس جانے لگا تو میرے استاذ (صاحب ہدایہ) نے مجھ کو کتاب وصیت کے نقل کرنے کا حکم دیا، پس میں نے ذوق وشوق سے اسے اپنی کاپی میں لکھ لیا۔ پھر اسی

کتاب کے ''فصل وقت التحصیل'' میں رقمطراز ہیں کہ: میرے شیخ علامہ مرغینانی فرماتے تھے کہ: بہت سے علماء کرام مشائخ عظام کو میں نے پایا، مگران سے استفادہ اور استخراج نہ کر سکا، چنانچہ اس فروگذاشت پر نہایت حسرت اور افسوس کے ساتھ یہ شعر پڑھا کرتے تھے ۔

لهفى على فوت الليالى لهفى كله فات و يبقى يالهفى

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ: ہم نے اپنے استاذ ابوالبرکات الفراوی سے نیشاپور میں جو کچھ پڑھا اس میں یہ اشعار بھی تھے، ہم کو ابولبرکات نے، ان کو ابوعبدالرحمٰن سلمی نے سنایا، ان کو حسین بن احمد بن موسی نے، ان کو صولی نے، ان کو ترمذی نے کسی اور کا شعر سنایا ۔

انا على الدنيا ولذّاتِها نَدورُ والموتُ علينا يدورُ

نحنُ بنو الارضِ وسُكّانُها منها خُلِقنا واليها نحورُ

ہم دنیا اور اس کی لذتوں پر گھومتے ہیں، اور موت ہم پر گھومتی ہے۔

ہم زمین سے بنے اور اس پر رہتے ہیں، اسی سے پیدا ہوئے اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

نانا جان اور استاذ قاضی ابوحفص زندراسی نے بچپن میں مجھے ایک حدیث سنائی تھی، جو میں نے یاد کر لی تھی، اب تک بھولا نہیں۔ نانا جان نے اس کو امام قاضی ناطقی سے لیا جو محدث تھے، انھوں نے اپنی سند سے بیان کیا:

ان النبى صلى الله عليه وسلم قال : من مشى الى علم خطوتين ، وجلس عنده ساعتين ، وسمع منه كلمتين ، وجبت له جنتان عمل بهما او لم يعمل۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے یہاں کسی حدیث کو روایت کرنے کی شرط یہ ہے کہ سننے کے وقت سے روایت کرنے تک راوی اس کو بھولا نہ ہو، اس اصول کے مطابق یہ حدیث میں

روایت کرسکتا ہوں، (کیونکہ اس وقت سے اب تک میں اس کو بھولا نہیں ہوں)۔

نانا نے مجھے یہ شعر بھی سنائے تھے ؎

تعلَّمْ یا بُنَیَّ العلمَ وافْقَهْ وکُن فی الفقهِ ذا جهدٍ ورأی

ولا تکُ مثلَ حِبالٍ تراه علی مَرّ الزمانِ الی وراء

اے بچے! علم حاصل کراور فقیہ بن، اور فقہ میں رائے اور محنت والے بنو۔

اور رسی کی طرح نہ بنو کہ کچھ زمانہ کے بعد الٹے پھرنے لگتی ہے۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ: مجھے کسی شاعر کا یہ شعر زیادہ پسند ہے ؎

اذا کنتَ فی دارٍ یُهِینُک اهلُها ولم تکُ مقبولا بها فتحوّلِ

جب تم ایسی جگہ رہو جہاں کے لوگ تم کو ذلیل کرتے ہوں اور تم وہاں مقبول نہ ہوتو وہاں سے ہٹ جاؤ۔

تصانیف

صاحب ہدایہ کی تصانیف کی تعدا بہت زیادہ نہیں ہے، لیکن ان کی صرف ایک کتاب ''کفایۃ المنتهی ''، جس کی تلخیص ہدایہ کی صورت میں ہمارے پاس ہے کمیت اور کیفیت دونوں اعتبار سے بہت سی کتابوں پر بھاری ہے۔

(۱)......بدایۃ المبتدی ۔اس کتاب میں ''قدوری'' اور امام محمد کی ''جامع الصغیر'' کے مسائل کو جمع کیا اور ان میں بعض ضروری مسائل اور احکام کا اضافہ کیا۔ تبرک کے طور پر کتاب کے مضامین کی ترتیب وہی رکھی جو امام محمد رحمہ اللہ نے ''جامع الصغیر'' میں رکھی تھی۔ اس کتاب میں اپنے اس ارادہ کا اظہار کیا ہے کہ اگر اللہ تعالی کی توفیق شامل حال رہی تو اس کی شرح ''کفایۃ المنتهی '' کے نام سے کروں گا۔

(۲)...... كفاية المنتهى۔ ’’بداية المبتدی ‘‘ کے نام سے ایک جامع متن کی تصنیف کے بعد اپنے ارادہ اور وعدہ کے مطابق اس کی بسیط شرح لکھی، جسے ’’كفاية المنتهى ‘‘ کے نام سے موسوم کیا۔ تذکرہ نگاروں کا کہنا ہے کہ یہ کتاب اسی (۸۰) جلدوں یا اسی (۸۰) اجزاء پر مشتمل تھی، لیکن اس کا مسودہ زیادہ دیر اہل علم کے احاطۂ علم میں نہ رہ سکا، اور بعد میں آنے والوں کے لئے اس کے صرف حوالے ہی رہ گئے، اسی عظیم الشان اور ضخیم شرح کی تلخیص ’’ہدایہ‘‘ ہے۔

(۳)...... التجنيس و المزيد ۔ اس کتاب میں متأخرین فقہاء کے وہ فقہی استنباطات اور اجتہادات جمع کئے ہیں جو فقہاء متقدمین نے بیان نہیں کئے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ کتاب صاحب ہدایہ کے استاذ علامہ حسام الدین عمر بن عبدالعزیز بن عمر بن مازہ کی فقہی تحقیقات کا تتمہ اور تکملہ ہے۔ اس کتاب پر تحقیق و تعلیق کا کام ’’اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا‘‘ نے کیا ہے۔

(۴)...... شرح الجامع الكبير ، للامام محمد بن الحسن الشيبانی فی الفروع الفقهية۔ امام محمد رحمہ اللہ نے سیر کے موضوع پر ’’جامع کبیر‘‘ کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی تھی، یہ اس کی شرح ہے۔

(۵)...... كتاب الزيادات۔ ملا علی قاری نے اس کا ذکر کیا ہے۔

(٦)...... الفرائض ۔ ابن قطلو بغا نے اسی طرح لکھا ہے۔ حاجی خلیفہ اور اسماعیل باشا نے ’’الفرائض العثمانی ‘‘ نام لکھا ہے۔ یہ کتاب اصول میراث اور احکام میراث پر مشتمل ہے۔ صاحب ہدایہ نے اس کا نام پہلے ’’فرائض العثمانی ‘‘ تحریر کیا ہے۔ اس کتاب کی صورت حال یہ ہے کہ صاحب ہدایہ سے پہلے ایک فقیہ اور عالم شیخ عثمانی کے نام سے

گذرے ہیں، انہوں نے میراث کے موضوع پر یہ کتاب لکھی۔صاحب ہدایہ کی نظر سے یہ کتاب گذری تو انہوں نے محسوس کیا کہ میراث کے موضوع پر اس میں درج مسائل تشنہ اور ناکافی ہیں، انہوں نے اس میں مفید اور ضروری اضافے کئے اور بنیادی طور پر کتاب چونکہ شیخ عثمانی ہی کی تھی، اس لئے ان ہی کے نام سے موسوم کردی۔اس کتاب کی مختلف اہل علم نے شرحیں لکھیں۔ان میں معروف شرح شیخ منہاج الدین ابراہیم بن سلیمان السیر ابی کی ہے۔

(۷)......مختارات النوازل ۔اس کو متفرق نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ابن قطلو بغا نے ''مختار مجموع النوازل'' کے نام سے اور حاجی خلیفہ اور اسماعیل پاشا نے ''مختارات مجموع النوازل'' کے نام سے لکھا ہے۔محقق علام علامہ عبدالحئ لکھنوی کی تحقیق ''مختارات النوازل'' ہی کی ہے۔

(۸)......المزید۔فروع حنفیہ میں۔اسماعیل پاشا اور ملاعلی قاری نے اس کا نام ''التحقیق و المزید'' لکھا ہے، اور کہا ہے کہ خود صاحب ہدایہ نے یہی نام ذکر کیا ہے۔

(۹)......مشیخة الفقہاء۔ملاعلی قاری نے یہی نام ذکر کیا ہے۔اس میں صاحب ہدایہ نے اپنے مشائخ کے اسماء لکھے ہیں۔ابن قطلو بغا نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

۱۰:......مناسک الحج۔ابن قطلو بغا' ملاعلی قاری' حاجی خلیفہ' اسماعیل پاشا اور علامہ لکھنوی نے اس کا ذکر کیا ہے۔

(۱۱)......منتقی المرفوع۔علامہ لکھنوی نے اس کا نام ''المنتقی'' لکھا ہے۔حاجی خلیفہ نے اس کا ذکر شک کے ساتھ کیا ہے کہ شاید یہ صاحب ہدایہ کی تصنیف ہے ''لعلہ تالیف برھان الدین علی' الخ''، مگر اسماعیل پاشا نے بغیر شک کے لکھا ہے۔

(۱۲)......نشر المذاهب۔حاجی خلیفہ اور اسماعیل پاشا نے یہ نام لکھا ہے، مگر علامہ لکھنوی نے ''نشر المذهب'' بتلایا ہے۔

(۱۳)......الهداية۔ یہ سب سے مشہور تالیف ہے اسی لئے آپ صاحب ہدایہ مشہور ہو گئے

ہدایہ کی خصوصیات و اہمیت

فقہ حنفی میں ہدایہ بڑی معتبر، مشہور، مستند اور جامع کتاب ہے۔ وقت تصنیف سے آج تک تمام مدارس عربیہ میں داخل درس ہے۔ عجیب وغریب مجتہدانہ شان سے لکھی گئی ہے، اور روایت و درایت دونوں کی حامل ہے۔ ہدایہ کو اگر درس نظامی کا حاصل اور علوم دینیہ کی بنیاد کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ جامعیت، کثرت مسائل، حسن ترتیب اور ایجاز و اعجاز کے اعتبار سے ایک متن متین ہے۔ درس نظامی کے فن فقہ میں اسے ریڑھ کی ہڈی کی اہمیت و حیثیت حاصل ہے۔ یہی فقہ حنفی کی وہ لافانی، لازوال اور شاہکار کتاب ہے کہ جس کی ہمہ گیری، قوت استدلال، آب و تاب کے سامنے بڑے بڑے مکاتیب فقہ ماند پڑ گئے۔ ہدایہ کے بعد اس حجم کی حاوی، نافع اور مستند کتاب خود فقہ حنفی بھی پیش نہیں کر سکا۔ اس کتاب میں علامہ مرغینانی نے عیون روایت اور متون درایت کے عبارات جمع کر دیئے ہیں۔ یہ کتاب آپ نے ایسی اچھوتی، اور ایسی انوکھی طرز میں تحریر فرمائی کہ اس کے ہر ہر مسئلہ کو قرآن یا حدیث سے مبرہن کیا اور ہر ہر جزئیہ کو عقلی ونقلی دلائل سے ثابت کیا۔ اس بے نظیر کتاب کی عبارت نہایت مرقع سلیس، فصیح اور بلیغ ہے۔ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت اور ناقابل تردید صداقت ہے کہ ''ہدایہ'' پڑھے بغیر انسان درجۂ فقاہت کو نہیں پہنچ سکتا، بلکہ انسان کی فقہی معلومات تشنۂ تکمیل رہ جاتی ہیں۔ علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں کہ:

''مذاہب اربعہ کی کتابوں میں ہدایہ جیسی کوئی کتاب نہیں، کیونکہ اس میں علماء کے کلام

کی تلخیص اور زبردست حسن تعبیر ہے، اسی طرح فقہی صلاحیت کے اضافہ کے لئے اہم مضامین کو چند کلمات سے بیان کر دیا ہے، جو سب چمکدار موتی ہیں۔

بعض علماء نے مجھ سے پوچھا کہ کیا آپ دقت اور وضاحت بیان کے اعتبار سے ''فتح القدیر'' جیسی کتاب لکھ سکتے ہیں؟ میں نے جواب دیا: ہاں! انہوں نے کہا کہ ''ہدایہ'' جیسی کتاب لکھ سکتے ہیں؟ میں نے جواب میں کہا: ہرگز نہیں، میں چند سطریں بھی نہیں لکھ سکتا۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ: ''اگر دنیا سے افلاطون اور ارسطو کا فلسفہ اور منطق یک قلم نیست و نابود اور محو کر دیا جائے تو میں بلا تکلف اس سے بہتر فلسفہ از سر نو ایجاد اور مدون کر سکتا ہوں، لیکن ہدایہ (جیسی بے مثال) کتاب کی مانند فصیح و بلیغ ایک سطر بھی لکھنے پر قادر نہیں ہوں''۔

شاہ صاحب کی طرف اس مفہوم کی نسبت ان الفاظ میں بھی کی جاتی ہے کہ: ''الحمد للہ میں ہر کتاب کے مخصوص طرز پر کچھ نہ کچھ لکھ سکتا ہوں، لیکن چار کتابیں اس سے مستثنیٰ ہیں: قرآن عزیز، بخاری شریف، مثنوی اور ہدایہ۔ علامہ کشمیری کی جلالت شان سے جو واقف ہیں وہ ان کے اس قول کے وزن کو محسوس کر سکتے ہیں۔

ایک شیعہ عالم کا مقولہ ہے کہ: ''اسلامی لٹریچر میں ''بخاری'' اور ''ہدایہ'' کے ہم پلہ کوئی کتاب نہیں''۔

صاحب ہدایہ نے بدھ کے دن بعد از نماز ظہر بماہ ذی قعدہ ۵۷۳ھ میں ہدایہ لکھنا شروع کی اور تیرہ برس میں اسے اختتام تک پہنچایا۔ ان تیرہ برس میں سوائے ایام ممنوعہ کے مسلسل روزے رکھتے تھے۔ اور آپ کے خلوص اور بے ریائی کا یہ عالم تھا کہ اس تیرہ برس کے طویل عرصہ میں کسی فرد بشر کو بھی آپ کے روزہ دار ہونے کی خبر تک نہ ہو سکی حتیٰ کہ آپ کے اہل خانہ بھی اس حقیقت سے بے خبر تھے کہ آپ کا روزہ ہوتا ہے۔ دوران تصنیف جب

خادم کھانا لاکر رکھ دیتا تو آپ اسے چلے جانے کا حکم دیتے اور کھانا کسی طالب علم یا مہمان کو کھلا دیتے، خادم برتنوں کو خالی دیکھ کر یہ سمجھتا کہ کھانا آپ نے تناول فرمایا ہے۔

صاحب ہدایہ پر ایک اعتراض اور اس کا جواب

صاحب ہدایہ کے متعلق گذر چکا کہ آپ کا یہ معمول تھا کہ ہدایہ کی تصنیف کے دوران تقریبا تیرہ سال روزے رکھے۔ اس پر یہ اعتراض کیا گیا کہ:

''اگر یہ روایت صحیح ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب تک ''ہدایہ'' زیر تصنیف رہی مصنف مرحوم متواتر سنت کی خلاف ورزی فرماتے رہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ماہ رمضان کے علاوہ کبھی کسی ایک مہینہ کے روزے بھی مکمل نہیں رکھے''۔

اس کا جواب یہ ہے کہ معترض نے صرف ایک حدیث دیکھ کر یہ اعتراض کر دیا، حالانکہ حدیث شریف میں ہے:

عن ام سلمة قالت : ما رأيت النبی صلی الله علیه وسلم یصوم شهرین متتابعین الا شعبان و رمضان ، رواه ابو داؤد والترمذی والنسائی وابن ماجة۔ (مشکوۃ ص ۱۷۴)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں نے نہیں دیکھا رسول اللہ ﷺ کو کہ آپ نے مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے ہوں، مگر شعبان ورمضان کے۔

معترض نے تو اعتراض کر دیا، اب ان دو حدیثوں میں تعارض کو دفع کرنا اور حدیث شریف پر عمل کرنا فقہاء کا کام ہے۔ اس تعارض میں تطبیق کی کئی صورتیں بیان کی گئی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کبھی شعبان اور رمضان کے مکمل روزے رکھتے تھے (جیسا کہ ام اسلمہ رضی اللہ عنہا نے گواہی دی ہے) اور کبھی رمضان کے علاوہ مکمل کسی ماہ کا روزہ نہ رکھتے تھے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے گواہی دی ہے، لہذا مسلسل

روزے چند سالوں کے رکھنا منع نہیں، بلکہ عین عبادت ہے۔معترض کا اس پر اعتراض کرنا قابل اعتراض ہے۔

صوم الدہر (ہمیشگی کا روزہ) رسول اللہ ﷺ نے منع کیا ہے، چنانچہ تین آدمیوں کا واقعہ مشہور ہے جن میں ایک نے کہا تھا کہ: میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا اور کبھی افطار نہیں کروں گا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے منع کر دیا تھا۔

اس کے علاوہ ''بخاری'' جلد اول میں ہے: ''لا صام من صام الابد مرتین'' رسول اللہ ﷺ نے دومرتبہ فرمایا کہ: جس نے ہمیشہ کا روزہ رکھا اس نے روزہ رکھا ہی نہیں۔

اس صحیح اور صریح حدیث کے الفاظ سے ظاہری طور پر صوم الدہر کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، مگر امت مسلمہ کے بہت جلیل القدر علماء صائم الدہر تھے، مثلاً:

(۱)......حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے: ''کان عثمان یصوم الدھر''۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے۔(حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ص۵۶ ج۱)

(۲)......امام شعبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کان ثابت یقرأ القرآن فی کل یوم و لیلۃ ویصوم الدھر''۔

حضرت ثابت تابعی رحمہ اللہ ایک دن رات میں سارا قرآن ختم کرتے تھے، اور ہمیشگی کا روزہ رکھا کرتے تھے۔(تہذیب التہذیب لابن حجر ص۳ ج۲)

(۳)......مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری لکھتے ہیں: ''کان شعبۃ یصوم الدھر''۔

امام شعبہ رحمہ اللہ ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے۔(مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص۲۲۲)

(۴)......''وکان ابن جریج یصوم الدھر الا ثلثۃ ایام من الشھر''۔

(تہذیب ص۴۰۶ ج۶)

محدث ابن جریج رحمہ اللہ بھی صائم الدہر تھے، مگر وہ ہر ماہ تین روزے نہیں رکھتے تھے۔
(۵)......مولانا مبارک پوری امام وکیع رحمہ اللہ کے متعلق لکھتے ہیں:

''فكان يصوم الدهر ويختم القرآن كل ليلة''۔ (مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص ۲۳۶)

پس وہ ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے اور ہر رات میں قرآن ختم کرتے تھے۔ یہی حوالہ تاریخ بغداد ص ۴۷۰ ج ۱۳ میں بھی ہے۔

کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت ثابت، حضرت شعبہ، حضرت ابن جریج، امام وکیع، امام بخاری (رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین) سنت کے مخالف تھے؟

حدیث کا مفہوم

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ صوم الدہر اور وصال سے منع کرنا بطور ترفق اور شفقت کے تھا، تاکہ امت مرحومہ کے ساتھ آسانی کی جائے اور مشقت سے بچایا جائے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک چھوٹا سا بچہ قرآن مجید حفظ کرتا ہے، اور زیادہ سبق لے کر محنت و مشقت اٹھا کر یاد کر لیتا ہے، تو باپ کو رحم آتا ہے اور وہ بطور شفقت کے بیٹے کو زیادہ سبق لینے سے منع کرتا ہے، مگر اس کے باوجود بیٹا زیادہ سبق لے کر قرآن مجید حفظ ختم کر لیتا ہے، تو باپ اپنے بیٹے کو سینہ سے لگا کر چومتا ہے، اور خوش ہوتا ہے، اور ناراض نہیں ہوتا۔ یہی مثال صوم الدہر کے متعلق ہے۔

ایک اور مثال

''بخاری شریف'' میں ہے کہ سات راتوں میں صرف ایک مرتبہ قرآن مجید ختم کرو۔

(بخاری شریف ص ۷۵۶ ج ۲)

امام بخاری تین، پانچ، سات مختلف روایتوں کی طرف اشارہ کر کے ترجیح سات والی کو

دیتے ہیں۔ ''ترمذی'' وغیرہ میں تین کی روایت بھی ہے، مگراس کے باوجود صحابہ کرام و تابعین عظام سے ایک رات میں مکمل قرآن مجید ختم کرنے کا ذکرموجود ہے، جیسے: حضرت عثمان، حضرت تمیم داری، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت سعید بن جبیر، امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی، امام وکیع، امام یحی بن سعید القطان، امام بخاری (رضی اللہ عنهم ورحمهم الله تعالی) وغیرہ کے متعلق ثابت ہے کہ یہ حضرات ایک ایک رات و دن میں قرآن مجید ختم کر لیتے تھے۔ تو کیا یہ حضرات حدیث وسنت کے مخالف تھے؟

(مزید تفصیل کے لئے دیکھئے! ''ہدایہ علماء کی عدالت میں'' ص۵۴ تا ۶۰)

اسی زہد وتقوی کی برکت سے یہ کتاب چار دانگ عالم میں مقبول ہوئی اور علماء نے اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اس کے درس وتدریس کا خاص طور پر اہتمام کیا اور متأخرین کے متون، شروح اور حواشی سے زیادہ مستند، معتبر اور متداول کتاب بن گئی۔ ہدایہ کی مقبولیت کو دیکھ کر کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

ان الهداية كالقرآن قد نسخت ما صنفوا قبلها فی الشرع من كتب

فاحفظ قواعدها واسلک مسالكها يسلم مقالک من زيغ ومن كذب

قرآن کریم نے جس طرح آسمانی کتابوں کو منسوخ کیا، اسی طرح ہدایہ نے فقہ میں لکھی ہوئی کتابوں کو منسوخ کیا۔

پس اس کے قواعد وضوابط کو یاد کر اور اس کے طریقوں کو اپناؤ تاکہ تمہاری بات کجروی اور جھوٹ سے محفوظ رہے۔

ایک معترض نے اس شعر پر یہ اعتراض کیا کہ: ''یہ حوالہ اس مقدس کتاب کا ہے جسے بعض حنفی قرآن کے برابر جانتے ہیں''۔

الھدایة کالقرآن قد نسخت ما صنفوا قبلها فی الشرع من کتب

’’ہدایہ‘‘ قرآن پاک کی طرح ہے، اس نے شریعت کی سابقہ کتابوں کو منسوخ کر دیا ہے (العیاذ باللہ) کیا اب بھی ’’ہدایہ شریف‘‘ کو ماننے سے انکار ہو سکتا ہے؟‘‘

جواب:...... یہ ہے کہ شعر کا صحیح ترجمہ یہ ہے:

بے شک ہدایہ نے ان کتابوں سے بے نیاز کر دیا جن کو فقہاء نے اس سے پہلے تصنیف کیا تھا، جیسے قرآن پاک نے پہلی کتابوں کو منسوخ کر کے ان سے بے نیاز کر دیا ہے۔

پہلی خیانت:...... معترض نے ایک خیانت تو یہ کی کہ شعر میں ’’صنفوا‘‘ کا لفظ ہے، جس کے معنی تصنیف کرنا ہے، اس لفظ کا ترجمہ نہیں کیا، کیونکہ اس کا ترجمہ کرنے سے اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں رہتی تھی۔ قرآن پاک کسی کی تصنیف نہیں، بلکہ تنزیل ہے۔ کتب احادیث کے مجموعے بھی تصنیفات نہیں، بلکہ تالیفات ہیں۔ ہاں کتب فقہ تصنیفات ہیں۔ اس شعر میں ’’ہدایہ‘‘ کی برتری کتب فقہ پر ظاہر کی گئی ہے۔

دوسری خیانت:...... نسخ کے معنی کسی کے خاتمہ کی مدت بتانا ہوتا ہے۔ ’’ہدایہ‘‘ کی تصنیف سے پہلے کئی فقہ کی کتابیں داخل نصاب تھیں ’’ہدایہ‘‘ جیسی جامع کتاب کو ایسا قبول عام حاصل ہوا کہ تمام دنیا کے مدارس میں نصاب فقہ کی آخری کتاب کا مقام اس کو نصیب ہوا۔ ’’ہدایہ‘‘ کے بعد کسی کتاب کو داخل نصاب کرنے کی ضرورت نہیں، جو ’’ہدایہ‘‘ کے بعد پڑھائی جا سکے اور ’’ہدایہ‘‘ کو نصاب کے آخری درجہ میں ایسا قبول عام حاصل ہوا کہ غیر حنفی کے ہاں بھی فقہ کی آخری کتاب ’’ہدایہ‘‘ ہی داخل نصاب ہے، بلکہ امریکہ، برطانیہ وغیرہ میں لاء کالجوں میں بھی ’ہدایہ‘‘ داخل نصاب ہے، جس طرح قرآن پاک کے آنے سے پہلے تورات، زبور، انجیل داخل نصاب تھیں، لیکن قرآن پاک نے ان سے بالکل بے نیاز فرما دیا،

اب ہر جگہ قرآن پاک ہی کو قبول عام ہوا ہے۔ منسوخ کے معنی یہاں مٹانا نہیں، کیونکہ ''ہدایہ'' نے خود سارا مواد کتب سابقہ سے ہی لیا ہے۔

تیسری خیانت:...... معترض نے ''کالقرآن'' کی تشبیہ کو برابری کے معنی میں لیا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ محدث ابوشامہ نے علامہ شاطبی کے متعلق یہ فرمایا ہے۔

رأیت جماعة فضلاء فازوا   بـرؤیة شیخ مصر شاطبی

وکـلهـم یـعـظـمـه ویثنـی   کتـعـظیـم الصحابة للنبی

میں نے فضلاء کی جماعت کو دیکھا' جو شیخ شاطبی کی زیارت سے بامراد ہوئے' وہ سب ان کی ایسی تعظیم کرتے تھے' جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کی۔

کیا معترض صاحب محدث ابوشامہ کی اس عقیدت کو تمام محدثین کا عقیدہ بھی قرار دیں گے؟۔ (تجلیات صفدر ص۲۰۳ ج۲)

صاحب ہدایہ کے صاحبزادے علامہ ابوحفص محمد بن علی الملقب بہ عماد الدین نے '''ہدایہ'' کے متعلق فرمایا ہے۔

کتاب الهدایة یهدی الهدی   الـی حـافظیه ویجلو العمی

فـلازمه واحفظه یا ذالحجی   فـمن ناله نال اقصی المنی

ہدایہ کتاب اپنے یاد کرنے والوں کو راستہ دکھاتی ہے، اور اندھے پن کو بصیرت میں بدل دیتی ہے۔

پس اے صاحب عقل! اسے مضبوطی سے پکڑ اور اسے یاد کر، اس لئے کہ جس نے اسے پالیا اس کی آخری تمنا پوری ہوگئی۔

''ہدایہ'' کے شارح علامہ ابن الہمام نے قاری الہدایہ علامہ سراج الدین عمر بن علی

کتانی (م ۸۲۹ھ) سے انیس (۱۹) سال میں ہدایہ تحقیق واتقان کے ساتھ پڑھی ہے، پھر استاذ کے بعد خود پڑھانی شروع کی اور ساتھ ہی شرح بھی لکھنی شروع کی۔

(آپ فتوی کیسے دیں؟ص ۱۴۵)

اسلوب تحریر

صاحب ہدایہ پہلے نفس مسئلہ بیان کرتے ہیں، پھر ائمۂ اربعہ اور حضرات صاحبین کے اقوال اور ہر ایک کی دلیل عقلی ونقلی ذکر کرتے ہیں، آخر میں امام اعظم کی دلیل تفصیل وبسط کے ساتھ نقل کرکے دیگر ائمہ کی دلیل نقلی وعقلی کے جواب دیتے ہیں۔

صاحب ہدایہ کے ہاں مفتی بہ قول وہ ہے جس کی دلیل آخر میں بیان کی جائے، اور عام طور پر امام صاحب ہی کا قول ہوا کرتا ہے۔ اور جب ان کی تحریر اس کے برعکس ہو یعنی امام صاحب کا قول اور دلیل پہلے' حضرات صاحبین کا قول اور دلیل بعد میں تو سمجھنا چاہئے کہ یہاں اس مسئلے میں صاحب ہدایہ کے ہاں فتوی حضرات صاحبین کے قول پر ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم فرماتے ہیں:

''الکتب التی التزمت ذکر الدلائل کالھدایة والمبسوط وغیرھما ، فان عادتھم المعروفة انھم یذکرون دلیل القول الراجح فی الآخر ، ویجیبون عن دلائل اقوال آخر ، فالدلیل المذکور اخیرا یدل علی رجحان مدلوله عبد المؤلف''۔

(اصول الافتاء ص ۳۹/۴۰)

علامہ علاء الدین الحصکفی فرماتے ہیں:

''وفی النھر: وتاخیر صاحب الھدایة دلیلھما ظاھر فی اختیار قولھما''۔

(الدر المختار ، باب الصرف ص ۵۷۳ ج ۷، دار المعرفہ بیروت)

رموز واشارات

۱:......قــال: ہدایہ میں متن کے طور پر جو عبارتیں ہیں، اور خط کشیدہ ہیں، وہ یا ''قدوری'' کی ہے یا ''جامع صغیر'' کی ہے ''قــــال'' کہہ کر صاحب ہدایہ اس کو ممتاز کردیتے ہیں۔ اکثر مقامات پر شارحین ہدایہ نے بین السطور نشاندہی کردی ہے کہ ''قــــال'' سے قدوری کی عبارت مراد ہے یا ''جامع صغیر'' کی۔

عامۃً صاحب ہدایہ باب کے شروع میں ''قــــال'' کہہ کر ''قدوری'' کے مسائل ذکر کرتے ہیں اور باب کے آخر میں ''جامع صغیر'' کے مسائل بیان کرتے ہیں، اگر ''قدوری'' کی عبارت اور ''جامع الصغیر'' کی عبارت میں ایک گونہ اختلاف ہو تو ''وفــی الـجــامــع الصغیر'' کہہ کر صراحت فرما دیتے ہیں۔

بعض مقامات پر ''قـال رضـی الـلـه عنـه'' لکھتے ہیں، اس سے مصنف خود مراد ہوتے ہیں۔ شارحین ہدایہ کا کہنا ہے کہ صاحب ہدایہ نے جس جگہ اپنی کوئی خاص رائے اور تحقیق بیان کی ہے وہاں اصل عنوان تھا ''قال العبد الضعیف'' (بندۂ ناچیز کہتا ہے) لیکن مصنف کے انتقال کے بعد ان کے تلامذہ نے کاتب کی املاء کرتے وقت ان تمام مواقع پر ''رضــی الـلـه عنـه'' لکھ دیا۔ سلف صالحین کی یہ عادت تھی کہ وہ کسر نفسی اور تواضع کے سبب ''اقول'' (میں کہتا ہوں) لکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔

۲:......مشـایـخنا: سے مراد ماوراء النہر یعنی بخارا اور سمرقند کے علماء ہیں۔ (بعض شارحین کی رائے ہے کہ اس سے مراد علماء احناف ہیں)۔

۳:......فی دیارنا: اس سے بخارا، سمرقند اور ماوراء النہر کے دوسرے شہر (علاقے) مراد ہیں

۴:......عندنا: سے مراد فقہائے احناف ہیں۔

۵:......قالوا: نہایہ شرح ہدایہ میں ہے کہ: صاحب ہدایہ لفظ ''قالوا'' وہاں استعمال فرماتے ہیں جہاں فقہاء کا اختلاف ہو، لیکن ابن ہمام فرماتے ہیں کہ: صاحب ہدایہ ''قالو'' وہاں استعمال کرتے ہیں کہ جہاں اختلاف ہو اور ساتھ ساتھ ضعف بھی ہو۔

۶:......الاصل: صاحب ہدایہ جہاں ''وذکر فی الاصل'' کہتے ہیں، وہاں امام محمد کی ''کتاب المبسوط'' مراد ہے۔

۷:......المختصر: سے مراد قدوری ہے۔

۸:......الکتاب: سے مراد ''جامع صغیر'' ہے۔ صاحب کشف الظنون کی رائے ہے کہ ''الکتاب'' سے بھی مراد ''قدوری'' ہے۔ بعض شارحین کا رجحان ہے کہ ''الکتاب'' سے بعض مقامات پر خود صاحب ہدایہ کا متن مراد ہوتا ہے۔ شارحین ہدایہ نے یہ بھی وضاحت کی کہ جس خط کشیدہ عبارت (متن) سے پہلے مرغینانی ''قال'' نہیں لکھتے وہ عبارت نہ ''جامع صغیر'' کی ہوتی ہے نہ ''مختصر القدوری'' کی۔

۹:......عند فلان: (فلاں کے نزدیک) اس سے کسی فقیہ یا امام کا مسلک اور اس کی رائے بیان کرنا مقصود ہوتا ہے۔

۱۰:......عن فلان: (فلاں سے) اس تعبیر سے کسی کی روایت اور قول کو نقل کرنا مقصود ہوتا ہے، یعنی یہ بات فلاں عالم یا فقیہ سے پہنچی ہے۔ بعض شارحین کہتے ہیں کہ ''عن فلان'' کی اصطلاح ظاہر الروایۃ کے علاوہ کسی اور کے لئے استعمال ہوتی ہے اور ''عند'' کا لفظ فقہی مسلک پر دلالت کرتا ہے۔

۱۱:......بما تلونا: سے مراد استدلال میں پیش کردہ آیت ہے

۱۲:......بما ذکرنا: سے مراد ماقبل میں بطور استدلال ذکر شدہ حدیث ہے۔

۱۳:......بما ذکرنا: سے عقلی دلیل کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

۱۴:......ظاهر الرواية: سے امام محمد کی کتب ستہ مراد ہوتی ہیں:

(۱): المبسوط ۔(۲): الجامع الصغير ۔(۳): الجامع الكبير ۔(۴): الزيادات۔

(۵): السير الصغير۔(۶): السير الكبير۔

۱۵:......وفي النوادر : یاکذافی النوادر : ہدایہ میں ''وفي النوادر'' یا ''كذا في النوادر'' آتا ہے، اس سے مراد امام محمد کی چھ کتابوں کے علاوہ دوسری فقہی کتابیں مراد ہوتی ہیں، جیسے: کیسانیات' جرجانیات' ہارونیات' رقیات، یا امام محمد کے علاوہ امام اعظم کے دیگر تلامذہ جیسے: امام حسن بن زیاد کی ''كتاب المجرد'' امام ابو یوسف کی ''امالی'' مراد ہوتی ہے۔

۱۶:......صاحب ہدایہ بعض مسائل کی وضاحت کے لئے سوال مقدر کا طریقہ اختیار کرتے ہیں:[۱] مثلاً '' فان قيل كذا ' قلنا كذا '' یعنی اگر ایسا کہا جائے تو ہم اس کے جواب میں یوں کہیں گے۔ یا ''ان قال قائل ' فنقول '' یعنی اگر کوئی کہنے والا یہ کہے تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے۔

۱۷:......هذا الحديث محمول على المعنى الفلانی : یعنی یہ حدیث فلاں معنی پر محمول ہے، اس سے یہ ظاہر کرنا ہوتا ہے کہ ائمۂ حدیث نے اس مراد کو اختیار کیا ہے اور جس جگہ کسی نص یا حدیث کے کوئی معنی مصنف نے مستنبط کئے ہیں وہاں کہتے ہیں ''نحمله'' ہم اس کو اس معنی پر محمول کرتے ہیں۔

۱۸:...... یہ بھی عادت ہے کہ جب کسی مسئلہ کی نظیر ذکر کرتے ہیں' پھر اس نظیر اور مسئلہ کی

---

[۱]......یعنی سوال مقدر کی تصریح نہیں فرماتے اور یہ نہیں کہتے ''فان قيل كذا'' علاوہ تین مقامات کے دو ''كتاب القاضی'' میں اور ایک ''كتاب الغصب'' میں کہ ان تین مقامات میں سوال و جواب کی تصریح کی گئی ہے۔

طرف اشارہ کرنا ہوتا ہے تو نظیر کی طرف اشارہ کرنے کے لئے اسم اشارہ بعید استعمال کرتے ہیں، اور اس مسئلہ کی طرف اشارہ کرنے کے لئے اسم شارہ قریب ذکر کرتے ہیں۔

۱۹:...... شیخ مرغینانی نے پوری کتاب میں اس بات کا اہتمام کیا ہے کہ جو فقہی مذہب ان کے نزدیک سب سے قوی تر ہے، اس کی دلیل دوسرے تمام فقہی مذاہب کی ادلہ کے بعد آخر میں بیان کرتے ہیں، اگرچہ نقل مذاہب اور بیان اقوال میں قوی مذہب یا راجح قول کو پہلے بیان کر دیں، لیکن جو فقہی مذہب اور رائے ان کے نزدیک سب سے قوی ہوگی، اس کی دلیل یا دلائل آخر ہی میں بیان کریں گے تا کہ اس طرف اشارہ ہو جائے کہ آخر میں ذکر کی جانے والی دلیل تمام سابقہ اقوال اور ان کے دلائل کا جواب ہے، اور آخری قول اور رائے ہی مصنف کی نظر میں راجح اور قطعی ہے۔

۲۰:...... بسا اوقات نص کی علت ہی کو مستقلا دلیل عقلی اصل مسئلہ کی قرار دیتے ہیں۔

شروح ہدایہ

کسی کتاب کی اہمیت اور افادیت اور اس کے معتبر ہونے کا ایک بین ثبوت یہ بھی ہے کہ علماء وفضلاء اور معاصرین نے اس کتاب کو کس حد تک اہمیت دی۔ بعض مرتبہ اہل نظر جس کتاب کو اہمیت دیتے ہیں ان کی شرح، حاشیہ، تعلیق اور اشاریوں کے ذریعہ اس پر کام کرتے ہیں، اس سے کتاب کا مقام اور رتبہ پہچانا جاتا ہے۔ ہدایہ پر اصحاب کمال نے جتنا کام کیا ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ ''کشف الظنون'' گیارہوں صدی ہجری میں لکھی گئی، اس کے مصنف نے ہدایہ کی شروحات وحواشی کی تعداد ساٹھ سے زائد لکھی ہیں۔ اس کے بعد تقریبا تین سو برس میں ''ہدایہ'' پر جو کام ہوا وہ بھی اس سے کم نہیں۔ ۵۲ر شروحات کی تفصیل درج ذیل ہیں:

ا:......خلاصة النهاية فی فوائد الهداية ۔ یہ حنفی فقیہ علامہ علاء الدین ابی القاسم محمود بن عبد اللہ مروزی (م:٦٠٦ھ) کی تصنیف ہے۔

۲:......الفوائد الفقهيه ۔ یہ علامہ حمید الدین علی بن محمد علی الضریر البخاری الرامشی (م: ٦٦٦ھ) کی تصنیف ہے۔

۳:......نهاية الكفاية فی دراية الهداية ۔ یہ تاج الشریعہ عمر بن صدر الشریعۃ الاول عبید اللہ المحبوبی کی تصنیف ہے۔

۴:......حواشٍ على الهداية ۔ یہ جلال الدین عمر بن محمد بن عمر الخبازی (م:۶۹۱ھ) کی دو جلدوں میں ناقص تصنیف ہے۔اس کی تکمیل ''تكملة الفوائد'' کے نام سے محمد بن احمد قونوی نے کی۔

۵:......شرح الهداية ۔ یہ علی بن محمد بن الحسن الخلاطی (م:۷۰۸ھ) کی تصنیف ہے۔

٦:......الغاية شرح الهداية ۔ یہ قاضی شمس الدین ابی العباس احمد بن ابراہیم بن عبد الغنی السروجی (م:۷۱۰) کی تفصیلی شرح ہے۔کتاب الایمان تک چھ ضخیم جلدوں میں ہوئی کہ مصنف کی وفات ہوگئی،اس کی تکمیل سعد الدین بن محمد بن الدیری نے کی۔

۷:......النهاية شرح الهداية ۔ یہ حسام الدین حسین بن علی بن حجاج السغانی (م:۷۱۰ھ،جو شارح ھدایہ سے مشہور ہوئے) کی تصنیف ہے۔

۸:......شرح الهداية ۔ یہ حافظ الدین نسفی عبد اللہ بن احمد بن محمود (م:۷۱۰ھ) کی تصنیف ہے۔

۹:......شرح الهداية ۔ یہ نجم الدین ابی طاہر اسحٰق بن علی بن یحی حنفی (م:۷۱۱ھ) کی نفیس فوائد پر دو جلدوں میں تصنیف ہے۔

۱۰:……شرح الهداية ۔ یہ شمس الدین محمد بن عثمان بن ابی الحسن، ابن الحریری (م:۷۲۸ھ) کی تصنیف ہے۔

۱۱:……شرح الهداية ۔ یہ صاحب ''کشف الاسرار شرح اصول البزدوی '' عبدالعزیز بن احمد علاء الدین بخاری کی ''کتاب النکاح'' تک کی شرح ہے۔

۱۲:……شرح الهداية ۔ یہ احمد بن الحسن شہاب الدین المعروف بابن الزرکشی (م:۷۳۷ھ یا ۷۳۸ھ) کی تصنیف ہے۔

۱۳:……شرح الهداية ۔ یہ فقیہ ومحدث ابن عبدالحق ابراہیم بن علی بن احمد واسطی (م: ۷۴۴ھ) کی تصنیف ہے۔

۱۴:……شرح الهداية ۔ یہ بھی ابن الترمانی احمد بن عثمان بن ابراہیم (م:۷۴۴ھ) کی غیر مکمل شرح ہے۔

۱۵:……شرح الهداية۔ یہ احمد بن حسن تبریزی، شافعی (م:۷۴۶ھ) کی تصنیف ہے۔

۱۶:……شرح الهداية ۔ یہ تاج الدین ابن مکتوم ابی محمد احمد بن عبدالقادر حنفی (م:۷۴۹ھ) کی غیر مکمل شرح ہے۔

۱۷:……معراج الدراية الى شرح الهداية۔ یہ محمد بن محمد بن احمد قوام الدین الکاکی تلمیذ علاء الدین بخاری (م:۷۴۹ھ) کی تصنیف لطیف ہے۔ یہ شرح ''فتح القدیر'' کی طرح ہے۔ اس میں ائمہ اربعہ کے اقوال اور مفتی بہ قول کو دلیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ یہ شرح: ۲۱ر محرم ۷۴۵ھ کو مکمل ہوئی۔ اس شرح کے بارے میں شارح علام نے کہا کہ: اس وقت تک ہدایہ کی شرح وتوضیح سے متعلق علماء جو کچھ لکھ چکے تھے، یا درس وتقریر کے ذریعہ جو مجھ تک پہنچا تھا وہ میں نے سب کا سب اپنی شرح میں جمع کر دیا۔ قدیم فقہاء کے علاوہ جدید فقہاء کے

اقوال اور آراء کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔

۱۸:.......الغایہ فی شرح الهداية ۔ یہ بھی محمد بن محمد بن احمد قوام الدین الکا کی تلمیذ علاء الدین بخاری (م:۷۴۹ھ) کی تصنیف ہے۔

۱۹:.......شرح الهداية ۔ یہ ابن الترکمانی علاء الدین علی بن عثمان بن ابراہیم (م:۷۵۰ھ) کی ناقص شرح ہے۔اس کی تکمیل ان کے صاحبزادے شیخ جمال الدین نے کی۔

۲۰:.......شرح الهداية ۔ یہ نجم الدین بن علی بن احمد ابواسحٰق الطرسوسی دمشقی (م:۷۵۸ھ) کی تصنیف ہے۔

۲۱:.......غاية البيان و نادرة الاقران ۔ یہ امیر کاتب بن امیر عمر العمید الاتقانی الاترازی فارابی (و: ۶۸۵ھ م: ۷۵۸ھ) کی چھ جلدوں میں مخطوطہ ہے۔طلبہ کے اصرار پر علامہ اتقانی نے قاہرہ میں: ۱۰؍ربیع الثانی ۷۲۱ھ کو شرح لکھنا شروع کیا، پھر عراق گئے، وہاں بھی شرح لکھنے میں مصروف رہے، پھر دمشق گئے اور وہیں ذوالقعدہ: ۷۴۱ھ میں اس شرح کو اختتام تک پہنچایا۔شیخ قوام خود فرماتے ہیں کہ: مصر میں مجھ سے بعض علماء نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں ''ہدایہ'' کی شرح لکھوں، میں نے کہا کہ ''ہدایہ'' کی ''نہایہ'' جیسی شرح موجود ہے، پھر دوسری شرح کی کیا ضرورت؟ پھر یہ کہ ''ہدایہ'' ایک مشکل اور عظیم کتاب ہے، میں اپنے کو اس کی شرح لکھنے کا اہل نہیں پاتا۔لیکن علماء مصر کا کہنا تھا کہ ''نہایہ'' منقولات کا ایک مجموعہ ہے، اس میں سلف کے اقوال کے علاوہ کچھ نہیں ''ہدایہ'' کی ایسی شرح لکھی جانی چاہیئے جس میں ''ہدایہ'' جیسی مجتہدانہ شان ہو اور صرف منقولات کا ذخیرہ نہ ہو۔علماء مصر کی ہمت افزائی کے سبب میں نے اللہ کا نام لے کر اس کی ابتدا کی۔

۲۲:.......الكفاية شرح الهداية ۔ یہ جلال الدین بن شمس الدین خوارزمی کرلانی تلمیذ

السغناقی (م:۷۶۷ھ) کی شرح ہے۔

۲۳:......التوشیح۔ یہ قاضی سراج الدین ابوحفص عمر بن اسحاق بن احمد الغزنوی ہندی (م:۷۷۳ھ) کی چھ ضخیم جلدوں میں تصنیف ہے۔

۲۴:......النهاية على الهدايه۔ یہ صاحب ''الجوهر المضيه'' محی الدین ابی محمد عبدالقادر بن محمد قرشی، حنفی (م:۷۷۵ھ) کی تصنیف ہے۔

۲۵:......التكملة فی فوائد الهداية۔ محمود بن احمد قونوی (م:۷۷۷ھ) کی تصنیف ہے۔

۲۶:......خلاصة النهاية فی مختصر شرح الهداية۔ یہ ابن السراج دمشقی جمال الدین محمود بن احمد بن مسعود قونوی (م:۷۷۷ھ) کی تصنیف ہے۔

۲۷:......خلاصه النهاية حاشية الهداية۔ یہ ابی الثناء جمال الدین محمود بن احمد بن مسعود قونوی (م:۷۷۷ھ) کی تصنیف ہے۔

۲۸:......العناية فی شرح الهدايه۔ یہ محمد بن محمد بن محمود رومی اکمل الدین بابرنی (م:۷۸۶ھ) کی مطبوعہ تصنیف ہے۔

۲۹:......التنبيه على مشكلات الهداية۔ یہ ابن ابی العز (م:۷۹۲ھ) کی مطبوعہ شرح ہے۔

۳۰:......ارشاد الرواية فی شرح الهداية۔ یہ شیخ مصلح الدین بن زکریا کرمانی (م:۸۰۹ھ) کی تصنیف ہے۔

۳۱:......شرح الهداية۔ یہ سید شریف علی بن محمد بن علی جرجانی حنفی (م:۸۱۶ھ) کی تصنیف ہے۔

۳۲:......شرح الهداية۔ یہ شیخ تقی الدین ابی بکر بن محمد حصنی شافعی (م:۸۲۹ھ) کی

تصنیف ہے۔

۳۳:......شرح الھدایۃ ۔ یہ شرف الدین یعقوب بن ادریس بن عبداللہ رومی حنفی (م: ۸۳۳ھ) کی تصنیف ہے۔

۳۴:......البنایہ فی شرح الھدایۃ ۔ یہ علامہ، فقیہ، محدث، قاضی بدرالدین محمود بن احمد بن موسیٰ حنفی، عینی، مصری (م:۸۵۵ھ) کی مطبوعہ شرح ہے۔ علامہ عینی نے صفر:۸۱۷ھ میں شرح لکھنا شروع کی اور:۱۰/محرم ۸۵۰ھ میں اختتام تک پہنچایا۔ علامہ عینی نے ''بخاری شریف'' اور ''کنز الدقائق'' کی شرحیں بھی لکھی ہیں، یہ تینوں کتابیں آپ کے نام سے بھی معروف ہیں، اول ''عینی شرح بخاری'' ثانی ''عینی شرح ہدایہ'' ثالث ''عینی شرح کنز''۔

۳۵:......حاشیہ علی الھدایہ۔ یہ مولانا زادہ مجد الدین محمد بن احمد خطائی، حنفی (م: ۸۵۹ھ) کی تصنیف ہے۔

۳۶:......فتح القدیر للعاجز الفقیر ۔(محتاج بندے پر رب قدیر کی کشائش) یہ علامہ ابن الہمام (ہمام: بہادر، سخی، سردار) کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن عبدالحمید سیواسی، سکندری (م:۸۶۱ھ) کی مایۂ ناز اور معروف تصنیف ہے۔ ''کتاب الوکالۃ'' تک موصوف کی شرح ہے، پھر اس کی تکمیل قاضی زادہ (م:۹۸۸ھ) نے ''نتائج الافکار فی کشف الرموز والاسرار'' کے نام سے کی اصل کتاب کے ساتھ تکملہ کے نام سے مطبوع ہے۔

۳۷:......حاشیہ۔ سری الدین بن ابراہیم الدوری، مصری، حنفی (م:۱۰۶۹ھ)

۳۸:......ترغیب اللبیب الی تلخیص شروح الھدایۃ ۔ یہ قاضی عبدالرحمٰن بن علی آمدی، حنفی کی تصنیف ہے۔

۳۹:......زبدۃ الدرایۃ فی شرح الھدایۃ ۔ یہ قاضی عبدالرحیم بن علی آمدی، حنفی کی تصنیف

ہے۔

۴۰:……شرح الهداية۔ یہ حمید الدین مخلص بن عبداللہ ہندی، دہلوی کی عمدہ مگر ادھوری شرح ہے۔

۴۱:……العناية بشأن الهداية۔ یہ جلال الدین احمد بن یوسف الثباتی کی تصنیف ہے۔

۴۲:……الکفایة شرح الهداية۔ یہ محمود بن عبیداللہ بن محمود تاج الشریعہ محبوبی کی شرح ہے۔

۴۳:……الدراية شرح الهداية۔ یہ شیخ ابوعبداللہ محمد بن مبارک شاہ بن محمد الملقب بمعین الہروی کی تصنیف ہے۔

۴۴:……سلالة الهدایه۔ یہ شیخ ابراہیم بن احمد الموصلی کی شرح ہے، جو میر سید شریف کی شرح کا اختصار ہے۔

۴۵:……شرح ہدایہ۔ یہ الہداد جونپوری تلمیذ مولانا عبداللہ تلبینی کی چند جلدوں میں ہے۔

۴۶:……عین الہدایہ، اردو۔ یہ مولانا سید امیر علی صاحب ملیح آبادی، لکھنوی (م ۱۳۳۷ھ) کی تصنیف ہے۔ یہ شرح پہلے قدیم اردو میں تھی، دور جدید میں اس سے استفادہ میں قدرے دشوار تھا، اللہ تعالیٰ جزاء خیر عطا فرمائے مولانا انوار الحق صاحب قاسمی مدظلہ کو کہ انہوں نے محنت شاقہ برداشت کر کے جدید و آسان اردو میں تبدیل کیا، جس سے کتاب کی افادیت کئی گنا بڑھ گئی۔ دارالاشاعت کراچی نے اس کو آٹھ ضخیم جلدوں میں شائع کیا ہے۔

۴۷:……اشرف الهدایه۔ یہ مولانا جمیل احمد صاحب سکروڈوی مدظلہ کی ہے، جو بہت عمدہ اور قابل مطالعہ ہیں اور اس وقت طلبہ (اور بعض اساتذہ تک کے لئے) یقیناً قیمتی شرح ہے۔

۴۸:......غاية السعاية فی حل مافی الهدايه۔ یہ ہدایہ اولین کی شرح ہے اور ''طلوع النیرین '' ہدایہ آخرین کی شرح ہے۔ان کے مصنف مولانا محمد حنیف صاحب گنگوہی مدظلہ ہیں۔''اشرف الهدايه ''اور یہ دونوں ملاکر ایک ہی نام سے اٹھارہ جلدوں میں شائع ہوئی ہیں۔

۴۹:...... حاشية قاری الهداية۔ یہ حاشیہ شیخ سراج الدین عمر بن علی کتانی (م:۸۳۹ھ) کا ہے۔

۵۰:......حاشیہ ھدایہ۔ یہ مولانا گل حسن صاحب (دارالعلوم رحیمیہ نیلا گنبد) کا عربی میں حاشیہ ہے، اس میں اصح اور مفتی بہ قول کی نشاندہی کی ہے۔ نیز بعض جدید مسائل بھی مذکور ہیں، عمدہ حاشیہ ہے۔فیضی کتب خانہ کوئٹہ بلوچستان سے شائع ہوا ہے۔

۵۱:......حاشیہ ہدایہ۔ یہ حضرت مولانا عبدالحئ صاحب لکھنوی کا مفید اور مقبول حاشیہ ہے، اور ہدایہ کے ساتھ مطبوع ہے۔

۵۲:......اثمار الهدايه۔از: حضرت مولانا ثمیر الدین قاسمی صاحب مدظلہ۔ یہ آسان انداز میں لکھی گئی ہے، اور کمال یہ ہے کہ ہر فقہی جزئیہ کو احادیث یا آثار سے مدلل کیا گیا ہے

تجریدات ہدایہ

۱:......عدة اصحاب الهداية و النهاية فی تجريد مسائل الهداية۔ یہ شیخ کمال الدین محمد بن احمد کی تصنیف ہے۔ ہدایہ میں جو مسائل بضمن دلائل مذکور ہیں' ان سب کو دلائل سے مجرد کر کے جمع کیا ہے، اور ضرورت کے مطابق کہیں کہیں تشریح بھی کی ہے۔

۲:......الرعاية فی تجريد الهداية۔ یہ شیخ ابوالملیح محمد بن عثمان معروف بابن اقرب (م:۴۷۷ھ) کی تصنیف ہے۔

احادیث ہدایہ کی تخریج پر تصانیف

شروح ہدایہ کے ساتھ علماء امت نے ہدایہ کے حوالہ سے ایک اوراہم خدمت انجام دی ہے' وہ یہ کہ ہدایہ میں امام مرغینانی نے احکام ومسائل یا دلائل کے ضمن میں جو احادیث ذکر کی ہیں' ان کی تخریج کی ہے، اوراس موضوع پر ضخیم کتابیں لکھی ہیں۔

احادیث ہدایہ کی تخریج کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب میں اس امر کا اہتمام نہیں کیا تھا کہ احادیث کے حوالے دیں' حتی کہ بعض مقامات پر انہوں نے حدیث کا مکمل متن بھی درج نہیں کیا، ایسا کرنے سے صاحب ہدایہ کا ہرگز یہ منشاء نہ تھا کہ وہ مسائل یا دلائل کے ضمن میں ہر قسم کی ضعیف وقوی احادیث کو جمع کر دیں اور نہ ہی انہوں نے کسی خاص وجہ کی بنا پر ان کے مآخذ ومصادر کی نشاندہی سے گریز کیا۔ بلکہ صورت حال یہ ہے کہ ان کا موضوع فقہی مسائل اوراس کے ساتھ حنفی نقطۂ نظر کی وضاحت تھا۔ اور جس مسئلہ میں آراء مختلف تھیں' وہاں امام ابوحنیفہ یا ان کے اصحاب کی رائے اور فتاوی کی وجوہ ترجیح بیان کرنا مقصود تھیں، نہ وہ حدیث کی کتاب لکھ رہے تھے اور نہ اسماء الرجال ان کا موضوع تھا، جس میں حدیث کے اقسام' ان کے مراتب' سند اور مراجع سے بحث کرتے، لیکن ان کے بعض ناقدین نے ان کی کتاب کے اس پہلو کو بھی اپنی تنقید کا نشانہ بنایا۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے فقہائے احناف نے اس طرف توجہ مبذول کی اور ہدایہ میں جو احادیث مذکور تھیں ان کی تخریج کی، ان کی سند اور مراجع کی وضاحت کی اوراس موضوع پر مستقل کتابیں لکھیں۔ عام شروح کی طرح تخریج ہدایہ پر بھی متعدد کتابیں لکھی گئیں۔ درج ذیل کتابوں نے پوری دنیا میں اپنا مقام اور مرتبہ منوایا۔ ان کتابوں کی تالیف کے بعد کوئی دور ایسا نہیں گذرا کہ اہل علم ان کتابوں سے بے نیاز ہوئے ہوں۔

ایک بات یہ بھی ہے کہ صاحب ہدایہ نے متقدمین کی کتب پر اعتماد کرتے ہوئے ان کی روایات کو اپنی کتاب میں جگی دی ہے۔فتنۂ تا تار میں متقدمین کا علمی سرمایہ بہت کچھ ضائع ہوگیا، بعد میں آنے والوں کو حدیث کا مخرج نہ مل سکا جیسا کہ محقق عالم مولانا عبدالرشید نعمانی نے بیان فرمایا ہے:

’’وکل ما یذکره فقهاؤنا رحمهم الله من الاحادیث والآثار فی تصانیفهم من غیر بیان سند ولا مخرج کما یفعل السرخسی فی ” المبسوط“ والکاسانی فی ” البدائع “ والمرغینانی فی ” الهدایة “ فهی الاحادیث والآثار التی وجدوها فی کتب ائمتنا المتقدمین (الی قوله) ثم یأتی المخرجون علی الهدایة والخلاصة و غیرهما ، فیطلبون هذه الروایات من الد واوین المؤلفة بعد المئتین لاصحاب الحدیث ، واذا لم یجد وا فیها حکموا علیها بالغرابة ، ویظن بعضهم فی هؤلاء الائمة الفقهاء ظن السوء ، فینسبهم الی قلة المعرفة بالحدیث ، وحاشاهم عن ذلک بل السرخسی والکاسانی والمرغینانی اعتمدوا فی هذا الباب علی ائمتهم المعرفین بالحفظ والثقة والامانة کما اعتمدالبغویُّ فی ” مصابیحه‘ علی اصحاب الدواوین المشهورة‘‘۔(الامام ابن ماجة وکتابه السنن ص۳۷/۴۷)

۱:.......التنبیه علی احادیث الهدایة والخلاصة۔ یہ مذہب حنفی کے امام کبیر محمود بن عبید اللہ بن صاعد علاء الدین حارثی مروزی (م۶۰۶ھ) کی تصنیف ہے۔[۱]

۲:.......الکفایة فی معرفة احادیث الهدایة۔ یہ دوجلدوں میں ابن الترکمانی علی بن عثمان

---

[۱]......آپ علامہ زیلعی کے شیخ ہیں۔آپ کی ایک مشہور تصنیف ’’الجوهر النقی فی الرد علی البیهقی ‘‘ ہے۔

بن ابراہیم علاء الدین ماردینی (م:۷۵۰ھ) کی تصنیف ہے۔

۳:......تخریج احادیث الهدایة و الخلاصة۔ یہ بھی ابن الترکمانی علی بن عثمان بن ابراہیم علاء الدین ماردینی (م:۷۵۰ھ) کی تصنیف ہے۔

۴:......نصب الرایة لاحادیث الهدایة ۔ یہ جمال الدین عبداللہ بن یوسف (یا یوسف بن عبداللہ) بن محمد الزیلعی (م:۷۶۲ھ) کی تصنیف ہے۔

احادیث ہدایہ کی تخریج پر جتنی کتابیں لکھی گئیں، ان میں سب سے زیادہ شہرت اور مقبولیت اسی کو نصیب ہوئی۔ ''الزیلعی'' منسوب ہے شہر ''زیلع'' کی طرف جو ساحل حبشہ کے قریب واقع ہے۔ متعدد حنفی علماء اس شہر کی طرف منسوب ہیں۔ دو کا ذکر کتب فقہ میں کثرت سے آتا ہے:

اول:......عثمان ابن علی ابن محجن ابو محمد فخر الدین صاحب ''تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق'' (م۷۴۳ھ)۔ دوم:......صاحب نصب الرایہ۔

''نصب الرایہ'' چار ضخیم جلدوں میں :۱۳۵۷ھ میں مجلس علمی ڈابھیل سے شائع ہوئی۔ اس کی تصحیح و تعلیق کا کام ''کتاب الحج'' تک مولانا عبدالعزیز صاحب پنجابی نے کیا، بعد میں مولانا محمد یوسف کامل پوری نے مکمل کیا۔

۵:......العنایة فی معرفة احادیث الهدایة۔ یہ عبدالقادر بن محمد بن محمد ابواحمد محی الدین قرشی حنفی (م:۷۷۵ھ) کی ایک جامع تصنیف ہے۔

۶:......الدرایة فی منتخب تخریج احادیث الهدایة۔ یہ صاحب فتح الباری، حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی (م:۸۵۲ھ) کی تصنیف ہے۔

یہ علامہ زیلعی کی ''نصب الرایہ'' کی تلخیص ہے۔ بعض حضرات نے دانستہ یا غیر دانستہ

طور پر حافظ ابن حجر کی تلخیص کو علامہ زیلعی کی طرف منسوب کر دیا، مقصد یہی ہوگا کہ اصل تو حافظ ابن حجر کی ہے اور تلخیص علامہ زیلعی کی، حالانکہ واقعہ برعکس ہے، اصل علامہ زیلعی کی ہے اور تلخیص حافظ ابن حجر کی۔ یہ بات بھی یاد رہے کہ تلخیص کو زیلعی کی طرف منسوب کرنا عقلا اس لئے بھی غلط ہے کہ حافظ ابن حجر علامہ زیلعی کی وفات کے گیارہ سال بعد پیدا ہوئے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اصل کتاب تو حافظ ابن حجر بعد کو لکھیں اور علامہ زیلعی اس کی تلخیص پہلے ہی کر ڈالیں۔

ہدایہ کے حاشیہ پر عربی رسم الخط میں یہ تلخیص چھپی ہے۔ حافظ ابن حجر نے تخریج میں بعض احادیث کے بارے میں ''لم اجدہ'' یا اس طرح کے دوسرے الفاظ ذکر کئے ہیں، جس سے دلیل کے ضعف کا شبہ ہوتا ہے، ایسے مواقع میں ہدایہ پڑھنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ محقق شیخ محمد زاہد کوثری حنفی کے فرمان کو یاد رکھیں۔ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری علامہ کوثری کے فرمان کو ان الفاظ میں نقل فرماتے ہیں:

''وكان الاستاذ الكوثرى يعرض الى كثير من الحفاظ الشافعية، ولا سيما حامل لوائهم فى المتأخرين الحافظ ابن حجر، فانه بضد الحافظ الزيلعى يبخس الحنفية حقهم فى امثال هذه المواضع ويتكلم فيما لا يكون للكلام فيه مجال''۔

(مقدمہ نصب الرایۃ ص ۷)

۷:......منية الألمعى فيما فات من تخريج احاديث الهداية للزيلعى۔ یہ مشہور حنفی فقیہ قاسم قطلو بغا بن عبداللہ زین الدین ابوالعدل (م:۸۷۹ھ) کی تصنیف ہے۔

یہ چند شروحات کا اجمالی تذکرہ ہے۔ صاحب کشف الظنون نے ساٹھ (۶۰) سے زائد شروح ہدایہ کا ذکر کیا ہے۔ اس ضمن میں تفصیلات کے لئے مندرجۂ ذیل کتب سے

رجوع کیا جاسکتا ہے:

۱:......کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون ۔یہ مصطفیٰ عبداللہ الشہیر بحاجی خلیفہ (م:۱۰۴۸ھ) کی تصنیف ہے۔

۲:......الجواھر المضیئة ۔یہ شیخ عبدالقادر بن ابی الوفاء احمد بن محمد بن نصراللہ قرشی مصری (م:۷۷۵ھ) کی تصنیف ہے۔

۳:......حدائق الحنفیة۔ یہ مولوی فقیر محمد جہلمی (م:۱۲۶۰ھ) کی تصنیف ہے۔

۴:......الفوائد البھیہ فی تراجم الحنفیة ۔یہ حضرت مولانا عبدالحئ صاحب لکھنوی (م:۱۳۰۴ھ) کی تصنیف ہے۔

۵:......مقدمہ نصب الرایہ لاحادیث الھدایة ۔حضرت مولانا محمد یوسف بنوری (م: ۱۹۷۷ء) کا تحریر کردہ ہے۔

۶:......مقدمة الھدایة۔از: حضرت مولانا عبدالحئ صاحب لکھنوی۔

۷:......معجم المصنفین۔دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن۔

جس طرح ہر دور کے علماء وفقہاء نے ''ہدایہ'' کی شرح لکھیں' اسی طرح حواشی بھی لکھے۔شروح وحواشی کی فہرست پر نظر ڈالنے سے دو باتیں سامنے آتی ہیں:

(۱)......اول یہ کہ شروح زیادہ تر اس علاقہ کے علماء نے لکھیں جس سے خود صاحب ہدایہ کا تعلق تھا' اوران کے علاوہ چند مصری اور عراقی علماء نے بھی قابل قدر شروح تالیف کیں۔

(۲)......دوسری بات یہ کہ ماوراءالنہر (صاحب ہدایہ کا علاقہ) عراق اور مصر کے علماء نے شروح ہدایہ کی تصنیف وتالیف پر زیادہ توجہ کی۔اور برصغیر پاک وہند کے علماء کی توجہ زیادہ تر حواشی پر رہی۔اوراس خطہ کے علماء نے ''ہدایہ'' پر بعض مفید اور مفصل حواشی تحریر کئے' ان میں

مولانا عبدالحئی لکھنوی کا حاشیہ اساتذہ وطلبہ میں یکساں مقبول ہے۔

تراجم ہدایہ

ہدایہ کے تراجم کئی مختلف زبانوں میں ہو چکے ہیں۔

(۱)......انگریزی ترجمہ: بنگال کے گورنر جنرل وارن ہسٹنگر کے حکم سے چارلس ہملٹن نے ''ہدایہ'' کا انگریزی ترجمہ کیا، لیکن یہ ''ہدایہ'' کا مکمل ترجمہ نہیں ہے، اگرچہ پہلا ایڈیشن چار حصوں میں (غالبا:۱۷۹۱ء میں) شائع ہوا۔ اس کی پہلی جلد میں صرف ''کتاب الزکوۃ'' کا ترجمہ ہے۔ دوسری جلد میں ''جنایات'' کے اکثر حصہ کو چھوڑ دیا گیا ہے۔

اس کا دوسرا ایڈیشن اسٹنڈش گرود گارڈی کے پیش لفظ اور تفصیلی اشاریہ کے ساتھ ۱۸۷۰ء میں شائع کیا گیا۔ ترجمہ میں کوئی ترمیم واضافہ نہیں ہوا، البتہ چار حصوں کے بجائے ایک جلد میں شائع کیا گیا، بہت باریک ٹائپ میں ہے اور: ۷۹۳ر صفحات پر مشتمل ہے۔ یہی ایڈیشن بعینہ: ۱۹۵۷ء میں لاہور سے شائع ہوا جو کہ اس ترجمہ کا تیسرا ایڈیشن ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ اپنے 'کشکول' میں رقمطراز ہیں کہ:

مسٹر عبداللہ یوسف علی ایم' اے' ایل' ایم' نے اپنی کتاب ''انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ'' (شائع کردہ ہندوستانی اکیڈمی الہ آباد کے صفحہ: ۶۳ر میں) لکھا ہے کہ: مشہور مقرر اور مقنن اڈمند برک نے فقہ حنفی کی مشہور ومعروف کتاب ''ہدایہ'' کے ایک خلاصہ کے فارسی ترجمہ کا انگریزی ترجمہ دیکھ کر جو الفاظ اس کتاب پر لکھے ہیں وہ یہ ہیں:

''اس کتاب میں دماغ کی ایک بڑی طاقت نظر آتی ہے، اور ایسا فلسفۂ قانون ہے جس میں بہت باریکیاں پائی جاتی ہیں''۔

یہ کتاب آج بھی برک کی اس تحریر کے ساتھ آکسفورڈ کی مشہور بوڈلین لائبریری کی

زینت بنی ہوئی ہے۔ برک کو اصل ہدایہ پڑھنے کی تو کیا نوبت آتی، انگریزی ترجمہ بھی اصل کتاب کا دیکھنا نصیب نہیں ہوا۔ کسی نے فارسی زبان میں ''ہدایہ'' کا خلاصہ تیار کیا، اس خلاصۂ فارسی کا انگریزی ترجمہ دیکھ کر برک نے یہ رائے قائم کی، اگر یہ برطانوی مفکر اور مقنن اصل کتاب ''ہدایہ'' کو دیکھ پاتا تو خدا جانے صاحب ہدایہ اور ''ہدایہ'' کی کتنی عظمت اس کے دل میں قائم ہوتی۔ (از: صدق جدید، ۱۸ر اگست ۱۹۶۱ء)

(۲)...... فارسی ترجمہ: ہدایہ کی چاروں جلدوں کا فارسی میں مکمل ترجمہ اصل متن کے ساتھ ۱۸۰۷ء میں شائع ہوا ہے۔ اس کے مترجم مولانا غلام یحی خان صاحب ہیں۔ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں اس کا نسخہ موجود ہے۔ یہ ترجمہ اتنا سہل اور رواں ہے کہ معمولی فارسی جاننے والا بھی اس سے استفادہ کرسکتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کے بھائی حضرت شاہ اہل اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ نے فارسی میں ہدایہ کی تلخیص کی ہے جو طبع نہ ہوسکی۔ اس کا قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں موجود ہے۔

(۳)...... اردو ترجمہ: ''ہدایہ'' کا سب سے پہلا اردو ترجمہ مولانا سید امیر علی صاحب ملیح آبادی نے گورنر جنرل بنگال وارن ہسٹنگر کے حکم سے کیا تھا۔ یہ ترجمہ اور شرح ''عین الہدایہ'' کے نام سے مشہور ہے، اس کی تفصیل شروحات کے ذیل میں گذر چکی ہے۔

''ہدایہ'' کا ایک ترجمہ حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کے صاحبزادوں حضرت مولانا محمد مالک صاحب کاندھلوی اور مولانا محمد میاں صدیقی صاحب رحمہما اللہ نے کیا ہے۔ اول الذکر نے آخری دو جلدوں کا اور ثانی الذکر نے پہلی دو جلدوں کا ترجمہ کیا۔

اس ترجمہ میں اہتمام کیا گیا ہے ''ہدایہ'' کی خط کشیدہ عبارت کے ترجمہ کو بھی خط کشیدہ

کیا گیا تا کہ پتہ چلے کہ ''قدوری'' اور ''جامع الصغیر'' کی عبارت یہ ہے۔ دوسرا اہتمام یہ کیا گیا کہ ''ہدایہ'' کی عبارت سے زائد کوئی لفظ یا فقرہ ہے تو اس کو قوسین میں کر دیا گیا ہے۔ تشریحات کے لئے حواشی دیئے گئے ہیں۔ ایک اہم اور مفید کام یہ بھی کیا گیا ہے کہ صاحب ہدایہ نے جو احادیث نقل کی ہیں، حاشیہ میں ان کی تخریج کردی گئی ہے۔ جہاں صاحب ہدایہ نے حدیث کا متن نقل نہیں کیا وہاں حدیث کا متن بھی نقل کر دیا گیا ہے۔ یہ ترجمہ ملک اینڈ سنز لاہور نے: ۱۹۶۷/۱۹۶۹ء میں شائع کیا۔ اس وقت نایاب ہے۔ ترجمہ پر نظر ثانی کے وقت ذیلی عنوانات، تفصیلی فہارس، اور اشاریوں کا اضافہ کیا جا رہا تھا، امید کہ دوسرا ایڈیشن پہلے سے بہتر ہوگا۔

ہدایہ کے منتخب ابواب کا ترجمہ پروفیسر غازی احمد صاحب نے بھی کیا ہے۔[۱] یہ ترجمہ مختلف امتحانات اور نصابوں کو ملحوظ رکھ کر کیا ہے، کیونکہ ''ہدایہ'' دینی مدارس کے علاوہ کہیں مکمل نہیں پڑھائی جاتی، مختلف یونیورسٹیوں اور مشرقی علوم کے امتحانات میں اس کے مخصوص ابواب شامل نصاب ہیں۔ پروفیسر غازی احمد صاحب نے ان کے مطابق ترجمہ کیا ہے، اگر یہ ترجمہ مکمل کتاب کا ہوتا تو یقیناً بہت مفید ہوتا۔ مکتبہ علمیہ لاہور نے مختلف حصوں میں شائع کیا ہے۔

حفاظ ہدایہ

شیخ محی الدین عبدالقادر قرشی نے ''الجواہر المضیہ'' میں شمس الدین محمد بن الحسن حلبی کے

---

[۱]......موصوف پی، ای، ایس، پرنسپل گورنمنٹ کالج بوچھال کلاں، ضلع جہلم ''من الظلمات الی النور'' کے مصنف ہیں۔ آپ نے اس کتاب میں اپنے اسلام قبول کرنے کے حالات و واقعات اپنے ہی قلم سے لکھے ہیں، جن کو پڑھ کر آدمی روئے بغیر نہیں رہتا۔

حالات میں لکھا ہے کہ: یہ صغرسنی میں کتاب ''ہدایہ'' کو ازبر کر چکے تھے۔ حفظ کے بعد انہوں نے فقہاء کی ایک جماعت کو ''ہدایہ'' سنائی، جن میں علامہ ابو حفص عمر بن الوردی بھی ہیں۔ انہوں نے مختلف مقامات سے ''ہدایہ'' کو سن کر مذکورہ ذیل عبارت میں اجازت نامہ لکھ کر مرحمت کیا:

''اما بعد حمد الله على حسن البداية، والصلوة على نبيه محمد الموصوف فى الكتب بما فيه الكفاية، وعلى آله واصحابه سفن النجاة ونجوم الهداية، فقد عرض على الفاضل اللبيب شمس الدين محمد بن الحسن الحنفى من كتاب الهداية مواضع متوافرة اوائله واواسطه واواخره، فجرى فيه بلسان رطب فصيح جرى من جمع (يعنى طرفيه بالياء والنون وهذا جمع السلامة وبالفاء والواؤ وهذا جمع الصحيح) فهو نجيب من نجيب لابل عجيب من عجيب لا بل علم من علم ومن يشابه اباه فماظلم، فالله تعالى يرزقه العلم والعمل بما فى الكتاب وغيره بدع لمحمد بن الحسن ان يعد من اعيان الاصحاب، حرر ذلك فى منتصف شعبان سنة اربع واربعين و سبع مأته''۔

نیز شہاب الدین محمود بن ابی بکر بن عبد القادر (متوفی: ٦٨٠ھ) کے متعلق لکھا ہے کہ یہ بھی ہدایہ کے حافظ تھے۔

درس ہدایہ کا طریقہ

ہدایات تدریس میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم نے تحریر فرمایا ہے کہ:

''ہدایہ کو اگر درس نظامی کا حاصل اور علوم دینیہ کی بنیاد کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا، لہٰذا استاذ کو اسی اہمیت کے ساتھ اسے پڑھانا چاہئے۔ کتاب کا مقصد یہ ہے کہ طالب علم کو مسائل کے

ساتھ ان کے نقلی اور عقلی دلائل اور فقہاء کے مدارکِ استنباط سے واقفیت ہو۔اس کتاب کی تدریس میں مندرجۂ ذیل امور کا اہتمام لازمی ہے:

(۱)......عبارت کتاب کی تصحیح لازمی ہے۔

(۲)......مسئلہ کی صورت کا واضح بیان' جو خارج میں مثالوں سے متصور کر کے ہو تو بہتر ہے، اور مسئلہ کی تفصیل مع اختلاف فقہاء۔

(۳)......مسئلے کے دلائل کی توضیح اور مخالف فقہاء کے دلائل کے جواب۔

(۴)......مذکورہ دونوں امور پہلے کتاب سے ہٹ کر طلباء کو سمجھا دیئے جائیں، پھر کتاب سے ترجمہ کر کے اس بحث کی پوری مطابقت کرائی جائے۔

(۵)......دلائل کے بیان کے وقت جس قدر ممکن ہو اصول فقہ کے قواعد کا اجراء کرا دیا جائے۔

(۶)......حل کتاب کے لئے ''عنایہ'' اور ''کفایہ'' کو بنیاد بنایا جائے، اور دلائل کی تفصیل کے لئے ''فتح القدیر'' اور ''بنایہ'' للعینی سے مدد لی جائے۔

(۷)......اس بات کا اطمینان کیا جائے کہ طالب علم کو باب سے متعلق اہم اور بنیادی مسائل یاد ہیں اور وقتاً فوقتاً ان کا امتحان لیا جاتا رہے۔

(۸)......کبھی کبھی طلباء سے دلائل کی تقریر بھی کرائی جائے تا کہ علمی باتوں کو واضح انداز میں سمجھانے کی عادت پڑے۔

(۹)......اس بات کی بطور خاص نگرانی کی جائے کہ ''ہدایہ'' جیسی کتاب کے مطالعے اور اس کو سمجھنے کی صلاحیت طالب علم میں پیدا ہو رہی ہے یا نہیں۔

وفات حسرت آیات

اکثر تذکرہ نگاروں نے آپ کی تاریخ وفات:۱۴/ذی الحجہ ۵۹۳ھ بروز منگل بیان کی ہے۔بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ سن وفات:۵۹۶ھ ہے،لیکن تاریخی اعتبار سے پہلی روایت صحیح ہے۔''نصب الرایۃ'' کے مقدمہ میں اسی کو اختیار کیا ہے۔وفات سمرقند میں ہوئی اور وہیں تدفین ہوئی۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ:سمرقند میں ایک ایسا مشہور ومعروف قبرستان تھا جس میں چارسو(۴۰۰) کے قریب ایسے فقہاء ومشائخ،محدث ومفسر دفن تھے جن کے نام میں''محمد'' تھا۔صاحب ہدایہ اور بعض ورثاء کی خواہش تھی کہ انہیں بھی اہل علم وتقوی کے اسی قبرستان میں آسودۂ لحد کیا جائے،مگر آپ کے نام میں''محمد''نہ تھا،اس لئے انہیں وہاں دفن نہ کیا جاسکا،البتہ اسی قبرستان''تربۃ المحدثین'' کے متصل دفن کیا گیا۔بعض اہل علم نے آپ کی تاریخ وفات کا مادہ''مجتہد مسائل''(۵۹۳) نکالا ہے۔

باقیات الصالحات

صاحب ہدایہ کے تین صاحبزادے تھے:[۱] شیخ عماد الدین،شیخ نظام الدین عمر،شیخ ابو الفتح جلال الدین محمد رحمہم اللہ تعالی،اور تینوں صاحب فضل وکمال اور والد ماجد سے تربیت

---

[۱]......حضرت مولانا عبد القیوم صاحب حقانی مدظلہ لکھتے ہیں کہ:''صاحب ہدایہ کے صرف دو ہی صاحبزادے تھے:محمد اور عمر جیسا کہ''الجواہر المضیہ''ص۳۸۴/ج۱/میں ہے۔اور ص۹۹ج۲/پر ہے کہ:محمد کا لقب عماد الدین ہے،اھ۔مولانا عبد الحئی صاحب سے سہو ہوا ہے کہ تیسرے صاحبزادے کو ذکر کیا،جن کا نام ابوالفتح جلال الدین محمد بتایا۔محمد تو انہی کا نام ہے جو عماد الدین کے لقب سے مشہور ہے''۔

(ہدایہ اور صاحب ہدایہ ص۳۸)

یافتہ تھے۔علامہ جلال الدین محمد رحمہ اللہ نے ادب اور فقہ میں نام روشن کیا۔

علامہ عماد الدین نے کتاب ''ادب القاضیؒ'' اور علامہ نظام الدین نے ''جواہر الفقہ' اور ''الفوائد'' وغیرہ کتابیں یادگار چھوڑیں۔

''ہدایہ'' پر اعتراضات کا منصفانہ جائزہ

''ہدایہ'' پر جتنے اعتراضات کئے گئے ہیں ان کے تفصیلی جوابات کے لئے دیکھئے ''ہدایہ پر اعتراضات کے جوابات'' از : حضرت مولانا محمد شریف صاحب ۔ اور ''ہدایہ علماء کی عدالت میں'' از: حضرت مولانا محمد حبیب اللہ صاحب ڈیروی ۔ یہاں چند بنیادی باتیں ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱)...... پہلا اعتراض: ''ہدایہ'' میں موضوع اور ضعیف احادیث ہیں۔

جواب:۱......لیکن یہ اعتراض صرف علم حدیث سے جہالت اور محض تعصب کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔صاحب ہدایہ کو اللہ تعالی نے فقہ میں جو مقام عطا فرمایا، اس سے بڑھ کر وہ امام حدیث تھے۔بغیر کسی تحقیق کے یہ کہہ دینا کہ یہ حدیث موضوع ہے' یہ صرف سینہ زوری ہے۔

۲:...... اگر خدانخواستہ صاحب ہدایہ کی تخریج کردہ احادیث میں بعض کمزور ثابت بھی ہوجائیں تو اس سے ساری احادیث کو کیسے موضوع کہا جاسکتا ہے؟ اس طرح تو صحاح ستہ کی کتابوں میں بھی بعض احادیث موضوع ہیں۔اس لئے ان کو ضعیف' کمزور اور پھر ساری کتاب کو ناقابل استدلال کیوں قرار نہیں دیا جاتا؟

۳:......صاحب ہدایہ نے فروعی' فقہی مسائل کا احادیث سے استخراج کیا ہے' جو اپنے مذہب کے مقرر کردہ اصول کے مطابق کیا۔اور یہ بات ایک کھلی حقیقت ہے کہ مذہب حنفی

کا کوئی مسئلہ قرآن وحدیث کے خلاف نہیں۔

(۲)......دوسرا اعتراض: ''ہدایہ'' میں گندے مسائل ہیں۔

جواب:...... یہ اعتراض بھی صرف فقہ سے بغض اور علم حدیث سے جہالت کی بنا پر کیا جاتا ہے، کیونکہ جس طرح کے مسائل کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ گندے مسائل ہیں' تو اس طرح کے مسائل تو کتب احادیث میں بھی موجود ہیں' تو پھر ان کے بارے میں یہ کیوں نہیں کہا جاتا؟ درحقیقت یہ بات صرف اور صرف فقہ دشمنی اور سلف صالحین سے عداوت اور بغض پر مبنی ہے۔

(۳)......تیسرا اعتراض: ''ہدایہ'' میں فرضی مسائل ہیں۔

جواب:...... یہ اعتراض بھی حقیقت سے انکار کے مترادف ہے، کیونکہ فقہاء کرام مسائل کے استخراج اور استنباط کے ذریعہ لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ فقہاء کرام نے جو اس طرح کے مسائل لکھے ہیں' آج بعینہ اس طرح کے مسائل پیش آرہے ہیں، مثلاً: فقہاء نے یہ مسئلہ لکھا کہ: اگر طوطے کو آیت سجدہ رٹا دی جائے اور وہ پڑھے تو سننے والے پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں ۔ جب ٹیپ ریکارڈر کی ایجاد ہوئی تو بڑی آسانی کے ساتھ اس کا جواب نکل آیا، تو کیا اس طرح کے مسائل کا ذکر کرنا ناجائز ہے؟

(۴)...... چوتھا اعتراض: ''ہدایہ'' میں قرآن وحدیث کے خلاف مسائل درج ہیں۔

جواب:...... یہ اعتراض بھی پہلے تین اعتراضوں کی طرح کا ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(۵)...... پانچواں اعتراض: ''ہدایہ'' چھٹی صدی کی کتاب ہے' جو امام ابوحنیفہ کے تقریباً چار سو سال بعد لکھی گئی، اس میں جو مسائل امام صاحب کی طرف منسوب کئے گئے ہیں، ان

کی سند بیان نہیں کی گئی، پھر کیسے یقین کیا جائے کہ یہ مسائل واقعی امام صاحب کے ہیں؟
جواب:...... یہ بھی ایک دھوکہ ہے۔ آپ پیچھے ہدایہ کے تعارف میں پڑھ آئے ہیں کہ ''ہدایہ'' کا متن ''جامع صغیر'' اور ''قدوری'' ہے۔ ''جامع صغیر'' امام محمد کی کتاب ہے اور اس میں امام صاحب کے بیان کردہ مسائل درج ہیں۔ ''ہدایہ'' اس ایک واسطہ سے امام صاحب تک پہنچ جاتی ہے۔

ابوداؤد کی ایک حدیث کی تضعیف اور صاحب ہدایہ کے خلاف شور

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم فرماتے ہیں:

''اذا کان الماء قلتین لم یحمل الخبث '' کا جواب صاحب ہدایہ نے یہ دیا ہے کہ: ''ضعّفه ابو داؤد ''، لیکن ''ابوداؤد'' کے معروف نسخوں میں کوئی صریح تضعیف نہیں ملتی، اس لئے صاحب ہدایہ کے خلاف ایک شور برپا ہو گیا کہ انہوں نے ''ابوداؤد'' کی طرف تضعیف کی نسبت غلط کی ہے۔

اس کے جواب میں بعض حنفیہ نے فرمایا کہ: ''ابوداؤد'' سے مراد ''ابوداؤد طیالسی'' ہیں، لیکن یہ بات اول تو اس لئے بعید ہے کہ جب مطلق ''ابوداؤد'' بولا جاتا ہے تو ''ابوداؤد سجستانی'' ہی مراد ہوتے ہیں نہ کہ ''ابوداؤد طیالسی''۔

دوسرے حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ: میں نے ''ابوداؤد طیالسی'' کی طرف رجوع کیا، تو اس میں کہیں تضعیف نہ ملی۔ خود احقر نے بھی اس حدیث کو ''مسند طیالسی'' میں دیکھا، تو وہاں تضعیف موجود نہیں، اس لئے بعض حضرات نے یہ جواب دیا کہ یہاں ''ابوداؤد سجستانی'' ہی مراد ہیں، اور انہوں نے اگرچہ صراحۃً اس حدیث کو ضعیف نہیں قرار دیا، لیکن اس حدیث کا اضطراب نقل کیا ہے، جو تضعیف کے قائم مقام ہے۔

لیکن یہ جواب بھی درست نہیں، کیونکہ ''ابوداؤد'' کے موجودہ نسخہ میں اضطراب نقل کرنے کے ساتھ ترجیح راجح بھی موجود ہے، اور ترجیح کی صورت میں اضطراب باقی نہیں رتا، چنانچہ ''ابوداؤد'' کی عبارت اس طرح ہے:

''هذا لفظ ابن العلاء، وقال عثمان وا لحسن بن علی عن محمد بن عباد بن جعفر قال ابوداؤد : الصواب الی محمد بن جعفر''

لہٰذا صحیح جواب یہ ہے کہ ''ابوداؤد'' کے موجودہ نسخہ میں اس حدیث کی تضعیف ثابت نہیں، البتہ صاحب عنایہ نے ''ابوداؤد'' کی ایک عبارت نقل کی ہے، جس میں تضعیف صراحۃً موجود ہے۔ یہ عبارت ''ابوداؤدلؤلؤی'' کے مروجہ نسخوں میں تو نہیں ہے، البتہ علی ابن الحسن والے نسخہ میں یقیناً موجود ہوگی، جو نایاب ہے، اس میں رجال پر کلام کیا گیا ہے، غالباً صاحب عنایہ اور صاحب ہدایہ کے پیش نظر وہی نسخہ تھا، واللہ اعلم۔

(درس ترمذی ص۲۷۲ ج۱)

ہدایہ پراعتراض کا ایک نمونہ

ایک معترض ''ہدایہ'' پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''حنفیوں کی سب سے اعلیٰ اور سب سے زیادہ معتبر کتاب ''ہدایہ'' کتاب الذبائح، ص ۴۲۴/ میں ہے:

ومن نحر ناقة أو ذبح بقرة فوجد فی بطنها جنينا ميتا لم يوكل اشعر أو لم يشعر

یعنی جس نے اونٹنی کو (یا) گائے کو ذبح کیا، اور اس کے پیٹ سے مرا ہوا بچہ نکلا، تو اسے نہ کھایا جائے خواہ ذبح کرنے والے کو اس کا علم ہو یا نہ ہو۔

(شمع محمدی ص۲۹، مطبوعہ ایجوکیشن پریس کراچی)

جواب: ...... خط کشیدہ الفاظ کا ترجمہ جاہلانہ ہے جس کی بنا پر یہ صاحب ہدایہ پر جھوٹ ہے، حالانکہ اس کا صحیح ترجمہ یوں ہے ''بال اگ آئے ہوں یا نہ'' مگر معترض نے یہ غلط ترجمہ کر دیا ہے۔ (انا لله واليه راجعون) افسوس کہ ایک عبارت کا صحیح ترجمہ کرنا نہ جانے اور صاحب ہدایہ پر اعتراض۔

آدمیت اور شئی ہے، علم ہے کچھ اور چیز
کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا

(''ہدایہ علماء کی عدالت میں'' ص ۲۲۶ تھوڑے سے فرق سے)

''ہدایہ'' میں مذکورہ احادیث کے متعلق اعتراض

حضرت استاذ محترم مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''ہدایہ'' میں استدلال کے لئے جو احادیث و آثار مذکور ہیں، ان کے بارے میں یہ شکایت ہے کہ بہت سی احادیث ان میں ضعیف ہیں، اور بہت سی ایسی بھی ہیں جو حدیث کی کتابوں میں نہیں ملتیں۔ اس سے پھر یہ شبہ ہوتا ہے کہ شاید صاحب ہدایہ علامہ مرغینانی رحمہ اللہ کو حدیث کے فن میں زیادہ کمال حاصل نہیں تھا۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی ''سفر السعادہ'' کی شرح میں یہ خیال ظاہر فرمایا ہے۔ ان کی فارسی عبارت کا ترجمہ یہ ہے:

''اور کتاب ہدایہ نے بھی جو اس دیار میں مشہور اور معتبر ترین کتابوں میں سے ہے، اس وہم میں (کہ مذہب شافعی بہ نسبت مذہب حنفی کے حدیث کے زیادہ موافق ہے) ڈال دیا ہے، کیونکہ اس کے مصنف نے بیشتر دلیل عقلی ہی پر بناء رکھی ہے، اور جو حدیث لاتے ہیں وہ محدثین کے نزدیک ضعف سے خالی نہیں ہوتی۔ غالباً ان کا شغل علم حدیث سے کم رہا ہے،

لیکن شیخ ابن الہمام رحمہ اللہ کی ''شرح ہدایہ'' نے -اللہ تعالی ان کو جزاء خیر دے- اس کی تلافی کر دی ہے اور تحقیق کر دی ہے''۔(شرح سفر السعادہ ص۲۳۔ظفر المحصلین ۱۹۶)

جواب :......اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ صاحب ہدایہ کے تذکرہ اور ان کے اساتذۂ کرام کے حالات سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ صاحب ہدایہ محدث تھے' اور اپنے اساتذہ سے حدیث کی کتابوں کو پڑھا تھا' اور اس کی اجازتیں بھی لی تھیں' سندیں بھی ان کے پاس تھیں، پھر ''ہدایہ'' میں کچھ حدیثیں ضعیف اور ایسی ہیں' جن کا وجود حدیث کی کتابوں میں نہیں ملتا، اس کی وجوہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)......''ہدایہ'' کا موضوع فقہ ہے' حدیث نہیں، وہ فقہ حنفی یعنی امام ابوحنیفہ اور صاحبین کے اقوال کو دلائل عقلیہ اور نقلیہ کے ساتھ مختصر اور جامع الفاظ میں ذکر کرنا چاہتے ہیں' اور اس کی ترجیح بھی۔اس لئے دوسرے ائمہ کے اقوال و دلائل بھی مختصراً ذکر کر کے اس کا جواب بھی دیتے ہیں تا کہ فقہ کی ترجیح ظاہر ہو، احادیث مستقل موضوع نہ ہونے کی وجہ سے اس کے مخرج کا نام نہیں لیتے' نہ سند بیان کرتے ہیں۔

(۲)......اور اس نقل میں وہ اپنے متقدمین کی کتابوں پر اعتماد کرتے ہیں، ان میں جس طرح پاتے ہیں نقل کر دیتے ہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے بغوی ''مصابیح'' میں بغیر مخرج کا نام لئے حدیثیں بیان کر کے چلے گئے، بہت سی جگہ صحابہ اور تابعین کے نام بھی نہیں تھے، صاحب مشکوۃ جب ان کی تخریج کے درپے ہوئے تو بہت سی جگہوں پر ان کو حوالہ نہیں ملا، بعد میں بعض جگہوں کا حوالہ بعض محدثین کو ملا، اس کو حاشیہ میں لکھ دیا، پھر بھی بعض جگہیں حوالہ سے خالی ہیں۔کہیں کہیں بغوی پر اعتراض بھی کیا ہے۔

اور جیسے ''صحیح بخاری'' میں ترجمۃ الباب میں تعلیقات ہیں' جو بغیر سند کے مذکور ہیں۔

حافظ ابن حجر جیسے محدث نے بہت سی جگہوں پر ''تغلیق التعلیق ''اور''فتح الباری'' میں لکھا ہے کہ ''لم اجده موصولا '' جب کہ صیغۂ جزم سے مذکور ہونے کی صورت میں یہ مانتے ہیں کہ وہ صحیح ہے۔

حتی کہ امام بخاری نے اپنی صحیح کی حدیثوں کو جب بغیر سند کے دوسری جگہ مختصراً نقل کیا تو الفاظ بدل گئے، مثلاً: ''من عمل عملا لیس علیه امرنا فهو رد''۔

(ص۱۰۹۲، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة)

جبکہ الفاظ یہ تھے: ''من احدث فی امرنا ما لیس منه فهو رد ''۔اور بھی ایسی جگہیں ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی بھی اپنی کتابوں میں حدیثوں کو بغیر حوالہ ذکر کرتے ہیں، حافظہ پر اعتماد کر کے یا حدیث کی کتابوں پر۔

اسی طرح صاحب ہدایہ نے اپنے متقدمین فقہاء کی کتابوں پر اعتماد کیا، اب ان پر قلت حدیث کا الزام کیسے دیا جائے گا؟

(۳)......متقدمین کی کتابوں میں جو حدیثیں مذکور تھیں' ان کو متأخرین محدثین کی کتابوں میں تلاش کیا گیا' نہ ملنے پر غرابت کا حکم لگایا گیا، اس میں ایک احتمال یہ بھی ہے' وہ حدیث متقدمین کی کتابوں میں رہی ہو، فتنۂ تاتار میں کچھ کتابیں ضائع ہوگئیں، جیسے امام ابو یوسف کی ''امالی'' جو تین سو اجزاء یا جلدوں میں بتائی جاتی ہے، جس کا ذکر تذکرہ کی کتابوں میں موجود ہے، آج کہیں نہیں پائی جاتی۔ اسی طرح کچھ اور کتابیں بھی ضائع ہوگئی ہوں' جن میں ایسی حدیثیں رہی ہوں' یہ عین ممکن ہے۔

تراجم بخاری کی جو حدیثیں نہیں ملیں' ان کے بارے میں بھی یہی گمان قائم کریں گے'

جبھی تو صیغۂ جزم سے مذکور ہونے کی وجہ سے صحیح مانتے ہیں۔

(۴)......امام زیلعی اور حافظ ابن حجر نے کچھ حدیثوں کو نہیں پایا، پھر بعد میں علامہ قاسم ابن قطلو بغانے ''منية الالمعی فيما فات من تخريج احاديث الهدايه للزيلعی ''میں ان کے حوالے دیئے۔ حافظ کی ''الدرایہ'' پر بھی حواشی لکھ کر کچھ احادیث کے حوالے دیئے۔

(۵)......کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ''ہدایہ'' میں مذکور حدیث ضعیف ہوتی ہے یا مخرّجین کو نہیں ملتی، لیکن مسئلہ مذکور کی دلیل کوئی دوسری حدیث ہوتی ہے' جو متداول کتابوں میں موجود ہوتی ہے، یا مرفوع حدیث نہیں ہوتی، لیکن صحابی یا تابعی کا قول ہوتا ہے۔ حنفیہ اس سے استدلال کرتے ہیں، خصوصاً جبکہ مدمقابل میں حدیث مرفوع نہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔

(۶)......کبھی حدیث نہیں ملی، لیکن مسئلہ دلیل عقلی سے ثابت ہوتا ہے، اگر مدمقابل میں حدیث نہیں ہے تو اس استدلال میں بھی مضائقہ نہیں۔

(۷)......علماء احناف خصوصاً علماء دیو بند بعض مسائل میں ظاہر الروایت کے مطابق دلیل نقلی نہ ملنے کی صورت میں اس کے مدمقابل اگر کوئی قول مذہب میں موجود ہو اگر چہ غیر ظاہر الروایت ہو' اور حدیث اس کے مطابق ہو تو اسی پر عمل کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ یہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا مسلک اور مشرب تھا' جو حضرت گنگوہی و حضرت کشمیری وغیرہما نے اختیار فرمایا۔

(دیکھئے! ''فیض الباری'' کا مقدمہ، از: حضرت مولانا محمد یوسف بنوری ص۲۳و۲۴)

آخری بات

اتنی ضخیم کتاب میں اگر کچھ جگہیں ایسی بھی ہوں' جہاں مصنف سے کچھ تسامحات' اوہام' یا

خطاء ہوئی ہوں تو کوئی مستبعد نہیں۔ ہر انسانی کام میں کچھ نہ کچھ خامی ہوتی ہے۔ ''صحیح بخاری'' جیسی کتاب میں پچاسوں اوہام ہیں' جو شروح میں بیان ہوئے ہیں۔ دیکھئے! مقدمۂ لامع ص:۳۰/۷ اور مقدمۂ فیض الباری' وغیرہ۔

علامہ عبدالقادر قرشی (متوفی ۷۷۵ھ) ''باب الاذان'' میں صاحب ہدایہ کی ایک غلطی بیان کر کے لکھتے ہیں:

'' وقد وقع فی كتاب الهداية والخلاصة أوهام كثيره غير ما ذكرته ، قد بينت ذلک فی کتابی '' العناية بمعرفة احاديث الهداية '' و کتابی '' الطرق والوسائل الى معرفة احاديث خلاصة الدلائل'' وفی کتابی '' تهذيب الاسماء '' والله اعلم۔

(ص۴۴۰ ج۲)

مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ نے بھی ''ہدایہ اور صاحب ہدایہ'' میں ۲۳/ اوہام ذکر فرمائے ہیں۔ دیکھئے! ص۶۱ تا ۶۹۔ (تذکرہ علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی ص۴۳ تا ۴۶)

تنبیہ

علامہ انور شاہ کشمیری اور علامہ محمد زاہد کوثری کو یہ شکایت ہے کہ حافظ ابن حجر حنفیہ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں، بلا وجہ ان کے دلائل میں کلام کر دیتے ہیں اور ان کے دلائل جاننے کے باوجود موقع پر نہیں ذکر کرتے دوسری جگہ لاتے ہیں تا کہ وہ ان سے فائدہ نہ اٹھا سکیں۔ کبھی اپنے علم کے خلاف بھی بول دیتے ہیں، اگر چہ حافظ کا مقام بہت بلند ہے، لیکن مذہبی اختلاف کی وجہ سے ایسا کر گزرتے ہیں۔ امام جلال الدین زیلعی' اسی طرح امام تقی الدین ابن دقیق العید اور محقق ابن الہمام صوفیہ میں سے ہیں، یہ لوگ مخالفین کے ساتھ بہت انصاف سے کام لیتے ہیں، ان پر کوئی زیادتی نہیں کرتے۔ ابن اہمام نے ''فتح القدیر''

میں ہمارے جو دلائل ذکر کئے ہیں' وہ سب ''نصب الرایہ'' سے لئے ہیں، صرف تین جگہوں پر اضافہ کیا ہے، ان میں سے ایک مہر کا مسئلہ اور اس کی مقدار ہے۔

(مقدمہ نصب الرایہ ص۸۔ للشیخ النبوری)

اور ''العرف الشذی'' میں فرمایا کہ: ابن الہمام نے صرف چند جگہوں پر اضافہ کیا، ان میں ایک مہر کے باب میں، اور ایک تطوع کے باب میں، اور ایک قرأت خلف الامام کے باب میں۔

علامہ شیخ محمد عوامہ نے ''نصب الرایہ'' کے مقدمہ میں بحث و تحقیق کے بعد مزید جگہیں تلاش کی ہیں' جہاں ابن الہمام نے ''نصب الرایہ'' پر اضافہ کیا ہے' وہ بارہ جگہیں ہیں۔

(دیکھئے! ص۲۵۳ سے ۲۵۸)

پھر ایسی جگہیں بھی ذکر کیں' جہاں زیلعی نے بعض محدثین کے کلام کو ذکر کر کے گویا ان کو تسلیم کیا، لیکن ابن الہمام نے بحث و تحقیق کر کے یہ بتایا کہ یہ حدیث قابل استدلال ہے، اس کی تین مثالیں ذکر کیں، پھر ایسی جگہیں بھی ذکر کیں' جہاں ابن الہمام نے زیلعی کے پیش کردہ دلائل پر اضافہ کیا' اور مذہب حنفی کو مزید مدلل کیا، ان سب کے لئے دیکھئے! ص ۲۵۹ سے ۲۶۲ ر تک۔ ان کے علاوہ بھی ابن الہمام نے مختلف نوع کے اضافے کئے ہیں، جن کو شیخ محمد عوامہ نے اس مقدمہ میں ذکر کیا ہے۔

مأخذ ومراجع

نوٹ:......اس رسالہ کی ترتیب میں درج ذیل کتابیں ورسائل راقم کے پیش نظر رہے ہیں:

نمبر	نام کتاب	مصنف
۱	ہدایہ اور صاحب ہدایہ کا تعارف...	حضرت مولانا محمد میاں صاحب صدیقی مدظلہ و مفتی عبد الرؤف صاحب سکھروی مدظلہ' مع تعلیق مفتی عبد القیوم صاحب راجکوٹی مدظلہ....
۲	تذکرہ علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی	حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ
۳	مقدمۃ البنایہ...........	حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری...
۴	مقدمہ عین الہدایہ...........	حضرت مولانا سلیم اللہ خاں صاحب مدظلہ.....
۵	ظفر المحصلین...........	حضرت مولانا محمد حنیف صاحب مدظلہ........
۶	تذکرۃ المصنفین (تراجم العلماء)	مولانا مفتی ابو القاسم محمد عثمان صاحب.........
۷	تذکرۂ مصنفین درس نظامی	پروفیسر اختر راہی صاحب ....
۸	ہدایہ علماء کی عدالت میں	حضرت مولانا محمد حبیب اللہ ڈیروی..........
۹	ہدایہ پر اعتراضات کے جوابات..	حضرت مولانا محمد شریف صاحب ....
۱۰	آپ فتویٰ کیسے دیں؟...........	حضرت مولانا سعید احمد پالنپوری مدظلہ.........
۱۱	تجلیات صفدر..................	حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی..........

شیخ الاسلام ابن تیمیہ

ولادت:......۱۰/ربیع الاول ٦٦١ ھ، دوشنبہ۔

وفات:......۲۲/ذی القعدہ ۷۲۸ ھ۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اوصاف وکمالات، آپ کے: ۱۹/تفردات، آپ کی تحریر کے چند اقتباسات۔ تفرد کی تعریف، تفرد کے شرائط، تفرد کے اقسام وغیرہ، اور اکابر کے چند ملفوظات اور تحریریں اس رسالہ میں جمع کی گئی ہیں۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

عرض مرتب وسبب تالیف

محترم مولانا یوسف بن مفتی شبیر احمد صاحب مدظلہ نے حکم فرمایا کہ: میں ان کی کتاب پر بطور تقریظ کچھ لکھوں، موصوف نے اس سے پہلے بھی اپنے چند رسائل پر لکھنے کا حکم فرمایا تھا، مگر اپنی کاہلی ودوسرے اسباب کی بنا پر ان کے حکم کی تعمیل نہ کرسکا، اب موصوف نے اپنی دو تصانیف ''العقد الثمین فی حب النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم ''اور''اقوال الجہابذۃ فی شیخ الاسلام ابن تیمیہ '' پر لکھنے کا حکم فرمایا تو راقم نے دونوں پر لکھنے کا ارادہ کیا، جب''اقوال الجہابذۃ فی شیخ الاسلام ابن تیمیہ '' پر لکھنے کے لئے بیٹھا تو خیال آیا کہ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بارے میں اہل علم کی ایک رائے تو وہ ہے جو موصوف نے بہت تفصیل سے جمع کی ہے، دوسری رائے بھی اہل علم کی ہے ان کے علم سے استفادہ کے ساتھ ان کے تفردات سے اجتناب ضروری ہے، اس لئے خیال آیا کہ دوسری طرف کی بات کا بھی کچھ ذکر ہونا چاہئے، اس لئے یہ چند صفحات بطور مقدمہ کے لکھے تھے، مگر طوالت کے خوف سے ان کی ایک تلخیص کرکے موصوف کی خدمت میں تلخیص بطور تقریظ یا بطور مقدمہ ارسال کردی، اور بقیہ مواد کو اس رسالہ کی شکل میں محفوظ کرنا مناسب معلوم ہوا۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ بہت بڑے آدمی تھے، مجھ جیسے کا ان کے بارے میں کچھ الٹا سیدھا کہنا اور لکھنا سورج کو منہ دکھانے کے مرادف ہے، یہ تو تقریظ کے بہانے چند باتیں قلم پر آگئیں تو ان کو جمع کرلیا۔ اور ان میں بھی میری کوئی بات نہیں، سب میرے اکابر کی تحریریں اور ملفوظات ہیں۔ اللہ تعالی ہم سب کو اعتدال پر چلنے اور اعتدال پر استقامت کے ساتھ جمنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ مرغوب احمد لاجپوری

۶ / رجب ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۳ / مارچ ۲۰۱۹ء، بروز بدھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے کمالات واوصاف

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنے وقت کے باکمال مفسر، عظیم محدث، مسلّم مصنف بے نظیر زاہد، بڑے بہادر اور گوناگوں صفات کے مالک تھے۔ صحیح معنوں میں علم کے سمندر تھے، علماء عزاب میں سے تھے، یعنی شادی اور ازدواجی زندگی پر علم کو ترجیح دی اور تجرد کی زندگی بسر کی۔ امت کی خیر خواہی اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں لاثانی تھے، فقہ، اختلاف مذاہب اور صحابہ وتابعین کا علم رکھنے میں بھی وہ کسی سے کم نہ تھے، علوم عقلیہ پر بھی ان کی گہری نظر تھی، متکلمین کے اقوال ان کی نظروں سے اوجھل نہ تھے، اصول فقہ میں بھی راسخ تھے، دس سال سے کچھ زائد عمر میں سب علوم حاصل کر لئے تھے، بے انتہا ذکاوت اور قوت حافظہ نے ہم عصر فضلاء کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا تھا۔ آپ نے مکمل پاک دامنی، عفت، عبادت اور لباس وطعام میں میانہ روی کے ساتھ نشو ونما پائی۔ کم عمری ہی سے مجالس علمیہ میں حاضری دیتے، اور کبار علماء سے مناظرہ کرتے، اور ان کو لاجواب کر دیتے، انیس سال سے کم عمر میں فتوی دینا شروع کر دیا تھا، اور اسی عمر میں تصنیف وتالیف میں بھی قدم رکھا۔ جمعہ کے روز درس تفسیر ہوتا جس میں اپنی یادداشت سے بغیر توقف کے فصیح زبان میں دو سے زائد کاپیوں کا درس دیتے۔ رجال کی جرح وتعدیل، ان کے طبقات کی تعیین سے مکمل باخبر تھے، صحیح وسقیم ہر طرح کی احادیث ان کے حافظے میں محفوظ تھیں۔ علوم ظاہری کے ساتھ عوم باطنی کے شناور تھے، وہ راتوں کو رونے والے، معمولات کے پابند، شب بیدار، کثرت سے تلاوت کرنے والے اور اللہ تعالی کے سامنے تضرع آہ وزاری میں بھی بے نظیر تھے۔ ایک مرتبہ فجر کے بعد ذکر واذکار میں مشغول ہوئے اور آدھے دن کے قریب

فارغ ہوئے اور فرمایا: یہ میرا ناشتہ ہے، جس دن یہ ناشتہ نہ کروں میری قوت جواب دے دیتی ہے۔ معتقد و ناقد ہر ایک ان کے ذکر خیر میں رطب اللسان تھے ۔

دوست دشمن سب تیرے قائل ہیں مجذوب مگر
کوئی قائل ہے زباں سے کوئی قائل دل سے ہے

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ:

رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان مجھ سے قسم لی جائے تو میں اس بات پر قسم کھانے کے لئے تیار ہوں کہ میری آنکھوں نے ان جیسی شان نہیں دیکھی، اور خود انہوں نے بھی اپنی نظیر نہیں دیکھی۔ (العلماء العزاب۔ امت مسلمہ کے محسن علماء ص ۲۲۳)

ان تمام خوبیوں کے باوجود علماء امت ان کے بارے میں مختلف الآراء ہیں، ایک طبقہ انہیں شیخ الاسلام اور حافظ الحدیث اور فقیہ و مجتہد تک ماننے کو تیار ہیں، اور علماء کی ایک جماعت ان پر تنقید اور ان سے اختلاف کر رہی ہے۔ بعض مسائل میں منفرد رائے رکھنے کی وجہ سے وہ تنقید کا نشانہ بنے، ایک مسئلہ میں تو تکفیر تک کی گئی۔ آپ کے چند تفردات درج ذیل ہیں: (''تفرد'' کے لئے دیکھئے! خاتمہ، ص ۳۴)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے :۱۹ر تفردات

مولانا شبیر احمد صاحب قاسمی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ مسلکا حنبلی ہیں، اور علماء محققین میں شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے تفردات سب سے زیادہ ہیں۔ اور ان کے تفردات کل :۱۷۹ر ہیں۔ ان کے تفردات چار قسموں پر ہیں:

(۱)......ایسے تفردات جن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے قول مشہور کو چھوڑ کر

قول غیر مشہور کو اختیار فرمایا ہے۔ ایسے کل چھبیس (۲۶) تفردات ہیں۔

(۲)......ایسے تفردات جن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مذہب کو چھوڑ کر باقی کسی امام کا مذہب اختیار فرمایا ہے۔ اور ایسے کل سولہ (۱۶) تفردات ہیں۔

(۳)......ایسے تفردات جن میں چاروں اماموں کے مذہب کو ترک کر دیا ہے۔ ایسے کل سترہ (۱۷) تفردات ہیں۔

(۴)......ایسے تفردات جن میں جمہور امت کے اجماع کی مخالفت فرمائی ہے۔ اور ایسے کل انتالیس (۳۹) مسائل ہیں۔ اور ہم ان کے کل: ۱۷۹ر تفردات میں سے علامہ شہاب الدین ابن حجر ہیثمی مکی رحمہ اللہ کی کتاب ''فتاوی حدیثیہ'' کے حوالہ سے خارق اجماع: ۱۸ر تفردات نقل کرتے ہیں، اور ایک تفرد ''ھدیۃ المھتدی'' کے حوالہ سے پیش کرتے ہیں، مگر راقم الحروف کو نیز بعض متبحر علماء کو ان تفردات میں سے بعض کو شیخ رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرنے میں تردد ہے، البتہ ان میں اکثر کو شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرنے میں کوئی تردد نہیں ہے۔

(۱)......شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی ہوتی ہیں۔

(۲)......شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نزدیک جہنم ہمیشہ کے لئے باقی نہیں رہے گی، بلکہ کسی وقت فناء ہو جائے گی، اور تمام کفار بھی بعد میں جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

(۳)......شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نزدیک جس طہر میں جماع کیا ہو اس میں بیوی کو طلاق دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔

(۴)......شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نزدیک حالت حیض میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔

(۵)......شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین سو سے زائد

مسائل میں غلطی کی ہے۔

(۶)......شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نزدیک انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام غیر معصوم ہیں۔

(۷)......شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نزدیک حضور ﷺ کے لئے کوئی جاہ نہیں، اور نہ ہی آپ کو کوئی وسیلہ بنایا جائے گا۔

(۸)......شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نزدیک روضۂ اطہر کی زیارت کے لئے سفر کرنا معصیت ہے۔

(۹)......شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نزدیک عالَم اپنے وقوع کے اعتبار سے قدیم ہے۔

(۱۰)......شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نزدیک-العیاذ باللہ- خدا تعالی فاعل مختار نہیں ہے۔

(۱۱)......شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نزدیک قرآن کریم حادث ہے۔

(۱۲)......شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نزدیک-العیاذ باللہ- اللہ تعالی عرش کے بالکل برابر ہے نہ چھوٹے ہیں نہ بڑے۔

(۱۳)......شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نزدیک-العیاذ باللہ- اللہ تعالی مرکب ہیں، اپنے وجود میں اجزاء کے محتاج ہیں۔

(۱۴)...... مائع اور بہنے والی اشیاء جاندار کے مرنے سے شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نزدیک ناپاک نہیں ہوتیں، مثلاً پانی میں چوہا گر کر مر جائے تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔

(۱۵)......شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نزدیک جنبی کے لئے حالت جنابت میں رات میں نفل پڑھنا جائز ہے۔

(۱۶)......شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نزدیک واقف کی شرط کا اعتبار نہیں۔

(۱۷)......شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نزدیک اجماع کی مخالفت نہ تو کفر کا سبب ہے اور نہ ہی

فسق کا۔

(۱۸)......شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نزدیک جبری ٹیکس حلال ہے۔

(۱۹)......شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: جس طرح میں منبر سے نیچے اترتا ہوں، اسی طرح آسمان سے خداتعالی اترتے ہیں۔(ایضاح المسالک ص۴۷)

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے یہ تمام تفردات اجماع امت کے خلاف ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تحریر کے چند اقتباسات

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے چند اقتباسات درج ذیل ہیں: لکھتے ہیں:

آپ ﷺ کی نماز پڑھنے کی جگہوں پر نماز پڑھنا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی بدعتوں میں سے ہے

(۱)......واما قصد الصلوة فی تلک البقاع التی صلی فیها اتفاقا فهذا لم ینقل عن غیر ابن عمر من الصحابة...... وتحری هذا لیس من سنة الخلفاء الراشدین بل هو مما ابتدع۔(اقتضاء الصراط المستقیم ص۲۹۰)

ترجمہ:......ان جگہوں میں جا کر نماز پڑھنا جہاں حضور ﷺ نے نماز پڑھی تھی تو یہ بات صرف صحابہ میں سے حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے منقول ہے، اس کا اہتمام کرنا خلفاء راشدین (رضی اللہ عنہم) کی سنت نہیں ہے بلکہ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) کی (معاذ اللہ) بدعتوں میں سے ہے۔

آپ ﷺ کے یوم ولادت کے موقع پر خوشیاں منانے پر اجر مل سکتا ہے

(۲)......وکذلک ما یحدثه بعض الناس اما مضاهاة للنصاری فی میلاد عیسی علیه

السلام ، واما محبة للنبی صلی الله علیه وسلم و تعظیما له ، قد یثیبهم الله علی هذه المحبة والاجتهاد ، ولا علی البدع من اتخاذ مولد النبی صلی الله علیه وسلم عیدا۔(اقتضاء الصراط المستقیم ص۲۹۴)

یعنی اس طرح حضور ﷺ کے یوم ولادت کے موقع پر جو لوگ خوشیاں مناتے ہیں، نصاریٰ کی مشابہت اختیار کرتے ہوئے کہ وہ بھی عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے دن کو بطور یادگار مناتے ہیں، یا حضور ﷺ کی محبت اور آپ کی تعظیم میں مسلمان یہ بدعتیں کرتے ہیں، تو بدعتیں تو غیر مشروع رہیں گی، لیکن ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ سے ان کی محبت اور ان کے اجتہاد پر ان کو ثواب دیں۔

(۳)......**فتعظیم المولد واتخاذه موسما ، قد یفعله بعض الناس ویکون له فیه اجر عظیم ، لحسن قصده و تعظیمه لرسول الله صلی الله علیه وسلم**''۔

(اقتضاء الصراط المستقیم ص۲۹۷)

ترجمہ:......حضور ﷺ کی پیدائش کے دن کو جو بعض لوگ خوشی کا دن مناتے ہیں، ان کے لئے اس میں اجر عظیم ہوتا ہے، اس لئے کہ ان کا مقصد نیک ہوتا ہے، اور حضور ﷺ کی تعظیم کی نیت ہوتی ہے۔

کس قدر تعجب کی بات ہے کہ: جن جگہوں میں حضور ﷺ نے نماز پڑھی وہاں جا کر نماز پڑھنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی (معاذ اللہ) بدعت ہے، اور میلاد کو بدعت مانتے ہوئے اس کے انعقاد پر اجر عظیم کی امید۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:

(۴)......**لکن فینبغی ان یعرف ان البدع برید الکفر**''۔

ترجمہ:...... بدعتیں کفر کا بڑا ذریعہ ہیں۔(مجموعہ فتاوی شیخ الاسلام ص۲۹۷ج۱۰)

ایک طرف آپ بدعت کو کفر کا ذریعہ قرار دے رہے ہیں، دوسری طرف میلاد والی بدعت پر اجر عظیم کی امید رکھتے ہیں، اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو (معاذ اللہ) بدعت کا مرتکب گردانتے ہیں۔

اسم مفرد یعنی اللہ اللہ سے ذکر کرنا بدعت، اور غیر شرعی عمل ہے

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں:

(۵)......والذکر بالاسم المفرد مظهرا و مضمرا بدعة فی الشرع۔

ترجمہ:......اللہ اللہ کا کہنا، یا ''ھوُ ھوُ'' کہنا شرعا بدعت ہے۔

(۶)......واما ذکر الاسم المفرد فبدعة لم یشرع۔

(مجموعه فتاوی شیخ الاسلام ص۳۹۶ج۱۰)

ترجمہ:......اسم مفرد یعنی اللہ اللہ سے ذکر کرنا بدعت ہے، اور غیر شرعی عمل ہے۔

علی رضی اللہ عنہ کو معاذ رضی اللہ عنہ سے زیادہ علم والا کہنا جہالت ہے

(۷)......وقوله :'' اعلمهم بالحلال والحرام معاذ بن جبل'' اقرب الی الصحة باتفاق علماء اهل الحدیث من قوله : '' اقضاکم علی'' لو کان مما یحتج به ، واذا کان ذلک اصح اسنادا واظهر دلالة ، علم ان المحتج بذلک علی ان علیا اعلم من معاذ بن جبل جاهل۔(مجموعه فتاوی شیخ الاسلام ص۴۱۰ج۴)

ترجمہ:......حضور ﷺ کا یہ قول کہ: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حلال وحرام کے سب سے زیادہ واقف کار ہیں، حضور ﷺ کے ارشاد کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے ہیں، باتفاق علماء اہل

حدیث زیادہ صحیح ہے، اور جب معلوم ہو چکا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو حضور ﷺ کا ارشاد ہے وہ سند کے اعتبار سے زیادہ صحیح اور دلالت کے اعتبار سے زیادہ واضح ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو حدیث ہے اس سے یہ حجت پکڑنے والا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے زیادہ علم والے تھے، جاہل ہے۔

شاید جمہور علماء میں سے کوئی نہ ہو جن کا مسلک یہ ہو کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے علم میں بڑھے ہوئے اور افضل ہیں۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا عقیدہ تھا کہ انبیاء علیہم السلام گناہوں سے معصوم نہیں

اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام بعد از نبوت گناہ صغیرہ وکبیرہ سے معصوم ہوتے ہیں، اور عصمت نبوت کے لوازم میں سے ہے، مگر ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے گناہوں کا صدور ہوسکتا ہے، البتہ گناہ پر اقرار واصرار نہیں ہوتا ہے، یعنی انبیاء علیہم السلام کو گناہ کے بعد توبہ کی توفیق دی جاتی ہے، یا ان کو کسی مصیبت وابتلاء میں مبتلا کر دیا جاتا ہے جس سے ان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اس عقیدہ کا اظہار فتاوی میں انہوں نے بار بار کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

(۸)......ان الانبیاء صلوات اللہ علیہم معصومون فیما یخیرون بہ عن اللہ سبحانہ، وفی تبلیغ رسالا تہ باتفاق الامۃ ۔(مجموعہ فتاوی شیخ الاسلام ص۲۸۹ ج۱۰)

ترجمہ:......انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام باتفاق امت ان باتوں میں معصوم ہیں جن کو وہ اللہ تعالی کی طرف سے بندوں تک پہنچاتے ہیں۔

پھر آگے چل کر ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

(۹)......وھذہ العصمۃ الثابتۃ للانبیاء ھی التی یحصل بھا مقصود النبوۃ و

الرسالۃ۔

ترجمہ:...... یہ عصمت جو انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے لئے ثابت ہے، اسی سے نبوت و رسالت کا مقصود پورا ہوتا ہے۔ (مجموعه فتاوی شیخ الاسلام ص۲۹۰ ج۱۰)

اس سے آگے چل ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور کھلتے ہیں، اور فرماتے ہیں:

(۱۰)...... والعصمة فيما يبلغونه عن الله ثابتة فلا يستقر في ذلك خطأ۔

(مجموعه فتاوی شیخ الاسلام ص۲۹۰ ج۱۰)

ترجمہ:...... انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے لئے عصمت ان چیزوں میں ثابت ہے، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ بندوں تک پہنچاتے ہیں، اس میں وہ خطا پر برقرار نہیں رہتے ہیں۔

ان تمام عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی طرف صرف پیغام رسانی میں معصوم ہوتے ہیں، یعنی وہ اس میں غلط بیانی اور کذب بیانی سے کام نہیں لیتے ہیں، اور کبھی اس میں بھی ان سے غلطی ہو جاتی ہے، مگر یہ غلطی باقی نہیں رہتی ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح فرما دیتے ہیں، چنانچہ اس کے بعد کی عبارت میں اسی بات کو انہوں نے اس طرح کہا ہے، ذرا ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے ''لیکن'' پر دھیان دیجئے!

شیطان وحی میں انبیاء علیہم السلام کو اپنے وسوسوں کا شکار بنا سکتا ہے

(۱۱)......لكن هل يصدر ما يستدركه الله فينسخ ما يلقي الشيطان ويحكم آياته، هذا فيه قولان: والماثور من السلف يوافق القرآن بذلك۔

(مجموعه فتاوی شیخ الاسلام ص۲۹۰ ج۱۰)

ترجمہ:...... لیکن کیا انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی تبلیغ ورسالت اور وحی من اللہ میں غلطی واقع ہو سکتی ہے؟ جس کو اللہ تعالیٰ بعد میں درست کر دیتے ہیں، اور شیطان جو پیغمبروں کی زبان

پر بات لاتا ہے اسے اللہ تعالی ختم کر کے اپنی آیتوں کو محکم کر دیتے ہیں، پس اس میں دو قول ہیں: اور جو بات سلف سے منقول ہے وہ وہی ہے جو قرآن کے موافق ہے۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی اس عبارت کا حاصل یہ ہے (اوران کا یہ عقیدہ ہے کہ) شیطان وحی ورسالت کی تبلیغ میں انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو اپنے وسوسوں کا شکار بناتا ہے، اوراس کی تائید قرآن سے ہوتی ہے، لیکن اللہ تعالی شیطان کی وحی اور القاء کو باقی نہیں رکھتے، بلکہ اس کو منسوخ کر دیتے ہیں، اور اپنی آیات کو محکم کر دیتے ہیں۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: سلف سے یہی بات منقول ہے، یعنی معاذ اللہ سارے سلف کا یہی عقیدہ تھا کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اللہ تعالی کی طرف سے پیغام رسانی میں شیطانی وسوسوں کا شکار ہوتے ہیں۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی دائمی عادت ہے کہ اپنی بات کو پختہ کرنے کے لئے سلف کے نام کا سہارا لیتے ہیں، جب کہ سلف بیچاروں کو ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے باطل عقیدوں سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا ہے۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام تبلیغ ورسالت میں بالکلیہ معصوم نہیں ہوتے ہیں، اس لئے کہ خود قرآن میں ہے: ﴿ وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیته ﴾۔

یعنی ہم نے اے محمد ﷺ کوئی رسول اور نبی آپ سے پہلے ایسا نہیں بھیجا کہ جب وہ آیات الٰہی کی تلاوت کرتا، تو شیطان نے اس کی تلاوت میں وسوسہ نہ پیدا کیا ہو۔

نیز ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالی کے رسول ﷺ نے جب سورۂ نجم کافروں کے سامنے تلاوت کی تو شیطان نے آپ ﷺ کی زبان پر یہ کلمہ جاری کر دیا: ؎

تلک الغرانیق العلی وان کان شفاعتھن لترتجی

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

(۱۲)......واما الذین قرروا ما نقل عن السلف فقالوا : ھذا منقول نقلا ثابتا لا یمکن القدح فیہ ، والقرآن یدل علیہ بقولہ : ﴿وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی﴾، الخ۔(مجموعہ فتاوی شیخ الاسلام ص۲۹۱ ج۱۰)

ترجمہ:.......جن لوگوں نے اس بات کو ثابت کیا ہے جو سلف سے منقول ہے (یعنی انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام) تبلیغ رسالت میں بھی (حسب زعم ابن تیمیہ رحمہ اللہ) معصوم نہیں ہوتے ہیں، اور شیطان ان کو بھی اپنے وسوسوں کا شکار بنالیتا ہے، ان کا یہ کہنا ہے کہ: ''تلک الغرانیق العلی'' والا واقعہ اس طرح ثابت ہے کہ اس میں کوئی قدح نہیں کی جاسکتی، اور خود قرآن کی آیت: ﴿وما ارسلنا من قبلک﴾ الخ، اس پر دلیل ہے۔

پھر ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اس آیت پاک میں یہ ہے کہ: ﴿فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان﴾ یعنی اللہ تعالی اس کو منسوخ کردیتے ہیں، جو شیطان نبی ورسول کی قرأت میں وسوسہ ڈالتا ہے، اور جب تک کوئی بات پیش نہ آئے اس کے اٹھانے اور منسوخ کرنے کا مطلب ہی کیا ہے؟ اس لئے یہی اصل ہے کہ کوئی رسول اور نبی تبلیغ رسالت میں شیطان کے وسوسوں سے معصوم نہیں رہتا ہے، البتہ اس شیطانی وسوسہ کو اللہ تعالی ان کے ساتھ باقی نہیں رکھتے۔

خیر یہ تو تبلیغ رسالت اور وحی الہی میں معصوم ہونے اور نہ ہونے کی بات تھی، لیکن عام گناہوں سے خواہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام ورسل معصوم ہوتے ہیں یا نہیں؟ تو ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا عقیدہ یہ ہے کہ: انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام ان سے معصوم نہیں

ہوتے ہیں کہ ان سے گناہوں کا صدور نہ ہو، بلکہ ان کی عصمت کا تعلق اس سے ہوتا ہے کہ وہ گناہوں پر باقی نہیں رہنے دیئے جاتے ،اس بات کو ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی پیچ دار اور الجھی ہوئی اور گھماؤ پھراؤ والی عبارت میں اس طرح کہتے ہیں:

(۱۳)......واما العصمة فی غیر ما یتعلق بتبلیغ الرسالة فهل هو ثابت بالعقل والسمع ؟ ومتنازعون فی العصمة من الکبائر والصغائر ومن بعضها ام هل العصمة انما هی فی الاقرار علیها ؟ ام لا یجب القول بالعصمة الا فی التبلیغ فقط ، وهل تجب العصمة من الکفر والذنوب قبل المبعث ام لا؟ ۔

(مجموعه فتاوی شیخ الاسلام ص۲۹۰ ج۱۰)

ترجمہ:......تبلیغ رسالت کے علاوہ امور میں انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام معصوم ہوتے ہیں یا نہیں؟ تو لوگوں کا اختلاف ہے کہ کیا یہ عصمت عقلاً ثابت ہے یا کتاب وسنت سے؟ پھر ان کا اختلاف ہے کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا معصوم ہونا گناہ کبیرہ وصغیرہ دونوں سے ہے یا بعض سے؟ یا انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے معصوم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ صرف اللہ کا پیغام پہنچانے میں معصوم ہیں؟ اور کیا بعثت سے پہلے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کفر اور گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں کہ نہیں؟ ۔

دیکھئے ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ایک اتفاقی بات کو کیسا اختلافی بنا دیا ہے، تمام اہل سنت کے نزدیک انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا بعد البعثت ہر طرح کے گناہوں سے معصوم ہونا اور قبل البعثت کفر اور شرک سے معصوم ہونا بلکہ قبل البعثت بھی ہر طرح کے گناہوں سے معصوم ہونا طے شدہ امر ہے، اور اجماعی مسئلہ ہے، ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس اتفاقی بات کو کس طرح متنازع فیہ مسئلہ بنا کر پیش کیا ہے، اور ان کی غرض اس سے یہ ہے کہ وہ اس طرح اپنی

بات کا جوان کا عقیدہ اور مسلک ہے اب جب پیش کریں گے تو ان کی طرف کسی کی انگلی نہیں اٹھے گی، چنانچہ اس کے بعد وہ اپنا عقیدہ اور مسلک پیش کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

(۱۴)......والقول الذی علیه جمهور الناس وهو الآثار المنقولة من السلف اثبات العصمة من الاقرار علی الذنوب مطلقا۔ (مجموعه فتاوی شیخ الاسلام ص۲۹۳ ج۱۰)

ترجمہ:......انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں، ان سے گناہ صادر بھی ہوتے ہیں، صغیرہ بھی اور کبیرہ بھی، بس اتنا ہے کہ ان کو گناہوں پر باقی نہیں رکھا جاتا۔ یہی جمہور کا عقیدہ ہے، اور سلف سے بھی اس کے بارے میں آثار منقول ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کے مطلقاً معصوم ہونے کا عقیدہ رافضیوں کا ہے

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا مذہب تھا کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے مطلقاً معصوم ہونے کا عقیدہ رافضیوں کا ہے:

(۱۵)......و اول من نقل منهم من طوائف الامة القول بالعصمة مطلقا ....الرافضية۔ (مجموعه فتاوی شیخ الاسلام ص۳۲۰ ج۴)

کیا اہل سنت والجماعت کا اور جمہور مسلمین کا یہی عقیدہ ہے؟ اور یہ عقیدہ رکھنے والا اہل سنت والجماعت کا فرد شمار ہوسکتا ہے؟

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا عقیدہ ہے کہ: اللہ تعالی کی ذات محل حوادث ہے

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا عقیدہ ہے کہ: اللہ تعالی کی ذات کے ساتھ حوادث کا قیام ہوسکتا ہے، اس بات کو ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مختلف انداز سے اپنے "فتاوی" میں بار بار بیان کیا ہے، مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں:

(۱۶)......و من هنا یظهر (الاصل الثانی) الذی تبنی علیه افعال الرب تعالی اللازمة

والمتعدية وهو انه سبحانه هل تقوم به الامور الاختيارية المتعلقه بقدرته و مشيئته ام لا ؟ فمذهب السلف و ائمة الحديث .... جواز ذلک۔

ترجمہ:......کیا اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ وہ افعال لازمہ اور متعدیہ امور اختیاریہ جن کا تعلق اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مشیت سے ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ان کا قیام ہوتا ہے یا نہیں؟ تو سلف اور ائمہ حدیث کا مذہب یہ ہے کہ یہ جائز ہے۔

(مجموعہ فتاوی شیخ الاسلام ص۵۳۶ ج۵)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

(۱۷)......واما دنوه نفسه و تقربه من بعض عباده ، فهذا يثبته من يثبت قيام الافعال الاختيارية بنفسه و مجيئه يوم القيامة و نزوله واستوائه على العرش ، وهذا مذهب ائمة السلف وائمة الاسلام المشهورين واهل الحديث والنقل عنهم بذلک متواتر۔(مجموعہ فتاوی شیخ الاسلام ص۴۶۶ ج۵)

ترجمہ:......اللہ تعالیٰ کا خود ہی بعض بندوں سے قریب ہونا تو اس کو وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت مانتے ہیں، جن کا مذہب یہ ہے کہ افعال اختیاریہ کا قیام اور اللہ تعالیٰ کا قیامت کے روز آنا اور ان کا آسمان سے اترنا اور ان کا عرش پر مستوی ہونا اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہے، اور یہ ائمہ سلف اور مشہور ائمہ اسلام اور اہل حدیث کا مذہب ہے، اور ان سے ان کا یہ مذہب بتواتر ثابت ہے۔

ایک جگہ لکھتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ کے لئے لازم اور متعدی دونوں فعل ثابت ہیں، اور اسی پر قرآن سے دلیل ہے، اور یہی سلف اور ائمہ سنت کا مذہب ہے۔ پھر لکھتے ہیں:

(۱۸)......وهٰؤلاء يقولون انه يأتي و يجئي و ينزل و يستوي و نحو ذلک من

الافعال، کما اخبر من نفسه ، وهذا هو الکمال۔

(مجموعه فتاوی شیخ الاسلام ص۲۰ ج۸)

ترجمہ:......ائمۂ سلف اور ائمہ سنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالی آتے ہیں اور جاتے ہیں اور اترتے ہیں اور قرار پکڑتے ہیں، اور اس کے علاوہ اللہ تعالی کے دوسرے اسی قسم کے افعال ہیں جیسا کہ اللہ تعالی نے اپنے بارے میں اس کی خبر دی ہے، اور اللہ تعالی کی ذات کے لئے یہ کمال ہے۔

حضرت موسی علیہ السلام پر بے کمالی کے الزام کی جرأت

ابن تیمیہ رحمہ اللہ یہ بتلاتے ہوئے کہ بندہ پر فنا کی کیفیت کا طاری ہونا اور اللہ تعالی کا نام سن کر اس کا غش کھا جانا یہ کمال نہیں بلکہ اس کا نقص ہے، اور بندہ کو اس میں معذور سمجھا جاتا ہے، اس کی مثال میں فرماتے ہیں:

(۱۹)......کما عذر موسی صلی الله علیه وسلم لما صعق حین تجلی ربه للجبل ، ولیس هذا الحال غایة السالکین ولا لازما لکل سالک ، ومن الناس من یظن انه لا بد لکل سالک منه فلیس کذلک ، فنبینا محمد صلی الله علیه وسلم والسابقون الاولون هم افضل وما اصاب احدا منهم هذا الفناء ولا صعق ولا مات عند سماع القرآن۔(منهاج السنة ص۸۹ ج۳)

ترجمہ:......جیسا کہ حضرت موسی علیہ السلام معذور تھے جب کہ تجلی رب کے وقت انہوں نے چیخ ماری، لوگ سمجھتے ہیں کہ فنا کی کیفیت کا طاری ہونا ہر سالک کے لئے لازم ہے یہ درست نہیں، ہمارے نبی ﷺ اور صحابہ میں سے سابقین اولین جو لوگ کہ افضل تھے نہ انہیں کبھی یہ فنا لاحق ہوا، اور نہ ان کے منہ سے چیخ نکلی، نہ قرآن سنتے وقت ان میں کا کوئی

مرا۔

ناظرین غور فرمائیں کہ اس موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ان کی بے کمالی کو بتلانے کے لئے ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتنی بڑی جرأت ہے، اور پھر مثال میں حضور ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام کا ذکر کر کے گویا یہ بتلانا ہے کہ صحابہ کرام کمال ایمانی وکمال باطنی اور قوت قلبیہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑھے ہوئے تھے، کیا اس طرح کی بات کوئی اہل سنت اپنی زبان سے نکال سکتا ہے؟

(کیا ابن تیمیہ علماء اہل سنت والجماعت میں سے ہیں ص۴۴)

حضرت مدنی کا 'امام اہل سنت' اور 'شیخ الاسلام' کے الفاظ پر اظہار تعجب

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

(ایک)......ابن تیمیہ رحمہ اللہ زیارت قبر نبوی ﷺ کے لئے حاضری کو ناجائز فرماتے ہیں، حالانکہ علماء سنت کا اس پر اتفاق ہے، صرف علامہ اس کے مخالف بلکہ منکر ہیں۔

(دو)......علماء کتاب وسنت کا مشہور مذہب ہے اور معتبر حدیث "بحق السائلین علیک" کی بنا پر کہ بحرمت فلاں یا ببرکت فلاں یا بحق فلاں وغیرہ کے ذریعہ دعا کرنا اور وسیلہ بنانا جائز ہے۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس کو ناجائز فرماتے ہیں۔

(تین)......نماز کے تارک پر زکوۃ صرف نہیں ہوسکتی۔

(چار)......حلف بالطلاق میں ائمہ اربعہ وغیرہم کے مذاہب حقہ کے خلاف ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فتوی دیا اور اس کو جائز سمجھا۔

(پانچ)......ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نزدیک حیض کے لئے نہ اقل مدت ہے اور نہ اکثر، اور نہ دو حیض کے درمیان اقل طہر کی کوئی مدت ہے، اور نہ اسی طرح سن ایاس کی کوئی مدت ہے،

فقط عورت کا تجربہ کافی ہے۔

(چھ)......قصر نماز ہر چھوٹے بڑے سفر میں جائز ہے، یعنی فرسخ وغیرہ کی کوئی قید نہیں، گھر سے اپنے بازار یا دو چار کوس پر گئے تو قصر جائز ہے۔

(سات)......ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نزدیک سجدۂ تلاوت کے لئے طہارت شرط نہیں ہے، ائمۂ اربعہ وغیرہم اس کے خلاف ہیں۔

(آٹھ)......علامہ ابن حجر رحمہ اللہ اپنے "فتاوی حدیثیہ" میں بعض اجلاء عصر سے نقل کر کے اور خود مقام صالحیہ کی پہاڑی مسجد میں منبر پر ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو یہ کہتے سنا کہ: "لسیدنا عمر رضی الله عنه غلطات ای غلطات"۔

اس طرح کے دو چار نہیں بلکہ بیسیوں مسائل ہیں جن میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ نہ تو کسی کے مقلد اور نہ تحقیقی طور پر مجتہد منتسب، باوجود صریح انحراف مسلک اہل سنت والجماعت کے ابن تیمیہ رحمہ اللہ مقبول، امام اہل سنت اور شیخ الاسلام کے الفاظ سے یاد کئے جائیں۔

(مکتوبات شیخ الاسلام ص ۱۰۱ ج ۴)

میں ابن تیمیہ کا معتقد نہیں، ان کو شیخ اکبر رحمہ اللہ کی تکفیر کرنا مبارک ہو

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں:

مدینہ منورہ کے قیام میں ان کی تصنیفات اور رسائل دیکھے ہیں، اور بعض ایسی کتابیں بھی دیکھی ہیں جو ہندوستان میں شاید کسی کتب خانہ میں موجود ہوں، جو خالص ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی افتاد طبع کی آئینہ دار تھیں۔ ان سب سے میں اس نتیجہ پر علی وجہ البصیرۃ پہونچا ہوں کہ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا تبحر مسلم، علم سے زیادہ ذہانت وذکاوت تسلیم، باوجود اس کے اشاعرہ اور محی الدین ابن عربی شیخ اکبر رحمہم اللہ جیسے عارف اور محقق کی تکفیر۔ مسائل فقہی

میں ائمہ اربعہ کے مسلک سے انحراف اور اہل سنت والجماعت کے طریقہ سے کھلا ہوا عدول اور تجاوز ان کے اندر موجود ہے۔ میں ان کا معتقد نہیں، ان کو شیخ اکبر رحمہ اللہ کی تکفیر کرنا مبارک ہو، میں ان کی تکفیر نہیں کرتا۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ص ۳۹۰ ج ۴)

جب ابن تیمیہ نے اجتہاد کی جرأت کی تو وہ راہ صواب سے دور ہو گئے

استاذ محترم حضرت مولانا ابوبکر غازیپوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ علم و فضل کے اس مقام پر تھے کہ وہ کسی ایک امام کی تقلید نہ کریں، البتہ چونکہ وہ خود مجتہد مطلق نہیں تھے اس وجہ سے عام مسائل میں وہ اجتہاد سے بچتے تھے، اور جہاں انہوں نے اجتہاد کرنے کی ہمت کی امت مسلمہ نے ان کا اجتہاد رد کر دیا، مثلا: انہوں نے ائمۂ اربعہ کے خلاف یہ اجتہاد کیا کہ ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہی شمار ہوگی، تو امت نے سوائے چند آزاد فکروں کے ان کا یہ اجتہاد رد کر دیا، اور ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا یہ قول شاذ قرار پایا۔

اسی طرح انہوں نے آنحضور ﷺ کے روضۂ مبارک کی زیارت کی نیت سے سفر کرنے کو حرام قرار دیا، تو امت نے اس کو بھی رد کر دیا۔ اور ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا یہ قول نہایت قبیح قول قرار پایا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ''فتح الباری'' میں فرماتے ہیں: ''وھی من ابشع المسائل المنقولة عن ابن تیمیة''۔

یعنی ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے جو (شاذ مسائل) منقول ہیں ان میں یہ قبیح ترین مسئلہ ہے۔

پھر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: '' فانھا من افضل الاعمال واجل القربات الموصلة الی ذی الجلال، وان مشروعیتھا محل بلا نزاع''۔

یعنی آنحضور ﷺ کے روضہ اقدس کی زیارت افضل اعمال میں سے ہے، اور عظیم تر

ثواب کا کام ہے، یہ وہ عمل ہے کہ جو اللہ تعالی تک بندوں کے پہنچانے کا ذریعہ ہے، قبر شریف کی زیارت کا مسئلہ بلا کسی اختلاف کے اجماعی ہے۔

بہر حال عرض یہ کرنا ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ عموما فقہی و شرعی مسائل میں ائمہ اربعہ کے دائرہ سے باہر نہیں نکلتے تھے، اور انہیں کے اقوال میں سے کسی قول کو اختیار کرتے تھے اور اسی پر فتوی دیتے تھے، اور جب انہوں نے کہیں خود اجتہاد کرنے کی جرأت کی تو وہ راہ صواب سے دور ہو گئے اور امت نے ان کے قول کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

(ارمغان حق ص ۲۸۸ ج ۲)

علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے شدید مخالف تھے

حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ- جو ہمایوں کے زمانے میں ہوئے ہیں، اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے بہت بعد میں ہیں حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ جن کو ''مقدمہ فیض الباری'' (ج۱، ص ۴۵) میں حنابلہ سے شمار کیا ہے -کے شدید مخالف ہیں، اپنی کتاب ''فتاوی حدیثیہ'' میں لکھتے ہیں :

''ولا تصح ما فی کتب ابن تیمیة و تلمیذه ابن قیم الجوزیة ، ممن اتخذ الهه هواه و اضله الله علی علم و ختم علی سمعه و قلبه و جعل علی بصره غشاوة''۔

ایک جگہ لکھا کہ: اللہ تعالی آسمان سے ایسی بجلی گرائے جو ابن تیمیہ اور ان کے ہم خیال لوگوں کو جلا کر زمین کو پاک وصاف کر دے۔

علامہ تاج الدین سبکی رحمہ اللہ نے بھی ''طبقات کبری'' میں: ۳۲/صفحات کے اندر ابن تیمیہ کا رد کیا ہے۔

علامہ کشمیری رحمہ اللہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے معتقد تھے، مگر ان پر رد بھی کیا

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ ابن تیمیہ کے معتقد تھے، مگر ''فیض الباری'' (ج ۴) میں انہوں نے بھی ان پر رد کیا۔ ۱۸/مقامات پر تو خود میں نے نشان لگایا ہے جن میں ابن تیمیہ پر رد ہے۔ (ملفوظات فقیہ الامت ص ۳۶، قسط: ثالث)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ، ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو ''سلطان القلم'' کہتے تھے

ابن تیمیہ نے اہل بیت کے متعلق تفریط سے کام لیا ہے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ ان کو اور ان کے شاگرد ابن قیم کو ''سلطان القلم'' کہتے تھے کہ: جب لکھنے پر آتے ہیں تو لکھتے ہی چلے جاتے ہیں، یہ نہیں دیکھتے کس کا سر پھوٹ رہا ہے، کون کس سے ٹکرا رہا ہے، کس کو کیا چوٹ آئی۔

شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''کلام او مردود است''

شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ نے ابن تیمیہ کے متعلق ''فتاوی عزیزی'' میں لکھا ہے: ''کلام او مردود است''۔ یعنی ابن تیمیہ کا کلام قابل قبول نہیں۔

علامہ افغانی رحمہ اللہ کی ''الجواہر البہیہ'' ابن تیمیہ رحمہ اللہ پر رد ہے

مولانا شمس الدین افغانی رحمہ اللہ کی کتاب ''الجواہر البہیہ علی شرح العقائد النسفیہ'' برائے نام شرح ہے، اصل میں تو وہ ابن تیمیہ پر رد ہے۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ علامہ عثمانی اور حضرت سہارنپوری رحمہما اللہ کی نظر میں

البتہ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ ابن تیمیہ کے معتقد ہیں۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ ''بذل المجہود'' میں بعض جگہ ان کو

''شیخ الاسلام'' کہہ کر ان کا کلام نقل کرتے ہیں۔ بعض جگہ ان کی بات نہیں لیتے، مگر ''تذکرۃ الحفاظ'' (ص۳۱۶) میں نقل کیا ہے: جو شخص ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام کہے اس پر کفر کا حکم ہے،

''ثم صار یصرح (ای العلاء البخاری) فی مجلسه : بان من اطلق علی ابن تیمیة ''شیخ الاسلام'' یکفر بهذا الاطلاق ''۔ (ملفوظات فقیہ الامت ص۴۱، قسط: سابع: ۷)

ابن تیمیہ رحمہ اللہ علامہ کشمیری رحمہ اللہ کی نظر میں

حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

میرا خیال ہے کہ ابن تیمیہ گو پہاڑ ہیں علم کے، مگر ''کتاب سیبویہ'' کو نہیں سمجھ سکے ہوں گے، کیونکہ عربیت اونچی نہیں ہے۔ فلسفہ بھی اتنا جانتے ہیں کہ کم اتنا جاننے والے ہوں گے، مگر ناقل ہیں، حاذق نہیں ہیں۔

معقولات کا حاضر رکھنے والا بھی ان جیسا کم ہوا ہے، مطالعہ بھی بہت زیادہ ہے، مگر باوجود اس کے کچی بات کو اختیار کر لیتے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حاذق نہ تھے۔ سیبویہ کی سترہ غلطیاں نکالی ہیں، اور میرا خیال ہے کہ خود ہی غلط سمجھے ہوں گے۔

(ملفوظات محدث کشمیری رحمہ اللہ ص۲۳۶)

اکثر علماء اسی کے قائل ہیں کہ روضۂ مقدسہ نبویہ عرش سے بھی افضل ہے، صرف ابن تیمیہ رحمہ اللہ توقف کرتے نظر آتے ہیں۔

مجاہد رحمہ اللہ سے مرسل صحیح مروی ہے کہ: بروز قیامت جب حق تعالی کی تجلی ہوگی عرش پر تو آنحضرت ﷺ عرش پر داہنی طرف ہوں گے۔ (گویا اس روز بھی حضور علیہ السلام کو یہ عظیم منقبت حاصل ہوگی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حق تعالی کی تجلی خاص طور سے اپنی سب سے بڑی مخلوق عرش پر ہوگی۔ یہ نہیں کہ وہ خود بھی عرش پر بیٹھا ہوگا یا کسی خاص جہت میں ہوگا

وغیرہ)۔

پھر فرمایا کہ: مدفن مبارک کے علاوہ باقی مدینہ منورہ مفضول ہے بیت اللہ سے، احد کے پیچھے پہاڑ ہے، عیر، اور مغربی جانب میں ہے عایر، ان دونوں پہاڑوں کے درمیان میں حرم مدینہ ہے۔ (ملفوظات محدث کشمیری رحمہ اللہ ص ۲۳۸)

ابن مطہر حلی کی تنقید قابل تحسین ہے، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تنقیص نا قابل قبول

حافظ الدنیا ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے علاوہ دیگر تنقیدات کے لکھا ہے کہ: علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ''منہاج السنۃ'' میں ابن مطہر حلی کا رد کرتے ہوئے احادیث صحیحہ ثابتہ کو گرا دیا ہے۔

اور ''درر کامنہ'' میں یہ بھی نقد کیا ہے کہ: انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تنقیصِ شان بھی کی ہے۔.....

جہاں تک ابن مطہر حلی کی ہفوات کا تعلق ہے علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تحقیق و تنقید قابل تحسین ہے، لیکن اس کی ضد میں آ کر جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تنقیص وہ کر گئے وہ ہر گز قابل قبول نہیں ہے۔

سب سے بہتر و محتاط فیصلہ حافظ ابن حجر اور علامہ ذہبی رحمہما اللہ وغیرہ کا یہی ہے کہ: علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے علمی نوادر سے استفادہ کیا جائے اور ان کے تفردات خلاف جمہور سے صرف نظر کیا جائے (جو کثیر تعداد میں غیر معمولی، اصولی وفروعی ہیں) اور اسی طریقہ کو ہمارے اکابر نے بھی پسند کیا ہے۔ (ملفوظات محدث کشمیری رحمہ اللہ ص ۳۷۰)

نزول رب تعالیٰ اور ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا مسلک

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ نے حدیث:

''ینزل اللہ تبارک و تعالی الی السماء الدنیا کل لیلۃ''۔

(ترمذی، باب فی نزول الرب تبارک و تعالی الی السماء الدنیا کل لیلۃ، ابواب الصلوۃ)

کی تشریح میں اس مسئلہ پر بہت عمدہ کلام فرمایا ہے، اس سے علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا مسلک بھی واضح ہوجاتا ہے اور جمہور سلف کے مسلک کی بھی وضاحت ہوجاتی ہے، موصوف فرماتے ہیں:

حدیث کا منشأ تو واضح ہے کہ رات کا پہلا تہائی حصہ گذرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت بندوں پر متوجہ ہوتی ہے، اور مقصد یہ ہے کہ بندے اس وقت سے فائدہ اٹھائیں، اور اس کو عبادات اور دعاء و مناجات میں صرف کریں۔ حدیث کا عملی پیغام تو یہی ہے، اور اصل اہمیت اسی پیغام کو حاصل ہے، لیکن چونکہ حدیث میں الفاظ یہ فرمائے گئے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ ثلث لیل گذرنے پر سماء دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں، اس لئے اس حدیث میں بڑے معرکۃ الآراء کلامی مسائل پیدا ہوگئے جو کسی زمانے میں بحث و مناظرہ اور نزاع و جدال کا سبب بنے رہے ہیں، اب اگرچہ ان مباحث میں وہ شدت باقی نہیں رہی، اور وہ فرقے بھی ختم ہوگئے جن کی وجہ سے یہ مباحث ابھرے تھے، لیکن چونکہ ان مسائل کے تذکرے سے قدیم کتابیں لبریز ہیں، اور اصل مسئلے کی حقیقت سمجھنی بھی ضروری ہے، اس لئے اس بحث کا بہت مختصر خلاصہ یہاں بیان کیا جاتا ہے۔

جن احادیث میں باری تعالیٰ کے لئے ''نزول'' یا کوئی اور ایسا فعل ثابت کیا گیا ہے جو بظاہر حوادث کی صفت ہے، اس کے بارے میں بنیادی طور پر چار مذاہب مشہور ہیں:

(۱)...... پہلا مذہب مُشبّہہ کا ہے: جو ان الفاظ کو ان کے ظاہر اور حقیقی معنی پر محمول کرتے ہیں اور یہ کہتے کہ (معاذ اللہ) یہ صفات اللہ تعالی کے لئے اسی طرح ثابت ہیں جس طرح حوادث میں ثابت ہوتی ہیں۔ یہ مذہب باطل محض ہے، اور جمہور اہل سنت اس کی ہمیشہ تردید کرتے آئے ہیں۔

(۲)......دوسرا مذہب معتزلہ اور خوارج کا ہے: جو باری تعالی کی صفات کا انکار کرتے ہیں، اور حدیث نزول اور اس جیسی دوسری احادیث کو صحیح نہیں مانتے۔ یہ مذہب بھی باطل محض ہے۔

(۳)......تیسرا مذہب جمہور سلف اور محدثین کا ہے: جن کا کہنا ہے کہ یہ احادیث متشابہات میں سے ہیں ''نزول'' کے ظاہری معنی جو تشبیہ کو مستلزم ہیں وہ تو مراد نہیں، باری تعالی کے لئے ''نزول'' کو اتباعاً للنصوص ثابت مانا جائے گا، لیکن اس کے معنی مراد اور اس کی کیفیت کے بارے میں توقف وسکوت کیا جائے گا، اور اس میں خوض نہیں کیا جائے گا۔ان حضرات کو ''مفوّضہ'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

(۴)...... چوتھا مذہب متکلمین کا ہے: جو یہ کہتے ہیں کہ: ان الفاظ کا ظاہری مفہوم ہرگز مراد نہیں، کیونکہ وہ تشبیہ کو مستلزم ہے، لیکن ان کے مجازی معنی مراد ہیں، مثلاً ''نزول'' سے مراد ''نزول رحمت'' یا ''نزول ملائکہ'' ہے، ان حضرات کو ''مؤوِّلہ'' کہتے ہیں۔اوران کی بھی دو قسمیں ہیں: بعض حضرات ان الفاظ کی ایسی تاویل کرتے ہیں جو لغۃً اور استعمالاً بے تکلف ہوتی ہے، اور بعض حضرات دور از کار تاویلات اختیار کرتے ہیں جو بعض اوقات تحریف کی حد تک پہنچ جاتی ہیں۔

ان چار مذاہب میں سے پہلے دو مذہب تو باطل ہیں، اور علمائے اہل حق میں سے کوئی

ان کا قائل نہیں ہوا، البتہ اہل حق کے درمیان ''تفویض'' اور ''تاویل'' کا اختلاف جاری رہا ہے۔ محدثین کا عام طور سے رجحان ''تفویض'' کی طرف ہے، اور متکلمین کا ''تاویل'' کی طرف۔ اور بعض محدثین نے دونوں میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ جس جگہ بے تکلف تاویل ممکن ہو وہاں تاویل اختیار کر لی جائے، اور جہاں بے تکلف تاویل ممکن نہ ہو، بلکہ اس کے لئے تکلف کرنا پڑے وہاں تفویض بہتر ہے۔

اور حضرت شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب ''الیواقیت والجواہر'' میں (ص۱۰۴ ج۱) پر لکھا ہے کہ: ان دونوں مذہبوں میں سے تفویض اولی ہے، اس لئے ہم جو بھی تاویل کریں گے، خواہ وہ کتنی بے تکلف کیوں نہو، وہ ہمارے ذہن کی اختراع ہوگی، اور اس میں غلطی کا بھی امکان ہے، اور اس میں آراء کا اختلاف بھی ہوسکتا ہے، اس لئے صفات باری جیسے نازک مسئلے میں اپنی رائے کو نصوص پر ٹھونسنا لازم آئے گا، اور تفویض میں یہ اندیشہ نہیں۔ البتہ شیخ شعرانی رحمہ اللہ، شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کے اس قول کی تائید فرماتے ہیں کہ: جس شخص سے یہ خطرہ ہو کہ اگر اس کے سامنے تاویل نہ کی گئی تو وہ کسی شک میں یا کسی بداعتقادی میں مبتلا ہو جائے گا، اس کے لئے تاویل کا راستہ اختیار کرنے کی گنجائش ہے۔

یہ ہے اس مسئلے میں مذاہب کا خلاصہ۔

اب یہاں علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے موقف کو بھی سمجھ لینا ضروری ہے۔ یہ بات بہت مشہور ہوگئی ہے کہ وہ (معاذ اللہ) تشبیہ کے قائل یا کم از کم اس کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ اور یہ قصہ بھی مشہور ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ دمشق کی جامع مسجد کے منبر پر تقریر کرتے ہوئے حدیث باب کی شرح کی، اور اس تشریح کے دوران خود منبر سے دو سیڑھیاں اتر کر کہا

کہ: ''ینزل کنزولی ھذا''یعنی باری تعالیٰ کا نزول میرے اس نزول کی طرح ہوتا ہے۔

اگر یہ واقعہ ثابت ہو تو بلاشبہ نہایت خطرناک بات ہے، اور اس سے لازم آتا ہے کہ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تشبیہ کے قائل ہیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ تحقیق سے اس واقعے کی نسبت علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی طرف ثابت نہیں ہوتی۔ دراصل یہ واقعہ کسی مستند طریقے سے ثابت نہیں، بلکہ یہ سب سے پہلے ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامے (ص ۵۷ ج ۱) میں ذکر کیا ہے، اور کہا ہے کہ: میں نے خود علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو جامع دمشق کے منبر پر تقریر کرتے ہوئے دیکھا، وہ تقریر کے دوران منبر سے دو سیڑھیاں نیچے اترے اور کہا کہ: ''ینزل کنزولی ھذا''۔

لیکن محققین نے سفر نامۂ ابن بطوطہ کی اس حکایت کو معتبر نہیں مانا، جس کی وجہ یہ ہے کہ اسی سفر نامے کے صفحہ: ۵۰ ج ۱ / پر تصریح ہے کہ ابن بطوطہ جمعرات: ۹ / رمضان ۷۲۶ھ کو دمشق پہنچا ہے، حالانکہ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ شعبان ۷۲۶ھ کے اوائل ہی میں دمشق کے قلعے میں قید ہو چکے تھے، اور اسی قید کی حالت میں: ۲۰ / ذیقعدہ ۷۲۸ھ کو ان کی وفات ہوگئی، لہٰذا یہ بات تاریخی اعتبار سے ممکن نظر نہیں آتی کہ وہ رمضان ۷۲۶ھ میں جامع دمشق میں خطبہ دے رہے ہوں۔ [1]

---

[1]...... حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالنپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامے میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ: وہ دمشق پہنچا، جمعہ کی نماز کے لئے جامع مسجد گیا، نماز کے بعد ایک صاحب تقریر کے لئے منبر پر چڑھے اور وعظ شروع کیا، انہوں نے حدیث بیان کی کہ جب رات کا اتنا حصہ باقی رہ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ سمائے دنیا پر اترتے ہیں، جب یہ حدیث بیان کی تو ایک شخص نے پوچھا: ''کیف ینزل؟'' اللہ تعالیٰ کیسے اترتے ہیں؟ اس نے یہ کیوں پوچھا؟ آج اگر کوئی مقرر یہ حدیث بیان کرتا ہے تو مجمع میں سے کوئی نہیں پوچھتا، اس وقت کیوں پوچھا؟ یہ ابن تیمیہ

ادھر سفر نامۂ ابن بطوطہ خود ابن بطوطہ کا لکھا ہوا نہیں ہے، بلکہ اسے ان کے شاگرد ابن جزی الکلبی نے مرتب کیا ہے، اور وہ ابن بطوطہ سے حالات زبانی سن کر انہیں اپنے الفاظ میں قلمبند کرتے تھے، اس لئے اس میں غلطیوں کا کافی امکان ہے۔

جہاں تک اس سلسلے میں علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے صحیح موقف کا تعلق ہے، اس موضوع پر ان کی ایک مستقل کتاب ہے، جو ''شرح حدیث النزول'' کے نام سے شائع ہوچکی ہے، اور اس میں علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے تشبیہ کی سختی کے ساتھ تردید فرمائی ہے، مثلاً صفحہ:۵۸/ پر لکھتے ہیں: ''ولیس نزولہ کنزول اجسام بنی آدم من السطح الی الارض بحیث یبقی السقف فوقھم ، بل اللہ منزہ عن ذلک''۔

اس کتاب میں علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا دعوی یہ ہے کہ ان کا مسلک اس باب میں

رحمہ اللہ کا دور تھا، اور انہوں نے صفات کا مسئلہ چھیڑ رکھا تھا، اس لئے کسی نے پوچھا: ''کیف ینزل ؟'' واعظ منبر سے نیچے اترا اور کہا: ''ھکذا ینزل'' اس طرح اللہ تعالی اترتے ہیں، ابن بطوطہ لکھتا ہے: لوگوں نے اس کی خوب پٹائی کی، ابن بطوطہ نے لوگوں سے پوچھا: یہ کون.....ہے؟ لوگوں نے بتایا: یہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ہیں۔

اس واقعہ پر لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ یہ واقعہ غلط ہے، کیونکہ جس زمانہ میں ابن بطوطہ دمشق پہنچا ہے اور جتنے دن وہاں رہا ہے ان دنوں میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ جیل میں تھے پھر یہ واقعہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ: وہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نہیں ہوں گے تو کوئی اور ابن تیمی ہوگا، جو ان کے خیالات سے متأثر ہوگا، اور مسافر ان دونوں باتوں میں فرق نہیں کرسکتا، بہر حال یہ جھوٹا واقعہ نہیں، ابن بطوطہ کا سفر نامہ دو جلدوں میں چھپا ہوا ہے، پوری کتاب میں کسی بات پر کسی نے انگلی نہیں اٹھائی، آخر یہی واقعہ ابن بطوطہ نے جھوٹا کیوں لکھ دیا؟۔ (علمی خطبات ص۱۲۴ ج۱)

نوٹ:...... یہ بھی ممکن ہے کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو جیل سے جمعہ کی نماز میں حاضری کی اجازت ملی ہو، اس لئے اس واقعہ کو جھوٹا کہہ دینا صحیح نہیں۔ مرغوب احمد (مفتی سعید احمد پالنپوری کی فقہی بصیرت ص ۵۴)

بعینہ وہ ہے جو جمہور سلف اور محدثین کا ہے، لیکن ان کی پوری بحث کے مطالعے کے بعد احقر اس نتیجے پر پہنچا کہ ان کے مسلک میں اور جمہور محدثین کے مسلک میں بھی ایک باریک فرق ہے، اور وہ یہ ہے کہ جمہور محدثین ''نزول'' کو ثابت مان کر اس کو متشابہ مانتے ہیں، اور اس کی تشریح سے مطلقاً توقف کرتے ہیں، ان میں سے بعض تو یہ کہتے ہیں کہ ''نزول'' کے حقیقی معنی مراد نہیں، اور جو معنی مراد ہیں وہ ہمیں معلوم نہیں، اور بعض حضرات یہ کہنے سے بھی توقف فرماتے ہیں کہ یہاں حقیقی معنی مراد ہیں یا مجازی معنی؟ بلکہ ''نزول'' کی تفسیر سے مطلقاً توقف فرماتے ہیں۔

لیکن علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی پوری بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حدیث میں ''نزول'' کے حقیقی معنی ہی مراد ہیں، لیکن باری تعالی کا ''نزول'' اجساد کے ''نزول'' کی طرح نہیں جس میں ایک مکان سے ہٹ کر دوسرے مکان میں متمکن ہونا لازم ہوتا ہے، بلکہ باری تعالی کا نزول حوادث کی اس صفت سے منزہ ہے، اور اس کی کیفیت ہمارے ادراک سے ماوراء ہے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا کہنا یہ ہے کہ ''نزول'' بمنزلہ کلی مشکک ہے، لہذا اس کی کیفیات اور اس کے لوازم نازلین کے اختلاف سے مختلف ہوتے رہتے ہیں، چنانچہ جب اس کی نسبت حوادث کی طرف ہوگی تو اس کے لوازم کچھ اور ہوں گے، اور جب اس کی نسبت قدیم کی طرف ہوگی تو اس کے لوازم کچھ اور ہوں گے، لیکن دونوں صورتوں میں وہ ''نزول'' بمعناہ الحقیقی ہی ہوگا، چنانچہ حوادث کے نزول کو ''خلو من مکان الی مکان'' لازم ہے، لیکن باری تعالی کا نزول اس سے منزہ ہے، لیکن دونوں قسم کے ''نزول'' اپنے ''نزول'' ہونے میں مشترک ہیں، جس طرح ''علم'' حوادث کی بھی صفت ہوتی ہے، اور

اللہ تعالی کی بھی، اور دونوں کی حقیقت میں زبردست فرق کے باوجود لفظ ''علم'' کا اطلاق بالمعنی الحقیقی دونوں میں مابہ الاشتراک ہے، اسی طرح ''نزول'' کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے۔

لیکن ہوتا یہ ہے کہ چونکہ ہم مشاہدے سے صرف حوادث کے ''نزول'' کو پہچان سکتے ہیں اور باری تعالی کے ''نزول'' کا مشاہدہ ہماری قوتوں سے ماوراء ہے، اس لئے ہم ''نزول'' کا تصور بغیر ''خلو من مکان الی مکان'' کے نہیں کر سکتے، اور اللہ تعالی کے لئے لفظ ''نزول'' بمعناہ الحقیقی کا اطلاق ہمیں مستبعد معلوم ہوتا ہے، لیکن اس کی مثال ایسی ہے جیسے جنت میں کھجور، پھلوں اور شہد وغیرہ کا ذکر قرآن کریم نے فرمایا ہے، حالانکہ یہ پھل دنیا کے پھلوں سے یکسر مختلف ہوں گے، کیونکہ وہ ''مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر'' میں داخل ہیں، لہذا دنیا کے پھلوں اور آخرت کے پھلوں میں حقیقت کے اعتبار سے بون بعید ہے، لیکن پھل (بمعناہ الحقیقی) ہونے میں یہ دونوں مشترک ہیں، اسی طرح حوادث کے ''نزول'' اور باری تعالی کے ''نزول'' میں وہی فرق ہے جو حادث اور قدیم کے درمیان ہونا چاہئے، اس کے باوجود باری تعالی کے ''نزول'' پر لفظ ''نزول'' کا اطلاق مجازی نہیں بلکہ حقیقی ہے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نظریئے کا یہ مختصر خلاصہ ہے، جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ لفظ ''نزول'' کی تشریح سے توقف نہیں کرتے، بلکہ لفظ 'نزول' کو حقیقی معنی پر محمول کر کے اس کی کیفیت سے توقف کرتے ہیں، جبکہ جمہور محدثین کے قول کا حاصل یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ لفظ ''نزول'' کی تشریح ہی سے توقف فرماتے ہیں، نہ یہ کہتے ہیں کہ اس کے حقیقی معنی مراد ہیں، اور نہ یہ کہتے ہیں کہ مجازی معنی مراد ہیں، لہذا علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا یہ دعوی محل نظر ہے کہ ان کا مسلک بعینہ وہ ہے جو جمہور سلف کا ہے، بلکہ ان

کے موقف میں اور جمہور محدثین کے موقف میں وہ باریک فرق پایا جاتا ہے جس کی تشریح اوپر کی گئی۔ البتہ یہ فرق (معاذ اللہ) تشبیہ اور تنزیہ کا فرق نہیں، بلکہ تنزیہ ہی کی تعبیر کا فرق ہے، لہذا اس مسئلے میں ان کو جمہور اہل سنت سے مختلف قرار دے کر نشانۂ ملامت بنانا درست نہیں۔

البتہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس قسم کے مسائل میں سلامتی کا راستہ جمہور سلف ہی کا ہے جو ان الفاظ کی تشریح ہی سے توقف کرتے ہیں، کیونکہ تشریح کا آغاز ہوتے ہی انسان اس پرخار وادی میں پہنچ جاتا ہے جہاں افراط وتفریط سے دامن بچانا مشکل ہو جاتا ہے۔

ابن خلدون رحمہ اللہ نے مقدمے میں بڑی اچھی بات لکھی ہے کہ: صفات باری تعالی کے مسائل عقل کے ادراک سے ماوراہیں، اور جو شخص عقل کے ذریعے ان مسائل کو حل کرنا چاہے اس کی مثال اس احمق کی سی ہے جو سونے کے کانٹے سے پہاڑوں کو تولنا چاہتا ہو۔

(درس ترمذی ص ۲۰۰ / تا: ۲۰۵ ج ۲)

خاتمہ......"تفرد" کے بیان میں

مقلد محقق یا مفتی مجتہد

مقلد محقق یا مفتی مجتہد ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جس کو ایسی خداداد صلاحیت اور ملکہ من جانب اللہ عطا ہوا ہو جس سے اپنے امام کے اصول کے مطابق اجتہاد کرکے جزئی مسائل کی تخریج اور استنباط پر دسترس حاصل ہو چکی ہو۔

تفرد کا مطلب

مقلد محقق کے تفرد کا مطلب یہ ہے کہ:......کسی مسئلہ میں اپنے امام کا کوئی قول صراحت کے ساتھ موجود ہو، مگر عالم محقق کو اپنے امام کے قول کے مخالف کوئی حدیث نظر آجائے، یا اپنے امام کے مختلف اقوال میں سے قول مرجوح کی دلیل مضبوط نظر آجائے، یا دوسرے امام کے قول کی دلیل زیادہ قوی نظر آجائے، اور اپنے امام کے قول کو چھوڑ کر اس حدیث پر عمل کرنے یا قول مرجوح پر عمل کرنے یا دوسرے امام کے قول کو اختیار کرنے کی کوئی اہم ضرورت بھی نہیں ہے، بلکہ صرف دلیل کو قوی سمجھ کر ہی تفرد اختیار کر رہا ہے، تو ایسی صورت میں اپنے امام کے قول کو چھوڑ کر جانب مخالف کو اختیار کر لیتا ہے، تو اس کو اصطلاح میں مقلد محقق کا تفرد کہا جاتا ہے، اور عالم محقق کو اس طرح تفرد اختیار کرکے اسی کے مطابق عمل کرنے کی گنجائش ہے، مگر یہ محقق کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہیں ہے۔ اور اس طرح تفرد اختیار کر لینے کی وجہ سے اس کو امام کے مذہب سے خارج بھی نہیں سمجھا جائے گا۔ علامہ شامی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

اذا صح الحديث و كان على خلاف المذهب عمل بالحديث ، ويكون ذلك

مذهبه ، ولا يخرج مقلده عن كونه حنفيا بالعمل به ، فقد صح عن ابی حنيفة انه قال " اذا صح الحديث فهو مذهبی " ، وقد حكى ذلک الامام ابن عبد البر عن ابی حنيفة و غيره من الائمة ، ونقله ايضا الامام شعرانی عن الا ئمة الاربعة ، قلت : ولا يخفى ان ذلک لمن كان اهلا للنظر فی النصوص و معرفة محكمها من منسوخها ، الخ ۔(شامی ص ۶۷ ج ۱)

جب مذہب کے خلاف کوئی صحیح حدیث موجود ہوتو حدیث پرعمل کیا جائے گا، اور یہی اس کا مذہب ہوگا۔ نیز اس پرعمل کرنے کی وجہ سے مقلد دائرۂ حنفیت سے خارج نہیں ہوگا، کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے صحت کے ساتھ مروی ہے کہ: جب حدیث صحیح موجود ہوتو وہی میرا مذہب ہے۔ اور اس روایت کو امام عبدالبر رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ سے نقل فرمایا ہے۔ نیز امام شعرانی رحمہ اللہ نے اس کو ائمۂ اربعہ سے نقل فرمایا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ: یقیناً یہ اس شخص کے لئے ہے جسے نصوص میں غور وفکر کرنے کی اہلیت ہو، اور نصوص میں سے منسوخ اور محکم کی معرفت حاصل ہو۔

تفرد افضل نہیں

مقلد محقق کے لئے تفرد کی صرف اجازت ہے، لازم نہیں، اور چونکہ عالم محقق کا اجتہاد اپنے امام اور ان کے تلامذہ جو مجتہد فی المذہب اور مجتہد منتسب ہیں ان کے اجتہاد پر ہرگز فائق نہیں ہوسکتا، اس لئے محقق کے لئے افضل اور اولی یہی ہے کہ تفرد اختیار نہ کر کے اپنے امام کے قول کے مطابق ہی عمل کرے۔

"ان اجتهادهم اقوى من اجتهاده ، (وقوله) اجتهاده لا يبلغ اجتهادهم"۔
(شرح عقود رسم المفتی ص ۶۸)

ترجمہ:...... کیونکہ ان ائمہ کا اجتہاد محقق عالم کے اجتہاد سے زیادہ قوی اور بڑھا ہوا ہے۔ اس کا اجتہاد ان لوگوں کے اجتہاد کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا ہے۔

تفرد کے شرائط

عالم محقق کے تفرد کی متعدد شرائط میں سے دو شرطیں بہت زیادہ اہم ہیں، ان کی رعایت کئے بغیر تفرد جائز نہیں ہے، اور ایک تیسری شرط مستحسن ہے۔

(۱)......تفرد اختیار کرنے میں کسی قسم کا عناد وضد اور خواہش نفس کا دخل نہ ہو۔

(۲)......تفرد کا دائرۂ عمل ائمۂ اربعہ کے مذاہب کے درمیان محدود ہو، اور چاروں ائمہ کے مذاہب اور اجماع کی مخالفت لازم نہ آ رہی ہو۔

فاقول ایضا : تقیید ذلک بما اذا وافق قولا فی المذهب اذ لم یأذنوا فی الاجتهاد فیما خرج عن المذهب بالکلیة مما اتفق علیه ائمتنا ، لانّ اجتهادهم اقوی من اجتهاده ، فالظاهر انهم رأوا دلیلا ارجح ممّا راٰه حتی لم یعملوا به ۔

(شرح عقود رسم المفتی ص ۶۷)

ترجمہ:...... میں کہتا ہوں کہ: اس کو ایک اور قید کے ساتھ مقید کیا جائے، وہ یہ کہ محقق کا تفرد مذہب کے کسی قول کے موافق ہو، کیونکہ جس مسئلہ پر ہمارے ائمہ متفق ہیں اس سے بالکلیہ خروج کر کے اجتہاد کرنے کی فقہاء نے اجازت نہیں دی ہے، کیونکہ ان ئمۂ کرام کا اجتہاد بہر حال اس محقق کے اجتہاد سے زیادہ قوی ہے، حاصل یہ ہے کہ ان ائمۂ اربعہ نے محقق عالم کی دلیل سے زیادہ راجح دلیل پا کر اس پر ترک عمل سے کام لیا ہے۔

(۳)...... غیر منسوخ صحیح اور صریح حدیث کی وجہ سے تفرد اختیار کیا جائے، لہذا اگر ان شرائط میں سے ایک شرط بھی فوت ہو جائے تو تفرد اختیار کرنا جائز نہ ہوگا۔ نیز محقق کا تفرد

اپنے مذہب کے مختلف اقوال میں سے کسی ایک قول کے موافق ہونا مناسب اور اولی ہے۔ اور کسی مسئلہ میں مذہب سے بالکلیہ خارج ہونا غیر مناسب امر ہے۔

تفرد کے اقسام

تفرد کی مختلف قسموں میں سے چار قسموں پر واقفیت حاصل کرنا ہر صاحب علم کے لئے ضروری ہے:

(۱)......محقق اپنے اجتہاد اور رائے سے ایسا تفرد اختیار کرے جس سے ائمۂ اربعہ کی مخالفت اور خرق اجماع لازم آجائے، تو ایسا تفرد بالا جماع ناجائز وحرام ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ایسے انتالیس (۳۹) مسائل میں تفرد اختیار فرمایا ہے، مثلاً جہنم کا فنا ہوجانا، اور روضۂ اقدس کی زیارت کے لئے سفر کرنا وغیرہ۔

(۲)......عموم بلوی یا ضرورت شدیدہ کی وجہ سے عامۃ المسلمین کی رعایت اور مصالح کے مطابق محقق اپنے امام کے قول ضعیف یا مذہب غیر پر فتوی صادر کرتا ہے تو یہ درحقیقت تفرد نہیں ہے، بلکہ یہ فتوی اور اپنے مسلک کا مسئلہ ہے، اس پر عمل کرنا تمام مقلدین کے لئے جائز ہے، محقق کی ذات کے ساتھ خاص نہیں ہے، جیسا کہ مفقود الخبر کے مسئلہ میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک سے عدول کر کے حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے مسلک پر فتوی دیا گیا ہے۔

(۳)......محقق اپنے مذہب کے مخالف دیگر ائمہ مذاہب میں سے کسی کے قول کے موافق حکم کو اختیار کرتا ہے، اور اس کے اختیار کرنے میں عموم بلوی یا ضرورت شدیدہ وغیرہ کا کوئی عذر بھی نہیں ہے۔ محض اپنی نظر میں غیر کا قول اقوی ہونے کی وجہ سے اس پر عمل کرتا ہے، ایسا تفرد اگرچہ عالم محقق کے لئے جائز ہے، مگر غیر مناسب اور غیر اولی ہے۔

’’فاقول ایضا : ینبغی تقیید ذلک بما اذا وافق قولا فی المذهب اذ لم یأذنوا فی الاجتهاد فیما خرج عن المذهب بالکلیة مما اتفق علیه ائمتنا ، الخ‘‘۔

(شرح عقود رسم المفتی ص ۶۷)

ترجمہ:......اس کو ایک قید کے ساتھ مقید کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، وہ یہ کہ جب محقق کا قول مذہب کے کسی قول کے موافق ہو، کیونکہ جس مسئلہ پر ہمارے ائمہ متفق ہیں اس سے بالکلیہ خروج کر کے اجتہاد کرنے کی ان ائمہ نے اجازت نہیں دی ہے۔

(۴)......کسی مسئلہ کے متعلق اپنے مذہب میں متعدد اقوال موجود ہیں، ان میں جو قول راجح اور مفتی بہ ہے اس کو چھوڑ کر قول ضعیف اور قول غیر مفتی بہ کو اس لئے اختیار کرنا کہ محقق کی نظر میں قول ضعیف کی دلیل قوی ہے، اور قول ضعیف کو دلیل کی روشنی میں اختیار کرنے میں محقق کو شرح صدر اور اطمینان حاصل ہے، تو ایسی صورت میں عالم محقق کے لئے قول ضعیف پر ذاتی طور پر عمل کرنے میں تفرد اختیار کرنا بالاتفاق جائز ہے، مگر مقلد محض کے لئے ایسے مسائل میں عالم محقق کی تقلید جائز نہیں ہے، بلکہ اپنے امام کے قول راجح اور قول مفتی بہ پر عمل کرنا لازم ہے، جیسا کہ مسئلہ طلاق سکران میں حنفیہ کا قول راجح اور قول مفتی بہ یہی ہے کہ طلاق واقع ہو جائے گی، اور امام ابو الحسن کرخی رحمہ اللہ اور امام طحاوی رحمہ اللہ کا مسلک امام شافعی رحمہ اللہ کے قول کے مطابق یہی ہے کہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔

()......وطلاق السکران واقع اذا سکر من الخمر والنبیذ ، وهو مذهب اصحابنا ، وکان الشیخ ابو الحسن الکرخی یختار انه لا یقع شیء ، وهو قول الطحاوی۔

(فتاوی تاتارخانیہ ص ۳۵۶ ج ۳۔ درمختار ص ۲۴۱ ج ۳)

ترجمہ:......جن کو شراب اور نبیذ سے نشہ پیدا ہوا ہو اس کی طلاق واقع ہو جائے گی، اور یہی

ہمارے اصحاب کا مذہب ہے۔اور شیخ ابوالحسن کرخی رحمہ اللہ عدم وقوع طلاق کو اختیار کرتے تھے،اور یہی حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ کا قول ہے۔

اب مقلد محض کے لئے امام ابوالحسن کرخی رحمہ اللہ اور امام طحاوی رحمہ اللہ کے قول کو اختیار کرکے قول مفتی بہ کو چھوڑ دینا جائز نہیں،اسی طرح بعد کے علماء محققین میں سے اگر کوئی امام ابوالحسن کرخی رحمہ اللہ کے قول کو اختیار کرتا ہے تو اس کو اس کا حق ہے،اور اس میں اس کو متفرد کہا جائے گا،مگر غیر مجتہد عالم اور مقلد محض نیز مفتی کے لئے اس محقق کے قول کو اختیار کرکے عدم وقوع طلاق پر فتوی دینا جائز نہ ہوگا۔

نوٹ:......تفصیل کے لئے دیکھئے ! حضرت مولانا مفتی شبیر احمد قاسمی صاحب مدظلہ کی کتاب ''ایضاح المسالک'' ص۳۸ تا۴۳۔

راقم نے یہ 'تفرد' کا مضمون ان کی کتاب ہی سے کچھ اختصار کے ساتھ نقل کیا ہے۔

صاحب کنز العمال

ولادت:......۸۸۵ھ۔یا:۸۸۸ھ۔

وفات:......۲/جمادی الثانی ۹۷۵ھ

حدیث پاک کی مشہور ومعروف کتاب ''کنز العمال'' کے مصنف شیخ علی متقی رحمہ اللہ کے مختصر حالات، اوصاف وکمالات، آپ کی تصنیفات وتالیفات کی فہرست وغیرہ کو اس رسالہ میں جمع کیا گیا ہے۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

پیش لفظ

شیخ علی متقی رحمہ اللہ گجراتی، ہندی، عظیم مفسر اور مایۂ ناز محدث تھے۔ حدیث کی مشہور ومعروف کتاب ''کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال ''جس میں تیس کتب احادیث کی: ۴۶۶۲۴؍حدیثیں ہیں، آپ ہی کی تصنیف ہے۔

علوم ظاہری کے ساتھ باطنی علوم میں بھی کمال رکھتے تھے۔ اپنے زمانہ کے اکابر صوفیاء میں شمار تھا۔ ریاضت ومجاہدہ، تقوی وتوکل، استغناء، امراء کی صحبت سے گریز کے علاوہ گوناگوں اوصاف وکمالات کے مالک تھے۔ سو سے زائد بلند پایہ علمی کتابوں کے مصنف ہونے کے ساتھ کثرت عبادت میں بھی اپنی نظیر آپ تھے۔

۱۴۱۴ھ میں راقم نے آپ کے حالات پر مشتمل ایک مضمون لکھا تھا، جو ماہنامہ ''ندائے شاہی'' مرادآباد کے شمارہ ذیقعدہ: ۱۴۱۴ھ مطابق اپریل ۱۹۹۴ء میں اور ماہنامہ ''الفاروق'' کراچی کے شمارہ جمادی الاولی ۱۴۱۶ھ اور جمادی الثانیہ ۱۴۱۷ھ میں شائع ہوا تھا، یہ رسالہ اسی مضمون میں کچھ اضافہ اور ترمیم کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے۔

اللہ تعالی اس خدمت کو قبول فرما کر ذخیرۂ آخرت بنائے، اور اسلاف کے کارناموں کو پڑھ کر اپنی اصلاح کی توفیق سے نوازے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

۱۳؍صفر ۱۴۲۴ھ مطابق: ۱۵؍اپریل ۲۰۰۳ء

منگل

صاحب کنز العمال شیخ علی متقی برہانپوری گجراتی ہندی

نام ونسب

شیخ علی بن حسام الدین ابن عبدالملک ابن قاضی خان المتقی ' القادری' الشاذلی' المدینی' چشتی' برہانپوری' گجراتی رحمہ اللہ۔

ولادت

آپ کی ولادت بمقام برہانپور: ۸۸۵ھ میں ہوئی۔ بعض نے آپ کا سن ولادت ۸۸۸ھ لکھا ہے: وکانت ولادته ببرهان فور سنة ثمان و ثمانين و ثمانمأة۔
(النور السافر)

طلب علم اور سلوک وطریقت

والد صاحب شیخ بہاؤالدین صوفی برہانپوری رحمہ اللہ (المعروف بہ شاہ باجن چشتی) سے بیعت تھے۔ لخت جگر کو کم سنی ہی میں جب کہ آپ کی عمر سات' آٹھ سال سے زائد نہ تھی اپنے پیر ومرشد سے بیعت کرادیا۔ کچھ دنوں بعد والد صاحب کا سایۂ عاطفت سر سے اٹھ گیا۔ ابھی یہ زخم ہرا ہی تھا کہ شیخ بہاؤالدین رحمہ اللہ نے بھی عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی۔ ان مصائب کے وقت آپ نے زبان حال سے یہ شعر پڑھا ہوگا ۔

صُبّت علیّ مصائب لو انها صُبّت علی الایام صرن لیالیا

ابتدائی تعلیم کے بارے میں کوئی خاص بات تذکروں میں نہیں ملتی۔ والد صاحب کی وفات کے بعد صحبت مشائخ اور طلب علم کی غرض سے ہندوستان کے طول وعرض کا سفر فرمایا اور ملتان پہنچ کر شیخ حسام الدین متقی ملتانی رحمہ اللہ (متوفی: ۹۶۰ھ) کی خدمت میں

رہ کر فیوض و برکات حاصل کئے۔ یہاں شیخ کا قیام دو سال رہا، اس قیام میں شیخ حسام الدین سے ''تفسیر بیضاوی'' اور ''عین العلم'' بھی پڑھی۔

تحصیل علوم کے درمیان کچھ دنوں سرکاری ملازمت بھی انجام دی، مگر جذبۂ طریقت نے حب دنیا کو شیخ کی نظر میں حقیر کر دیا، ترک ملازمت کر کے شیخ برہان الدین رحمہ اللہ کے صاحبزادے اور خلیفہ حضرت شیخ عبد الحکیم رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اجازت وخلافت حاصل کی۔ شیخ متقی رحمہ اللہ کو شیخ موصوف کے علاوہ شیخ محمد بن محمد السخاوی المصری رحمہ اللہ سے بھی خرقۂ خلافت حاصل تھا۔

پھر حرمین شریفین میں مستقل قیام اختیار فرمایا، وہاں شیخ ابوالحسن الشافعی بکری رحمہ اللہ [۱] اور مشہور محدث علامہ شہاب الدین احمد بن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ کے حلقۂ درس میں شامل ہو کر ان کے فیضان صحبت سے بہرہ ور ہوئے اور علم وفضل کے اعلی مرتبہ پر فائز ہوئے، اور بدو شعور سے لے کر تا دم واپسیں حدیث کے درس اور اس کے اسرار ورموز کی نقاب کشائی میں مصروف رہے۔

مکہ معظّمہ میں شیخ کی بڑی شہرت ہوگئی تھی، تمام مشاہیر علماء کبار ومشائخ عظام آپ کی خدمت میں حاضری کو اپنی سعادت سمجھتے تھے۔

تلامذہ

شیخ کے تلامذہ میں چند مشہور وقابل ذکر اسماء درج ذیل ہیں:

شیخ عبد الوہاب متقی، شیخ عبد اللہ سندھی، شیخ رحمت اللہ، سید ابراہیم غیاث پوری، علامہ طاہر پٹنی رحمہم اللہ۔

---

[۱]......جن کے متعلق شیخ علی متقی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: و کان شیخاً عارفاً کاملاً فی الفقه و التصوف۔

ریاضت ومجاہدہ

شیخ علی متقی رحمہ اللہ کا کثرت مجاہدہ ضرب المثل تھا، غذا نہایت قلیل مقدار میں استعمال فرماتے، اگر معمول سے ایک جو برابر بھی زیادہ ہوجاتی تو ہضم نہ کر سکتے تھے۔اس کے ساتھ قلت منام اور قلت کلام میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ الغرض شیخ قلیل الطعام، قلیل الکلام اور قلیل المنام تھے۔

علامہ حضرمی نے تحریر فرمایا ہے: تصوف کی اصل ابتدا چار چیزیں ہیں: کھانے' سونے' کلام کی قلت اور عوام سے دوری ''ان اصول التصوف فی الابتداء تدور علی اربعة اشیاء : قلة الطعام ، وقلة الکلام ، و قلة المنام ، واعتزال الانام ''۔آگے تحریر فرماتے ہیں:فقد قیل فی صفة الابدال انّ اکلھم فاقةً ، ونومھم غلبةً ، وکلامھم ضرورةً۔

(النور السافر ص ۲۸۴)

شیخ علی کثرت ریاضت سے بہت لاغر ہوگئے تھے۔شیخ عبدالوہاب شعرانی ''طبقات الکبریٰ'' میں تحریر فرماتے ہیں:''وکان عالما ' ورعا ' زاھدا ' نحیف البدن لا تکاد تجد علیه اوقیةً لحم من کثرة الجوع ''۔وہ عالم، زاہد، نہایت پرہیزگار تھے، اتنے نحیف البدن تھے کہ جسم کے کسی حصہ میں ایک اوقیہ گوشت کثرت بھوک کی وجہ سے نہ تھا۔

استغناء......اظہارِ حق......اور امراء کی صحبت سے گریز

شیخ علی متقی کی کتاب زندگی کا ہر باب ہی بڑا تابناک ہے۔زہد وعبادت، دنیا واہل دنیا سے استغناء اور امراء کی صحبت سے گریز زمرۂ اہل حق کی ایک عمومی خصوصیت ہیں۔شیخ اس خصوصیت اور امتیاز میں نہ صرف ان کے شریک وسہیم بلکہ ممتاز مقام کے حامل تھے۔

مکہ معظّمہ سے ایک مرتبہ آپ گجرات تشریف لائے، سلطان محمود والیٔ گجرات کو آپ کی

زیارت کا شوق ہوا تو حاضری کی اجازت چاہی، شیخ نے منظور نہ فرمائی۔ قاضی عبداللہ سندھی (جو ایک پرہیزگار عالم تھے اور شیخ متقی سے تعلقات یگانگت رکھتے تھے) نے اصرار کیا کہ سلطان کی درخواست منظور فرمائی جائے، حضرت نے فرمایا کہ: سلطان کی وضع قطع کچھ خلاف شرع ہے، اور میری طبیعت اس بات کی متحمل نہ ہوگی کہ منکرات کو دیکھ کر سکوت اختیار کروں، قاضی صاحب نے فرمایا کہ: اسی شرط کے ساتھ اجازت مرحمت فرمادیں، چنانچہ بشرط مذکورہ اجازت دیدی۔ سلطان حاضر خدمت ہوا، شیخ نے حسب موقع پندو نصیحت فرمائی، دوسرے دن سلطان نے ایک کروڑ روپیہ بطور تحفہ شیخ کی خدمت میں بھیجا، شیخ نے تمام رقم بطیّب خاطر قاضی صاحب کو دیدی کہ اس ہدیہ کا سبب آپ بنے ہو آپ ہی کو مبارک ہو۔

اس کے بعد سلطان محمود گجراتی اکثر خدمت اقدس میں حاضری دیتا، آپ جو بات خلاف شرع دیکھتے اس کو تنبیہ فرماتے اور یہ سعادت مند سلطان شیخ کی بات کو قبول کرتا۔

سلطان کو وہم کا مرض تھا، شیخ متقی رحمہ اللہ نے ایک طشت منگوا کر اس میں تین مرتبہ ٹوپی کو دھویا، چوتھی مرتبہ طشت میں پانی بھر کر فرمایا:

''بابا محمود یہ پانی شریعت مطہرہ میں پاک ہے، اس میں وہم اور وسوسہ شیطانی فعل ہے آپ اسے نوش فرمالیں، سلطان نے تعمیل ارشاد میں پی لیا، فوراً مرض وہم کافور ہوگیا''۔

اکل حلال......توکل......وقناعت

شیخ اکل حلال کا غایت درجہ اہتمام فرماتے، اسفار میں بھی اس اہتمام میں ذرہ برابر فرق نہ آتا۔ اکثر دو تھیلے آپ کے پاس رہتے تھے ایک میں اشیاء خوردنی اور دوسرے میں چند ایسی کتابیں جو اثناء راہ میں کارآمد ہوتیں ساتھ رکھتے تھے۔

ذریعۂ معاش کتابوں کی کتابت تھی، اپنے قلم سے کتابیں لکھ کر فروخت فرماتے۔ اپنی خودنوشت سوانح عمری میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''میں ابتداء عمر سے کتابت کے ذریعہ اپنی اور اپنے اہل وعیال کی روزی حاصل کرتا تھا'' شیخ کے الفاظ یہ ہیں: ''وکنت فی بدایة عمری اکتسب بصنعة الکتابة لقوتی و قوت اھلی''۔

شاید اس مشق ومزاولت کا اثر تھا کہ شیخ نے ایک صفحہ پر پورا قرآن مجید تحریر فرمایا، ہر سطر چوتھائی پارہ کی تھی جو ایک عجوبہ روزگار ہے۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ نے ''طبقات الکبری'' میں لکھا ہے کہ میں مکہ معظّمہ میں شیخ سے ملا ہوں، مجھے شیخ نے وہ قرآن شریف دکھلایا تھا: واطلعنی علی مصحف بخطه کل سطر ربع حزب فی ورقة واحدة۔

ایک مرتبہ کسی وزیر نے از حد اصرار فرمایا کہ حضرت ایک مرتبہ میرے غریب خانہ پر تشریف لاکر ماحضر تناول فرمائیں، شیخ نے فرمایا: اپنے در دولت پر آنے سے مجھے معذور رکھئے، مگر وزیر صاحب کا اصرار حد سے زیادہ ہوگیا تو فرمایا کہ احقر تین شرطوں کے ساتھ حاضر ہوسکتا ہے: جہاں چاہوں گا بیٹھ جاؤں گا، جو چاہوں گا کھاؤں گا، اور جب چاہوں گا اٹھ کر چلا آؤں گا۔ وزیر صاحب نے تشریف آوری کو بہرصورت غنیمت سمجھا، شرطیں منظور کرلیں، شیخ تشریف لے گئے اور شاہانہ قالینوں اور غالیچوں اور عمدہ فرش وفروش اور شاہی نشست کو چھوڑ کر دروازہ کے قریب بیٹھ گئے، اور صحابۂ کرام کی اس سنت کو زندہ کیا جس کو واقدی نے لکھا ہے کہ: شام کی فوجوں سے جو خیمے مال غنیمت میں صحابہ کرام کو حاصل ہوتے تھے یہ مجاہدین اسلام سردیوں میں بارش کے وقت اپنے ٹوٹے پھوٹے خیموں میں بسر کرتے تھے یا بارش میں بھیگتے رہتے تھے مگر ان خیموں میں سر نہ چھپاتے تھے جو ظلم کے

پیسے سے بنائے گئے ہیں۔

الغرض شیخ کے لئے جب دسترخوان بچھایا گیا اور انواع و اقسام کے ماکولات و مشروبات سے دسترخوان کو مزین کیا گیا تو شیخ نے اپنی تھیلی سے چند روٹی کے ٹکڑے نکال کر کھالئے اور عزیمت کو رخصت پر ترجیح دی کہ گو فتوی اس کھانے کی اجازت دیتا ہے، مگر آپ نے تقوی کو اختیار فرما کر اجتناب فرمایا، اور جب کھانے سے فراغت ہوئی تو ''السلام علیکم'' فرمایا اور روانہ ہو گئے۔[۱]

فضل وکمال

شیخ علی متقی رحمہ اللہ اپنے زمانہ کے منتخب علماء میں شمار کئے جاتے تھے۔ مختلف علوم وفنون میں جامعیت اور مہارت میں آپ کی نظیر شاذ و نادر ہی ملتی ہے۔ حدیث میں آپ کی بلندیٔ شان کا اندازہ ''کنز العمال'' سے ہوسکتا ہے۔ فقہ وتفسیر میں بھی بلند پایہ مقام رکھتے تھے۔

علوم ظاہری کے ساتھ عملی دنیا میں بھی ایک امتیازی مقام حاصل تھا، بقول مولانا سید محمد میاں صاحب کے: آپ کا زہد وتقوی علم سے اور علم زہد وتقوی سے بڑھا ہوا تھا۔

علامہ عبد القادر حضرمی رحمہ اللہ ''النور السافر'' میں رقمطراز ہیں:

---

[۱]...... امام غزالی رحمہ اللہ نے تو اموال سلطانی کو ناجائز اور بالعموم مشتبہ اور حرام بتلایا ہے، ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں: اغلب اموال السلاطين حرام في هذه الاعصار والحلال في ايديهم معدوم أو عزيز۔

بادشاہوں کے اموال اس زمانہ میں عموماً حرمت سے خالی نہیں ہوتے، حلال مال ان کے پاس یا تو سرے سے ہوتا ہی نہیں یا بہت کم ہوتا ہے۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں: ان اموال السلاطين في عصرنا حرام كلّها او اكثرها۔

سلاطین کے اموال ہمارے زمانے میں یا تو سب حرام ہیں یا ان میں کا بڑا حصہ۔

(احیاء العلوم، ص۱۲۰ ج۲، ماخوذ تاریخ دعوت وعزیمت، ص۱۵۷ ج۱)

’’وکان من العلماء العاملین و عباد الله الصالحین علی جانب عظیم من الورع والتقوی والاجتهاد فی العبادة‘‘۔

یعنی شیخ علماء عاملین اور صالحین میں سے تھے، ورع وتقوی اور کثرت عبادت میں بلند مقام رکھتے تھے۔

دوسری جگہ رقمطراز ہیں:’’قلت وبالجملة فما کان هذا الرجل الا من حسنات الدهر وخاتمة اهل الورع و مفاخر الهند‘‘۔

میں کہتا ہوں خلاصہ یہ ہے کہ: شیخ متقی یکتائے عصر اور خاتم المتقین اور فخر ہند تھے۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ (متوفی: ۹۷۳ھ) نے ’’طبقات الکبری‘‘ میں شیخ کے حالات اور ذاتی تأثرات اور ملاقات کا تذکرہ کیا ہے، فرماتے ہیں:

’’وکان عالماً ورعاً زاهداً نحیف البدن لا تکاد تجد علیه اوقیة لحم من کثرة الجوع ، وکان کثیر الصمت ،کثیر العزلة لایخرج من بیته الا لصلوة الجمعة فی الحرم فیصلی فی اطراف الصفوف ثم یرجع بسرعة ، وادخلنی داره فرأیت عنده جماعة من الفقراء الصادقین فی جوانب حوش داره کل فقیر له خص یتوجه فیه الی الله تعالی ، منهم التالی ومنهم الذاکر ومنهم المراقب ومنهم المطالع فی العلم ، ما اعجبنی فی مکة مثله‘‘۔

شیخ عالم زاہد اور نہایت پرہیز گار تھے، اتنے نحیف البدن تھے کہ پورے جسم پر ایک اوقیہ گوشت بھی کثرت جوع سے نہیں تھا، کم سخن اور عزلت پسند تھے، اپنے گوشۂ عافیت سے باہر سوائے جمعہ کی نماز کے نہیں نکلتے تھے، کسی گوشہ میں نماز ادا فرما کر فوراً واپس آجاتے، ایک مرتبہ مجھے اپنے مکان میں لے گئے میں نے دیکھا فقراء صادقین کی ایک جماعت ہے

جو متوجہ الی اللہ ہے کوئی تلاوت میں، کوئی ذکر میں، کوئی مراقبہ میں، کوئی مطالعہ کتاب میں مصروف، مجھے مکہ معظّمہ میں ایسا حسین ولطیف منظر دیکھنے میں نہیں آیا۔

خواب میں زیارت رسول اللہ ﷺ

علامہ حضرمی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ: آپ کے مناقب عظیمہ میں سے یہ ہے کہ ایک مرتبہ ماہ رمضان کی ستائیسویں تاریخ شب جمعہ کو شیخ رسول اللہ ﷺ زیارت سے مشرف ہوئے، دریافت فرمایا: یارسول اللہ! اس وقت تمام لوگوں میں افضل کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: تم، پھر پوچھا: میرے بعد؟ فرمایا محمد بن طاہر پٹنی ہندی رحمہ اللہ (علامہ طاہر پٹنی صاحب مجمع البحار)۔

حسن اتفاق اسی رات شیخ علی متقی رحمہ اللہ کے ایک شاگرد رشید اور خلیفۂ خاص شیخ عبد الوہاب متقی رحمہ اللہ نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا، صبح حاضر خدمت ہوئے کہ شیخ سے خواب کا تذکرہ کریں، ابھی ذکر کرنے ہی والے تھے کہ شیخ بول اٹھے: ’’قد رأیت مثل الذی رأیت ‘‘میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا جیسا تم نے دیکھا، ع

ایں سعادت بزور بازو نیست

ذلک فضل اللہ یؤتی من یشاء

یہ سب اتباع سنت کی برکات تھیں۔ سنت کا اہتمام اس قدر تھا کہ ایک بزرگ نے شیخ کے زمانہ میں حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا یارسول اللہ! آپ مجھے کس کی اتباع کا حکم فرماتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

’’تابع الشیخ علی المتقی فما فعل افعلہ‘‘۔

شیخ علی متقی رحمہ اللہ کی اتباع کر جو وہ کریں تو بھی ایسا ہی کر۔

تصنیف وتالیف

آپ کسی ایک ملک یا سلسلہ کے نہیں، بلکہ پوری امت محمدیہ علی صاحبھا الصلوۃ والسلام کے مصنفین میں بلند پایہ شمار کئے جاتے ہیں۔شیخ کی تصنیفات بے شمار ہیں۔بعض حضرات نے آپ کی چھوٹی، بڑی، فارسی، عربی، تالیفات کی تعداد سو سے زائد بتلائی ہیں۔

آپ کی پہلی تصنیف ''تبیین الطریق '' ہے جس کی تالیف کے وقت آپ کو غیب سے الہام ہوتا تھا۔ایک کتاب ''حکم کبیر'' جو بیحد مفید اور علم تصوف کا خلاصہ ہے۔خود شیخ اس کتاب کے متعلق فرماتے تھے:اس کتاب کی عظمت کا یہ حال ہے کہ تصوف کا جو مشکل مسئلہ چاہو اس کا جواب اس کتاب میں دیکھ لو۔ان کے علاوہ چند یہ ہیں''البرھان فی علامات مھدی آخر الزمان'' النھج الا تم فی ترتیب الحکم '' البرھان الجلی فی معرفة الولی'' الاحادیث المتواترة '' الرتبة الفاخرة فی نصائح الملوک '' شرح الحکم لابن عباد '' مجمع بحار الانوار فی شرح مشکل الآثار '' ھدایة ربی عند فقد المربی'' الوسیلة الفاخرة فی سلطة الدنیا والآخرة ''۔

کنز العمال

آپ کا سب سے بڑا تصنیفی کارنامہ ''کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال '' ہے۔شیخ متقی رحمہ اللہ نے یہ شہرۂ آفاق کتاب تصنیف فرما کر اس نوع کی بہت سی کتابوں پر خط تنسیخ پھیر دیا۔یہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کی مشہور کتاب ''جمع الجوامع '' جو حدیث قولیہ وفعلیہ کا بہت بڑا مجموعہ ہے جس میں حروف تہجی کے اعتبار سے احادیث لکھی گئی تھیں اور اس سے استفادہ بہت دشوار تھا۔اس کتاب کے متعلق علامہ سیوطی رحمہ اللہ کا یہ دعوی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تمام قولی وفعلی احادیث اس میں جمع کردی ہیں۔شیخ علی متقی

رحمہ اللہ نے اس کو فقہی ابواب کی ترتیب پر مرتب فرمایا، پھر نظر ثانی فرمائی اور مکرر احادیث کو حذف کر کے اس کا انتخاب علیحدہ مرتب کیا۔ شیخ کا یہ علمی شاہکار منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا کہ شیخ کی حیات ہی میں چار دانگ عالم میں چرچا ہوگیا اور لوگوں نے ایک ہندی عالم کے کمال علمی کو حیرت واستعجاب سے دیکھا۔

شیخ ابوالحسن بکری رحمہ اللہ جو شیخ علی متقی رحمہ اللہ کے استاذ تھے اپنے لائق تلمیذ کی اس عظیم الشان خدمت سے اتنے متأثر ہوئے کہ ان کی زبان سے ایک تاریخی جملہ نکلا جو آج تک زبان زد ہے فرمایا: ''ان السیوطی له منة علی العالمین وللمتقی منة علیه'' دنیائے علم پر علامہ سیوطی کا احسان ہے اور علی متقی کا سیوطی پر احسان ہے۔

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم فرماتے ہیں:

''علامہ جلال الدین سیوطی نے ''جمع الجوامع'' کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں پورے ذخیرۂ احادیث کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے، اس میں انہوں نے قولی احادیث کو حروف تہجی کی ترتیب سے جمع کیا ہے، اور فعلی احادیث کو صحابۂ کرام کی ترتیب سے۔ پھر علامہ سیوطی ہی نے اس کتاب کی تلخیص کی ''الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر صلی الله علیه وسلم'' اس کتاب میں تمام موجود کتب حدیث میں سے قولی احادیث کو حروف تہجی کی ترتیب سے جمع کردیا گیا ہے ''جمع الجوامع'' تو آجکل نایاب ہوچکی ہے، لیکن ''الجامع الصغیر'' مروج ہے، اور اس میں ہر حدیث کے ساتھ اس کے حوالہ کے علاوہ اس کی اسنادی حیثیت بھی اس طرح متعین کی گئی ہے کہ صحیح کے لئے حرف ''صح'' ضعیف کے لئے ''ض'' اور حسن کے لئے حرف ''ح'' لکھدیا گیا ہے، لیکن مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ نے ''الاجوبة الفاضلة'' میں ص ۱۲۷ر پر لکھا ہے کہ: یہ علامتیں علامہ

سیوطی رحمہ اللہ نے نہیں لگائیں، بلکہ بعد کے کسی اور عالم نے لگائی ہیں۔

اس (کتب الجمع کے) سلسلہ کا سب سے زیادہ قابل قدر کام علامہ علی متقی رحمہ اللہ نے کیا، ان کی کتاب ''کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال'' جسے بلا شبہ احادیث نبویہ (ﷺ) کی جامع ترین کتاب کہنا چاہئے۔ انہوں نے اپنی اس کتاب کو علامہ سیوطی کی ''جمع الجوامع'' پرمبنی کیا ہے، یعنی پہلے ہر باب کی وہ قولی احادیث جمع کیں جو ''جمع الجوامع'' میں موجود تھیں، اس کے بعد وہ قولی احادیث جمع کیں جو علامہ سیوطی سے چھوٹ گئی تھیں، اور ان کا نام ''الاکمال فی سنن الاقوال'' رکھا۔ پھر ''جمع الجوامع'' کی فعلی احادیث کو جو صحابہ کی ترتیب پر مرتب تھیں ابواب کی ترتیب پر مرتب کیا، اور اس مجموعہ کا نام ''کنز العمال'' ہے۔ اس میں ہر حدیث کے ساتھ اس کے مأخذ کا حوالہ رموز میں دیا ہے، جیسے بخاری کے لئے ''خ'' اور مستدرک حاکم کے لئے ''ک'' وغیرہ۔ علامہ علی متقی نے اپنی اس کتاب میں تقریباً تیس کتب حدیث کو جمع کر دیا ہے، اس طرح یہ کتاب کسی حدیث کی تحقیق کے لئے بے نظیر رہنما کی حیثیت رکھتی ہے۔ (درس ترمذی ص ۵۶ ج ۱)

یہ مایۂ ناز کتاب ہندو پاک اور عالم عرب میں بے انتہا مقبول ہے، اور اٹھارہ جلدوں میں شائع ہوئی ہے، ماضی قریب میں بیروت نے آٹھ جلدوں میں اعلی ٹائپ اور خوبصورت و قابل دید شاندار طباعت سے مزین کر کے شائع کی، اور حال ہی میں ریاض کے مکتبہ ''بیت الافکار الدولیۃ'' نے اسے دو جلدوں میں مکمل فہرست کے ساتھ شائع کیا ہے۔ ''کنز العمال'' میں احادیث کے نمبرات بھی مرقوم ہیں، اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کتاب میں: ۴۶۶۲۴ / احادیث ہیں۔

آپ کی اس تالیف نے عرب و عجم کے تمام علماء کرام و مشائخ عظام کو آپ کا عقیدت

مسند بنا دیا تھا، اساتذہ بھی آپ کی تبحر علمی کے مداح تھے۔ مکہ معظّمہ کے جلیل القدر مشہور و معروف بلند پایہ عالم شیخ ابن حجر مکی رحمہ اللہ (مصنف صواعق محرقہ) کو جو آپ کے استاذ تھے کسی حدیث کا حقیقی مفہوم معلوم کرنا ہوتا تو شیخ علی متقی رحمہ اللہ کی خدمت میں آدمی بھیج کر یہ معلوم کرتے کہ شیخ نے اس حدیث کو کس باب میں تحریر فرمایا ہے، پھر اس حدیث کا مفہوم متعین فرماتے۔

شیخ ابن حجر مکی باوجود استاذ ہونے کے متعدد مرتبہ اپنے آپ کو شیخ علی متقی کا شاگرد ظاہر کیا کرتے تھے اور آخر میں حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے اور خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ ع

ان هذا من اعاجيب الزمن

وفات

شیخ علی متقی رحمہ اللہ کا بیشتر وقت درس و تدریس، تصنیف و تالیف، کتابوں کی کتابت اور بالخصوص نایاب کتابوں کے نقل کرنے کرانے میں صرف ہوا۔ آخری عمر میں ضعف و مرض کے باعث چلنا پھرنا دشوار تھا، مگر معمولات میں ذرہ برابر تفاوت نہ آتا۔ مداومت وضو کا اس قدر اہتمام تھا کہ بوجہ کمزوری و درازی عمر کے دس بارہ مرتبہ بول و براز کی احتیاج ہوتی، ہر مرتبہ وضو فرماتے اور حسب استطاعت دو دو یا چار چار رکعت ضرور ادا فرماتے۔

وفات سے قبل یہ داعیہ پیدا ہوا کہ جنت المعلی میں قبر کی جگہ مخصوص کر لیں، چنانچہ موضع مرقد منتخب کر لی گئی، مگر معاً یہ خیال آیا کہ قبرستان عام مسلمانوں کا ہے اس میں قبل از وقت تخصیص مناسب نہیں، لہٰذا اس انتخاب کو منسوخ کرا دیا۔

شیخ علی متقی رحمہ اللہ نے ۳ / جمادی الثانی ۹۷۵ھ میں بوقت سحر مکہ معظّمہ میں انتقال فرمایا، اور یہ گنج گرانمایہ اسی خاک (حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کی قبر کے محاذاۃ میں،

دونوں کی قبروں میں صرف پگڈنڈی حائل تھی) میں ودیعت ہوا۔آپ کے خلیفہ شیخ عبد الوہاب متقی رحمہ اللہ نے ان کے انتقال کے بعد کا واقعہ اس طرح بیان کیا ہے:

پیر و مرشد شیخ علی رحمہ اللہ نے صبح سویرے: ۲/جمادی الثانی ۹۷۵ھ میں اس طرح وصال کیا کہ آپ کا سر مبارک مجھ فقیر کے زانو پر تھا،اور آپ کے لبوں پر ذکر الٰہی جاری تھا۔

ایک کرامت

شیخ کی وفات کے دس بارہ سال بعد آپ کے بھتیجے کے بیٹے شیخ احمد کا انتقال ہوگیا،ان کی بھی مکہ معظّمہ کے دستور ورواج کے موافق شیخ کے جلو میں تدفین کی تجویز ہوئی، چنانچہ لحد مبارک کھودی گئی، دیکھا گیا کہ نعش مبارک مع کفن کے جوں کی توں محفوظ ہیں ۔

موت التقی حیاۃ لا نفاذ لھا

قد مات قوم وھم فی الناس احیاء

شہیدان محبت کو کبھی مرتے نہیں دیکھا حیات جاوداں ملتی ہے ان کو تو فنا ہو کر

نوٹ:......شیخ علی متقی رحمہ اللہ کے یہ حالات درج ذیل کتابوں سے ماخوذ ہیں۔ ’’النور السافر ‘‘ص۲۸۳ ’’کنز العمال ‘‘۶/۷ ج۱۶ ’’الطبقات الکبری للشعرانی ‘‘ص۱۶۷ ج۲۔ ’’اخبار الاخیار ‘‘(اردو) ص۵۲۳۔ ’’علماء ہند کا شاندار ماضی‘‘ص۳۳۵ ج۱۔

ان کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کے حالات میں دو بزرگوں نے مستقل کتابیں (یا رسائل) لکھیں ہیں،ایک علامہ عبدالقادر احمد الفاکہی مکی نے ’’القول النقی فی مناقب المتقی ‘‘دوسرے شیخ عبدالوہاب متقی نے ’’اتحاف النقی فی فضل شیخ علی متقی ‘‘کے نام سے۔یہ دونوں کتابیں مجھے باوجود تلاش کے برطانیہ کے محدود علمی ماحول میں نہ مل سکیں۔

تتمہ از: ''مشائخ احمد آباد''

نوٹ:......راقم الحروف نے شیخ علی متقی رحمہ اللہ کے حالات پر یہ مضمون: ۱۴۱۴ھ میں لکھا تھا، بعد میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب متالا مدظلہم کی تصنیف ''مشائخ احمد آباد'' شائع ہوکر آئی تو راقم نے اپنے ذوق کی بنا پر اس کا مطالعہ کیا، اس میں شیخ علی متقی رحمہ اللہ کے حالات بہت تفصیل سے موصوف نے جمع فرمائے ہیں۔اس وقت جب کہ یہ حالات رسالہ کی شکل میں ترتیب دیئے جارہے ہیں تو خیال آیا کہ ''مشائخ احمد آباد'' میں سے چند صفحات یہاں شامل کرلوں۔

تحمل مزاجی

شیخ علی متقی رحمہ اللہ کے گھر پر ایک ملازم کمال نامی تھا، بڑا بداخلاق اور بے ڈھنگا تھا، وہ ہمیشہ بکواس کیا کرتا تھا، اس کے باوجود آپ اس کو عزیز رکھتے، اوراس کی بداخلاقی کو برداشت کرتے، ایک دن وہ آپ کے لئے شوربا پکا کر لایا، اس میں بہت زیادہ نمک تھا، آپ نے حسب معمول وہ شوربا چکھا اور یہ کہنے کے بجائے تم نے اتنا نمک کیوں ڈالدیا صرف اتنا کہا: بابا ادھر آؤ اور پھر اس کو اپنے پاس بٹھا کر شوربے کا ایک چمچہ بھر کر دیا اور فرمایا یہ دیکھو کیسا پکا ہے؟ کمال نے وہ شوربا چکھ کر منہ بناتے ہوئے سخت لہجہ میں کہا: ہاں کچھ نمکین ہے، لیکن بڑے مزے کا ہے، اس میں کوئی خرابی نہیں آپ کھائیے، جس پر آپ نے فرمایا: بہت خوب، پھر آپ نے پانی منگوا کر اس میں ڈالا اور وہی تھوڑا سا نوش فرمایا۔

شیخ کی ایک کرامت

شیخ عبدالوہاب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ شیخ متقی رحمہ اللہ مکہ مکرمہ میں سکونت پذیر تھے، دو

باپ بیٹے مغرب سے مکہ مکرمہ آئے جو نہایت درجہ عبادت گذار تھے، بیٹا دس پندرہ دن اور باپ پانچ دن کے بعد کھانا کھایا کرتے تھے، شیخ ان کی تعریف سن کر ملاقات کے لئے تیار ہوئے، لیکن کمزوری کی وجہ سے پیدل نہ چل سکتے تھے، چنانچہ آپ کے فرمانے پر ایک تندرست اور قوی آدمی آپ کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر ان کے پاس لے گئے، خادم بھی ساتھ تھا، اور کتاب ''حکم کبیر'' بھی ساتھ لے لی۔ جب ان مغربی کو معلوم ہوا کہ شہر کے مشہور اور معزز آدمی ملاقات کے لئے آرہے ہیں جن کی وجہ سے ہماری شہرت ہو جائے گی اور ہماری عبادت میں خلل پیدا ہوگا تو ان دونوں نے ہماری آمد پر بے التفاتی کا سلوک کیا، چنانچہ شیخ نے فرمایا: دیکھو یہ کتنی بے رخی سے پیش آرہے ہیں اور اپنے سر کا بوجھ سمجھ کر ہم کو اپنے پاس سے نکالنا چاہتے ہیں، اس کے باوجود شیخ نے ان دونوں بزرگوں کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا: ہم نے مشائخ کے چند اقوال جمع کئے ہیں وہ سنئے اور میں نے وہ اقوال سنانے شروع کئے کہ اچانک ان دونوں مغربی میں گرمی کے آثار پیدا ہوئے اور ان پر ذوق و وجد کی حالت طاری ہوگئی، اس کے بعد ہمیشہ کے لئے یہ دونوں شیخ کی خدمت میں رہ پڑے۔

شیخ عبدالوہاب رحمہ اللہ ناقل ہیں کہ: شیخ متقی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ: حلال مال کبھی برباد نہیں ہوتا، اور اگر گم ہو جائے تو پھر مل جاتا ہے۔ اپنا واقعہ مثال کے طور پر ذکر کرتے تھے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ سمندر میں کشتی پر سوار تھے کہ اچانک سخت طوفان آیا جس کی وجہ سے ہماری کشتی ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی، ہم میں سے کئی لوگ ایک ایک تختہ کے سہارے ساحل پر پہنچے، ہمارے ساتھ جو کتابیں تھیں بالکل بھیگ گئیں، اور چونکہ ہم پیدل سفر کرنے والے تھے، اس لئے ہم نے ان کتابوں کو وہیں سرزمین عرب میں دفن کر کے ان پر ایک علامت رکھدی اور ہم لوگ مکہ کرمہ کی طرف روانہ ہوگئے، راستہ میں ہمیں سخت پیاس لگی

جیسا کہ مشہور ہے کہ سرزمین عرب میں پانی کا قحط ہے، اب وہ منظر ہمارے سامنے آ گیا، ساتھیوں نے کہا اب دعا کا وقت ہے، میں نے کہا میں دعا کرتا ہوں آپ لوگ آمین کہیں، چنانچہ دعا کی برکت سے اتنی بارش ہوئی کہ ہم لوگ خوب سیراب ہوئے، اور اپنے اپنے مشکیزے بھر لئے۔ چند دنوں بعد مکہ مکرمہ پہنچ گئے اور عمرہ ادا کیا، اسی اثناء میں چند دیہاتی عربوں نے ہمارے پاس آ کر کہا ہمارے پاس چند کتابیں ہیں چاہے تو مول لے سکتے ہیں، چنانچہ ہم نے دیکھا وہ ہماری ہی کتابیں تھیں جو ہم دفن کر کے آئے تھے، غرض ہم نے منہ مانگے دام دے کر وہ کتابیں خرید لیں، بھیگ کر سوکھنے کی وجہ سے ان کتابوں کے اوراق باہم چپک گئے تھے، ہم نے ان کو پھر بھگو کر ایک ایک ورق اس طرح کیا کہ ان میں کا کوئی حرف ضائع تک نہیں ہوا، اور پھر وہ سب قابل استفادہ ہو گئیں۔

جنات کی آمد ورفت

شیخ متقی رحمہ اللہ کی وفات سے دو ماہ قبل جناتوں کے دو گروہ آپ کے پاس آمد ورفت کرنے لگے، ایک گروہ بطریق اعتقاد و محبت دوسرا گروہ بطور بغض وعناد۔ یہ لوگ کبھی عیسائیوں، فاسقوں اور بدکاروں کی شکل میں آتے اور گفتگو نہیں کرتے تھے، شیخ بھی ان کے نام خط لکھ کر دیدیا کرتے تھے، ان خطوط میں دو خط اس فقیر (شیخ عبدالوہاب) کے پاس موجود ہیں۔

جنات کے نام شیخ کا گرامی نامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد وثنا کے بعد، منجانب کمترین خلائق خدا علی بن حسام الدین متقی، بنام بزرگ جن سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی، تم عرصہ سے ہمارے پاس آ رہے ہو، لیکن

کچھ گفتگونہیں کرتے تا کہ معلوم ہو جائے کہ تمہارا مقصد کیا ہے۔میرے ساتھیوں میں سے ایک شخص عبدالوہاب ہے، اگر چاہو تو اس کے پاس جا کر اپنا مطلب بیان کرو، تا کہ ہم تمہاری امداد کرسکیں،اے اللہ ہم پر حق واضح کر اور حق کی پیروی کی قوت دے،اور باطل کو باطل کی صورت میں دکھا،اوراس سے محفوظ رہنے کی قوت عطا فرما۔یہ خط تمہاری جماعت کے اراکین کے نام ہے۔

دوسرا گرامی نامہ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے انسانوں اور جناتوں کو صرف اپنی عبادت یعنی اپنے عرفان کے لئے پیدا کیا،اللہ تعالیٰ تم پر رحمتیں نازل کریں۔اس بات کو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنے عرفان کے لئے پیدا فرمایا ہے۔اور تمام علماء،عقلاءاور عارفوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ معرفت الٰہی صرف علم و عقل اور حکمت کے ذریعہ حاصل ہوسکتی ہے، جوکوئی خدا تعالیٰ کے بندوں سے سلسلۂ گفتگو بند کر لیتا ہے یا عقل کے ذریعہ نیکی بدی،شرارت و نفع کا علم نہیں رکھتا تو اس کو اللہ کے عرفان کی دولت نہیں ملتی،اس لئے لوگوں سے میل جول میں اپنی گفتگو کے ذریعہ بھی اللہ کی معرفت کا طریقہ حاصل کرو،اور ہادی و رہنما شخصیتوں کی فہرست میں اپنا نام درج کراؤ۔مجھ پر اللہ کا جو حق تھا وہ میں نے تم تک پہنچا دیا اور میں اپنے فریضہ سے سبکدوش ہو گیا،میری اس نصیحت پر جس کا جی چاہے عمل کرے۔

تصانیف

شیخ کی تصانیف سو سے زائد ہیں،بعض کے اسماء یہ ہیں:

(۱)......شئون المنزلات۔

(۲)......منهج العمال فی سنن الاقوال۔

(۳)......کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال۔

(۴)......الاکمال لمنهج العمال۔

(۵)......منتخب کنز العمال۔

(۶)......الفصول شرح جامع الاصول۔

(۷)......شمائل النبوی۔

(۸)...... العنوان فی سلوک النسوان۔

(۹)......البرهان الجلی فی معرفة الولی۔

(۱۰)......المواهب العلیه فی الجمع بین القرآنیة والحدیثیة۔

(۱۱)......مطلب الغایة فی اختصار النهایة۔

(۱۲)......رساله تبیین الطریق۔

(۱۳)......حکم کبیر۔

(۱۴)......زاد الطالبین۔

(۱۵)......اسرار العارفین۔

(۱۶)......نعم المعیار والمقیاس لمعرفة مراتب الناس۔

(۱۷)......فتح الجواد۔

(۱۸)......نجم الدرر۔

(۱۹)......غایة الکمال فی بیان افضل الاعمال۔

(۲۰)......جوامع الکلم فی المواعظ والحکم۔

اس کتاب میں تین ہزار کے قریب نصائح جمع کئے گئے ہیں، ان میں پانچ سوایسے اقتباسات ہیں جو قرآن پاک سے لئے گئے ہیں، پانچ سو تضمینات ہیں جو احادیث سے ماخوذ ہیں، اوران کے اختصار کے پیش نظران کے ساتھ بطور تمہید ہم معنی تشریحی فقرے بھی

لکھے گئے ہیں، اس کے علاوہ تین سو اقوال ابو عطاء اسکندری (م: ۷۰۹ھ ۱۳۳۹ء) کے اور ایک سو اقوال ان کے شاگرد کے ہیں، اور باقی ماندہ حصہ متقدمین کے اقوال پر مشتمل ہیں۔

یہ تمام مواد مذکورہ بالا ترتیب کے مطابق کوئی اسّی (۸۰) ابواب کے تحت حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کیا گیا ہے، مثلاً: ''باب فی الایمان'' اور ''باب فی الاحسان'' وغیرہ وغیرہ نوعیت کے اعتبار سے۔ یہ کتاب صرف ان لوگوں کے لئے دلچسپی رکھتی ہے جو حافظ، مفسر یا محدث ہیں اور تصوف سے بھی شغف رکھتے ہیں۔ (عربی ادبیات ص ۳۲۱)

(۲۱)......البرهان فی علامات مهدی آخر الزمان۔

بعض کتب میں اس کا نام ''تلخیص البیان فی علامات مهدی آخر الزمان'' بھی لکھا گیا ہے۔ یہ کتاب جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے ان احادیث کا مجموعہ ہے جو مہدی منتظر کے بارے میں ہیں، یہ سید محمد جونپوری کے معتقدین کی ہدایت کے لئے لکھی گئی تھی کیونکہ محمد جونپوری نے مہدی ہونے کا دعوی کیا تھا۔ یہ کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے۔ شیخ نے بیان کیا ہے کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی ''عرف الورد'' باقاعدہ مرتب اور ابواب میں تقسیم نہیں کی گئی تھی، اس لئے شیخ نے اس کو دوبارہ مرتب کیا اور اس میں نئی چیزیں بھی شامل کر دیں جو دوسری کتابوں سے جمع کی گئیں ہیں۔ یہ کتاب ایک مقدمہ اور تیرہ ابواب پر مشتمل ہے، اس کتاب میں احادیث مندرجۂ ذیل عنوانات سے جمع کی گئی ہیں۔

حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کی کرامات، ان کا سلسلۂ نسب، ان کا حلیہ، ظہور مہدی علی رضی اللہ عنہ سے قبل کے حالات وعلامات، ان کی بیعت کس طرح کی جائے، ان کے مددگار، ان کی فتوحات، حضرت عیسی علیہ السلام سے مہدی رضی اللہ عنہ کی ملاقات، ان کے قیام کی مدت، ان کی وفات، مہدویت کا دعوی کرنے والوں کا تذکرہ، مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے علماء کا فتوی۔

صاحب نور الایضاح
علامہ حسن شرنبلالی

ولادت:......۹۴۴ھ۔

وفات:......۱۱/رمضان المبارک ۱۰۶۹ھ۔

تقریباً تمام ہی مدارس عربیہ کے نصاب میں شامل، درس نظامی میں متداول فقہ کی مشہور ومعروف کتاب ''نور الایضاح'' کے مصنف علامہ حسن شرنبلالی رحمہ اللہ کے مختصر حالات کا دلچسپ مجموعہ۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیۃ

صاحب نورالایضاح [۱]

نورالایضاح کے مصنف شیخ الامام علامہ حسن شرنبلالی رحمہ اللہ گیارہویں صدی کے مشہور حنفی، محقق، فقیہ ہیں۔آپ کا نام حسن، والد ماجد کا نام عمار اور دادا علی کے نام سے معروف تھے۔آپ کی شہرت وفائی نسبت سے بھی ہوئی۔مصر کی ''شبرابلولہ'' نامی بستی آپ کی ولادت گاہ ہے۔اسی سے شرنبلالی کہے جاتے ہیں۔اصل میں شبرابلولی ہونا چاہئے تھا،جیسا کہ خود موصوف نے اپنی تصنیف ''درر الکنوز '' کے آخر میں صراحت کی ہے،مگر خلاف قیاس شرنبلالی ہوگیا۔

ولادت......تعلیم......اساتذہ

آپ کا سن ولادت: ۹۴۴ھ ہے۔ابھی آپ کی عمر چھ سال کے قریب تھی کہ والد ماجد نے تعلیم کا سلسلہ شروع فرمادیا۔یہ وقت وہ تھا کہ مصر میں علماء کبار،فقہاء،فصحاء کی بڑی تعداد علمی خدمات میں مشغول تھیں،یہیں حفظ قرآن پاک کی تکمیل کے بعد شیخ محمد حموی [۲] اور شیخ عبدالرحمٰن المسیری سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔علوم فقہ وقت کے عظیم فقیہ امام عبداللہ النحریری [۳] اور علامہ محمد المحبی [۴] سے پڑھے۔آپ کی سند فقہ ان دو حضرات

۱......صاحب نورالایضاح کے یہ حالات ماہنامہ ''اذان بلال'' آگرہ جمادی الاخری ۱۴۲۵ھ مطابق اگست ۲۰۰۴ء اور ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۰۰۵ء میں شائع ہوچکے ہیں۔

۲......محمد بن عبدالرحمٰن حموی حنفی اونچے پائے کہ محدث، مفسر اور علم قرأت کے ماہرین میں سے تھے، ۱۰۱۷ھ میں وفات پائی۔(معجم المؤلفین ص۱۵۱ ج۱۰)

۳......یہ بھی حنفی بڑے فقیہ گذرے ہیں،مصر میں جم غفیر نے آپ سے علمی استفادہ کیا، ۱۰۲۶ھ میں وفات پائی،خلاصۃ الاثر ص۶۶ ج۳۔

۴......محمد ابن منصور بن ابراہیم الحنفی ، محبی سے مشہور ہوئے ، درجۂ علیا کے فقیہ ، محدث، قاری تھے،

کے علاوہ شیخ امام علی بن غانم المقدسی کی طرف منسوب ہے۔ ۱؎

تدریس وتلامذہ

صاحب نورلایضاح کا فقہی مقام تو مسلم ہے، ساتھ ہی اپنے وقت کے نامور محدثین میں بھی آپ کا شمار تھا، اس کے علاوہ دیگر علوم وفنون میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ فتوی میں امتیازی شان کے مالک تھے۔ ایک طویل عرصہ عالم اسلامی کی عظیم درسگاہ جامعہ ازہر میں منصب تدریس پر فائز رہ کر تشنگان علوم کو سیراب فرماتے رہے۔ آپ کے تلامذہ کی فہرست خاصی طویل ہیں۔ ان میں علامہ احمد عجمی ۲؎ سید السند احمد الحموی، ۳؎ شیخ شاہینا لازمناوی ۴؎ مصریین میں اور شامیین میں علامہ اسماعیل النابلسی ۵؎ بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

۱۰۳۵ھ میں مسجد اقصی کی حاضری کی سعادت سے مالا مال ہوئے اور فقیہ عصر علامۂ زمان، محقق بے مثال مشہور عالم شیخ ابوالاسعاد یوسف بن عبدالرزاق بن وفاء المالکی (م:

۹۳۱ھ میں پیدا ہوئے، اور: ۱۰۳۰ھ میں انتقال فرمایا۔ (معجم المؤلفین ص ۵۱ ج ۱۲)

۱؎.....علی بن محمد الحنفی: شیخ الاسلام کے عظیم لقب سے معروف تھے۔ فقہ وحدیث کے ساتھ ساتھ علم لغت میں ید طولی حاصل تھا۔ ولادت: ۹۲۰ھ میں اور وفات: ۱۰۰۴ھ میں ہوئی۔

(معجم المؤلفین ص ۱۹۵ ج ۷۔ الریحانہ للخفاجی ص ۲۴۵)

۲؎.....و: ۱۰۱۴، م: ۱۰۸۶، شافعی مسلک کے بڑے علماء میں تھے۔ (معجم المؤلفین ص ۱۵۲ ج ۱)

۳؎.....مختلف علوم میں تصانیف کثیرہ کے حامل۔ م: ۱۰۹۸۔

(معجم المؤلفین ص ۹۳ ج ۲۔ تاریخ الجبروتی ص ۶۷ ج ۱)

۴؎.....قاہرہ کے بڑے فقیہ، متون کثیرہ، مثلا کنز، شاطبیہ، الرحبیہ وغیرہ کے حافظ تھے۔ ۱۱۰۰ھ میں وفات پائی۔ (خلاصۃ الاثر ص ۲۲۱ ج ۲۔ عجائب الآثار للجبرتی)

۵؎.....اسماعیل بن عبد الغنی، فقیہ، محدث، مفسر۔ آپ کے صاحبزادے نابلس کے مشہور عالم عبدالغنی نابلسی ہیں، دمشق میں پیدا ہوئے سن ولادت: ۱۰۱۷ھ ہے، وفات: ۱۰۶۲ھ میں ہوئی۔

۱۰۵۱ھ) کی صحبت سے علمی استفادہ فرمایا۔

صاحب خلاصۃ الاثر کے والد شیخ علامہ محمد المحبی نے آپ کی شان میں تحریر فرمایا:

''اگر صاحب سراج الوہاج آپ کو دیکھتے تو آپ کے نور (علم) سے اکتساب کرتے، یا صاحب ظہیریہ دیکھتے تو آپ کے ظہور کے وقت پوشیدہ ہو جاتے، یا ابن یوسف آپ کو دیکھتے تو آپ کی جلالت سے غیر پر افسوس نہ کرتے۔ آپ عمدہ اخلاق والے تھے، فصیح زبان کے مالک تھے۔ زمانے کے بہترین فقہاء میں آپ کا شمار تھا۔ آپ صالحین و مجاذیب کے معتقد تھے، اور ان کی طرف سے آپ کو بعض احوال و واقعات کے (غیبی) اشارے بھی دیئے جاتے تھے۔ چنانچہ بعض صلحاء نے آپ سے کہا ''اے حسن! آج کے بعد سے آپ اپنے لئے، اپنے اہل کے لئے، اپنی اولاد کے لئے کوئی کپڑا نہ خریدیئے، پس اس دن سے آپ کے پاس عمدہ اور فاخرانہ لباس آتے رہے اور آپ کو کبھی خریدنے کی ضرورت نہ پڑی۔

علامہ محمد امین المحبی رحمہ اللہ نے آپ کے متعلق کہا:

''آپ زمانے کے محقق اور فضلاء کے سردار تھے، فقہی ملکہ میں احسن المتأخرین تھے، فقہی قواعد و نصوص کے بہت جاننے والے تھے''۔

تصنیفات وتالیفات

علامہ شرنبلالی رحمہ اللہ کی تصنیفات رسائل و کتب کی شکل میں چھوٹی بڑی ستر (۷۰) سے زیادہ ہیں، اکثر ان میں فقہ و فتوی پر ہیں، جو اسماء مل سکے ان کی فہرست درج ذیل ہیں۔

(۱)......رقم البیان فی دیة المفصل و الاسنان۔ سن تالیف ۱۰۱۹ھ ہے۔

(۲)......بسط الکفالة فی تاجیل الکفالة۔ ۱۰۲۶ھ کی تصنیف ہے۔

(۳)......حفظ الا صغرین عن اعتقاد من زعم الحرام لایتعتدی لذمتین۔

(۴)......سوادة اهل الاسلام بالمصافحة والسلام۔ یہ دونوں :۱۰۲۹ھ کی تصنیف ہیں،

(۵)......غنیة ذوی الاحکام فی بغیةدرر الحکام ۔ یہ ۱۰۳۵ھ کی تصنیف ہے۔(درر کے حاشیہ پر طبع ہوئی ہے)

(٦)......اسعاد آل عثمان المکرم ببناء بیت الله المحرم۔ یہ ۱۰۳۹ھ کی تصنیف ہے۔

(۷)......انفاذ الاوامر الالهیه بنصر العساکر العثمانیة۔ یہ ۱۰۴۱ھ کی تصنیف ہے۔

(۸)......تنقیح الاحکام فی الابراء الخاص والعام۔ یہ ۱۰۴۲ھ کی تصنیف ہے۔

(۹)......امداد الفتاح شرح نور الایضاح۔۱۵/ربیع الاول ۱۰۴۵ھ کوشروع کر کے ۱۵/ ربیع الاول ۱۰۴٦ھ میں اس کی تبییض سے فراغت پائی۔

(۱۰)......حسام الحکام المحققین لصد المعتدین عن اوقاف المسلمین۔

(۱۱)......نظر الحاذق النحریر فی الرجوع علی المستعیر۔

(۱۲)......جداول الزلال الجاریة لترتیب الفوائت بکل احتمال، یہ تینوں ۱۰۵۰ھ کی تصنیف ہیں۔

(۱۳)......واضح المحجة للعدول عن خلل الحجة۔ یہ ۱۰۵۲ھ کی تصنیف ہے۔

(۱۴)......مراقی الفلاح شرح نور الایضاح ۔اواخر جمادی الآخر میں شروع کر کے اوائل رجب میں فراغت ہوئی۔

(۱۵)...... النعمة الماجده بکفیل الوالده۔ یہ ۱۰۵۵ھ کی تصنیف ہے۔

(۱٦)......الاستعارة من کتاب الشهادة۔

(۱۷)......الزهر النضیر فی حوض المستدیر۔ یہ دونوں ۱۰۵۷ھ کی تصنیف ہیں۔

(۱۸)......نفیس المتبحر بشراء الدرر۔ یہ ۱۰۵۸ھ کی تصنیف ہے۔

(۱۹)......فتح باری الالطاف بجدول مستحقی الاوقاف۔ یہ ۱۰۵۹ھ کی تصنیف ہے۔

(۲۰)......الاحکام الملخصه فی حکم ماء الحمصه۔ یہ بھی ۱۰۵۹ھ کی تصنیف ہے۔

(۲۱)......ارشاد الاعلام لرتبته الجدة وذوی الارحام فی تزویج الایتام۔

(۲۲)......الابتسام باحکام الاقحام ۔ یہ دونوں ۱۰۶۰ھ کی تصنیف ہیں۔

(۲۳)......اتحاف الاریب بجواز استنابته الخطیب۔

(۲۴)......ایضاح الخفیات لتعارض بنیة النفی والاثبات۔

(۲۵)......نزهة اعیان الحزب بمسائل الشرب۔ یہ تینوں ۱۰۶۱ھ کی تصانیف ہیں۔

(۲۶)......الدرر الفریدة بین الاعلام لتحقیق میراث من علق طلاقها قبل الموت باشهر او ایام۔ ۱۰۶۴ھ کی تصنیف ہے۔

(۲۷)......تحفة الاکمل فی جواز لبس الاحمر۔

(۲۸)......النظم المستطاب لحکم القرأة فی صلوة الجنازة بام الکتاب ۔ یہ دونوں ۱۰۶۵ھ کی تصنیف ہیں۔

(۲۹)......الدررة۔

(۳۰)......الاثر المحمود بقهر ذوی العهود۔

(۳۱)......الاقناع فی حکم اختلاف الراهن والمرتهن فی الرد من غیر ضیاع۔

(۳۲)......تحفة اعیان الغناء۔

(۳۳)......بدیعة الهدی لما استیسر من الهدی۔ یہ پانچوں ۱۰۶۷ھ کی تصانیف ہیں

(۳۴)......قهر الملة الکفریة بالادلة المحمدیة لتحزب دبر المحله الجوانیه ۔ یہ

۱۰۶۸ھ کی تصنیف ہے۔

(۳۵)……کشف القناع الرفیع عن مسئلة التبرع بما یستحق الرضیع۔

(۳۶)……ایقاظ ذوی الدراسة بوصف من کف السعایة۔

(۳۷)……اسابة الفرض الاہم فی العتق المبہم۔

(۳۸)……احسن الاقوال للتحرز عن محظور الفعال۔

(۳۹)……سعادة الماجد بعمارة المساجد۔

(۴۰)……نہایة الفریقین فی اشتراط الملک لاخر الشرطین۔

(۴۱)……اکرام ذوی الالباب بشریف الخطاب۔

(۴۲)……درر الکنوز۔

(۴۳)……کشف العضل فیمن عضل۔

(۴۴)……تجدد المسرات بالقسم بین الزوجات۔

(۴۵)……اعقد الفرید فی جواز التقلید۔ان تالیفات کا سن،تالیف معلوم نہ ہوسکا۔

(ظفر المحصلین ص۲۱۰)

(۴۶)……مراقی السعادات فی علمی التوحید والعبادات ۔شوال ۱۰۱۴ھ کی تصنیف ہے، جب کہ مصنف کی عمر بیس سال تھی۔غالبا دمشق میں یہ رسالہ شیخ محمد ریاض المالح کی تحقیق اور دکتور محمد ابوالیسر عابدین کے مقدمہ سے شائع ہوئی ہے۔

(۴۷)……شرح منظومه ابن وهبان۔دوجلد میں۔

(۴۸)……التحقیقات القدسیه۔

نوٹ:……مجموعہ رسائل شرنبلالی میں کل:۴۸/رسائل ہیں۔(آپ فتوی کیسے دیں ص۱۴۷)

نورالایضاح

(۴۹)......نورالایضاح ونجاۃ الارواح، یہ آپ کی تمام تصانیف میں مشہور معروف و بے انتہا مقبول ہوئی، ویسے ''حاشیہ درروغرر'' لاجواب حاشیہ ہے [۱] جو آپ کی حیات ہی میں غیر معمولی شہرت حاصل کر چکا تھا۔''امدادالفتاح'' بھی عمدہ ترین کتاب ہے مگر نایاب۔ [۲]

نورالایضاح کے معنی

نور: کے معنی ہیں روشنی، روشنی کی کرن، جو چیز اشیاء کو آشکارا کردے۔اس کی جمع ہے انوارونیران۔ایضاح: کے معنی ہے صاف کرنا، ظاہر کرنا، عیاں کرنا۔نورالایضاح کے معنی ہوئے ظاہر کرنے والی روشنی۔اورارواح: روح کی جمع ہے۔نجات کے معنی چھٹکارا۔اور عذاب روح کو ہوگا۔مطلب یہ ہوا کہ جو عبادات کے مسائل وطریقہ سے ناواقف ہے اس کے لئے یہ مسائل نور اور رہنمائی ہے جس پر عمل کر کے آدمی اللہ کے عذاب سے نجات حاصل کرسکتا ہے۔

''نورالایضاح'' کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اس کی متعدد شرحیں لکھی گئیں۔عرصۂ دراز سے مدارس کے نصاب میں شامل رہ کر مصنف کے لئے ذریعۂ نجات و ذخیرۂ آخرت۔مصنف نے اس میں اقوال مرجحہ ہی کو بیان فرمایا ہے۔خود مصنف نے خطبہ میں اس کی صراحت فرمائی ہے کہ ''ولا اذکر الا ما جزم بصحته اهل الترجیح''

---

[۱]......غررالاحکام، ملاخسرو محمد بن علی رحمہ اللہ (متوفی ۸۸۵ھ) کا مشہور متن ہے۔خود مصنف نے ''درر الحکام فی شرح غرر الاحکام'' کے نام سے شرح لکھی ہے جو دو جلدوں میں مطبوعہ ہے۔علامہ شرنبلالی نے اس پر حاشیہ لکھا۔

[۲]......اب بیروت سے چھپ چکی ہے۔

یعنی میں اس میں صرف وہی قول نقل کروں گا جس کی صحت پر اہل ترجیح نے وثوق اور اعتماد کیا ہے۔

مدارس کے بچوں کے لئے بہترین اور جامع، مختصر متن ہے۔ بقول علامہ کشمیری رحمہ اللہ کے ''کتاب فی الارکان الاربعة سهل الحصول'' اور بقول علامہ لکھنوی رحمہ اللہ کے ''وقد طالعت من تصانيفه نور الايضاح متن متين فی الفقه''۔

(الفوائد البہیۃ فی تراجم الحنفیۃ ص ۸۵)

مصنف علام نے اس کتاب کو لکھ کر دعا فرمائی کہ: اللہ تعالی اس سے اپنے بندوں کو نفع پہنچائے اور اس کے فائدہ کو دوام بخشے: ''والله اسأل ان ينفع به عباده و يديم الافادة''۔

یہ دعا ایسی قبول ہوئی کہ دور تصنیف سے آج تک اللہ تعالی کے لاکھوں بندوں نے اس سے نفع اٹھایا اور اس کا فائدہ امت کے سامنے ہے۔

اولا مصنف نے اسے ''کتاب الاعتکاف'' تک لکھا اور وہیں تک تحریر کا ارادہ تھا، اسی لئے اعتکاف کے آخر میں اس طرح اختتامی کلمات و دعائیہ الفاظ بھی لکھ دیئے:

''هذا ما تيسر للعاجز الحقير بعناية مولاه القوی القدير ، الحمد لله الذی هدانا لهذا وما كنا لنهتدی لولا ان هدانا الله ، وصلى الله على سيدنا و مولانا محمد خاتم الانبياء ، و على آله وصحبه و ذريته ومن والاه ، نسأل الله سبحانه متوسلين ان يجعله خالصا لوجه الكريم و ان ينفع به النفح العميم و يجزل به الثواب الجسيم''۔

یعنی یہ جو کچھ حقیر عاجز کو حاصل ہوا قوی طاقتور مولا کی طرف سے۔ تمام تعریف اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں اس (خدمت کی) ہدایت دی، اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت پر نہ ہوتے، اور درود (وسلام) ہو ہمارے سردار اور مولا حضرت خاتم الانبیاء ﷺ

پر اور آپ کی آل پر اور آپ کے اصحاب پر اور آپ کی ذریت پر اور ان پر جنہوں نے مدد فرمائی۔ اے اللہ! ہم آپ سے سوال کرتے ہیں کہ اس (کتاب) کو خالص اپنی رضا کے لئے بنائے اور اس سے عام نفع پہنچائے اور اجر عظیم عطا فرمائے، آمین۔

پھر بقیہ ابواب ''زکوۃ و حج'' کو شامل کر کے عبادات کی تکمیل فرمادی۔ کتاب الاعتکاف تک: ۲۴ / جمادی الاولی ۱۰۲۳ھ میں جمعہ کے روز فارغ ہوئے۔

نور الایضاح کے متعلق حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی طرف منسوب ایک واقعہ کی تحقیق

حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کے متعلق مشہور ہے کہ آپ نے سفر مصر کے دوران اس کتاب کو ایک مرتبہ دیکھا پھر ہندوستان آ کر اپنی غیر معمولی یادداشت سے اسے من وعن نقل فرما کر طبع کرایا، مگر موصوف کے صاحبزادے حضرت مولانا انظر شاہ صاحب مدظلہ نے اس واقعہ کی تردید کی اور فرمایا کہ میرے والد صاحب کا مصر کا سفر ہی نہیں ہوا۔ اور خود حضرت شاہ صاحب کے ملفوظات میں بھی اس کی تصریح ہے کہ میں صرف حرمین میں رہا ہوں مصر وغیرہ نہیں گیا۔ (ملفوظات محدث کشمیری ص ۲۵۸)

مولانا انظر شاہ صاحب مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

(والد صاحب کا) حجاز سے مصر، طرابلس، شام اور ترکی کا سفر مشکوک ہے، نہ خود مرحوم نے اس سفر کے بارے میں کچھ لکھا اور نہ کوئی ابتک معتبر سراغ مل سکا........ عام درسگاہوں میں ان کی قوت حفظ کے ثبوت کے لئے جو یہ داستان شہرت پذیر ہے کہ آپ نے مصر میں ''نور الایضاح'' کا مطالعہ کیا اور پھر اسے ہندوستان آ کر محفوظ کیا صحیح نہیں، اس لئے کہ ''نور الایضاح'' زمانۂ دراز سے درس نظامی میں شریک ہے، بلکہ ہندوستان بہت پہلے سے اس

کی شرح ''مراقی الفلاح'' اور ''طحطاوی'' سے واقف تھا۔خاکسار نے ایک موقعہ پر آپ کے شاگرد مولانا محمد انوری لائلپوری سے اسی روایت کی صحت کے بارے میں استفسار کیا تو تھا تو انہوں نے تصویب کی،لیکن متجسس طبیعت نے درس نظامی کا جائزہ قدیم ادوار سے لیا تو ''نور الایضاح'' عہد قدیم سے داخل نصاب پائی،اس لئے راقم الحروف کے علم و تحقیق میں یہ درسگاہی داستان صحیح نہیں ۔(نقش دوام ص ۱۳۷)

مولانا انظر شاہ صاحب مدظلہ کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ علامہ ملا نظام الدین شہید سہالوی (متوفی:۱۱۱۶ھ مطابق ۱۷۴۷ء) نے اپنے مدرسہ کے لئے تعلیم کا جو نصاب مرتب کیا تھا جسے بعد میں تمام مدارس نے اپنالیا اس میں بھی ''نور الایضاح'' کا نام موجود ہے۔

اسی طرح حضرت مولانا عبدالحئ صاحب لکھنوی نے بھی اس کا مطالعہ فرمایا،جس سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف کے زمانے میں بھی اس کا نسخہ ہندوستان میں موجود تھا۔اور حضرت لکھنوی کا زمانہ شاہ صاحب سے تقریباً پچاس سال مقدم ہے،اس لئے کہ حضرت لکھنوی کا سن ولادت:۱۲۶۴ھ اور سن وفات:۱۳۰۴ھ ہے،اور شاہ صاحب کا سن ولادت ۱۲۹۲ھ اور سن وفات:۱۳۵۲ھ ہے۔

حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب سے کسی نے یہ سوال کیا تھا کہ حضرت شاہ صاحب کا ''نور الایضاح'' والا قصہ صحیح ہے اس پر فرمایا: کہ میرے علم میں نہیں۔

(مکتوبات حکیم الاسلام)

مولانا عبدالقدوس صاحب لاجپوری مدظلہ نے سنایا کہ: حضرت مولانا مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاجپوری نے بھی اس واقعہ کے صحت کی تردیدی فرمائی۔

نورالایضاح کے تراجم وشروحات

سرسری تتبع سے جو اسماء مل سکے وہ یہ ہے:

نمبر	اسماء شروح	مصنفین
۱	امدادالفتاح............	مصنف نورالایضاح............
۲	مراقی الفلاح............	مصنف نورالایضاح............
۳	معراج النجاح............	از: علامہ علاء الدین ابن عابدین شامی.......
۴	سبیل الفلاح............	
۵	الاصباح (حاشیہ)............	شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب............
۶	حاشیہ نورالایضاح فارسی..........	شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب............
۷	نورالاصباح (ترجمہ)............	حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب..........
۸	ایضاح الاصباح............	حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب..........
۹	سراج الایضاح............	مولانا مفتی کفیل الرحمٰن نشاط عثمانی............
۱۰	اشرف الایضاح............	مولانا عبدالحفیظ صاحب قاسمی............
۱۱	تکمیل الایضاح............	مولانا ابوالکلام وسیم صاحب قاسمی............
۱۲	ترجمہ نورالایضاح............	شیخ عبداللہ پٹنی گجراتی (م ۱۲۷۰ھ)...........
۱۳	نشاط الارواح............	مولانا ابوالمکارم محمد صدیق احمد الانوری.......
۱۴	سرور النجاح (ترجمہ)............	مولانا محمد یوسف صاحب لاجپوری............
۱۵	سرور النجاح (تکملۂ ترجمہ).......	مرغوب احمد لاجپوری............

حاشیۃ الطحطاوی

''نور الایضاح'' چونکہ مختصر تھی اس لئے مصنف نے خود اس کی مبسوط شرح ''امداد الفتاح'' کے نام سے لکھی، پھر اس کی تلخیص کی اس کا نام ''مراقی الفلاح'' رکھا۔ مراقی کی جامعیت وافادیت کے پیش نظر علامہ قاضی احمد بن محمد طحطاوی (طہطاوی) رحمہ اللہ [۱] نے اس پر مفصل حاشیہ لکھا، جس میں اکثر فقہی مسائل و جزئیات کا احاطہ کرنے کے ساتھ ان کے دلائل بھی بیان کئے، اور جہاں جہاں ضرورت محسوس کی وہاں دیگر فقہی مذاہب کے ائمہ کا موقف بھی ذکر کر دیا۔ انہی خصوصیات کی بدولت اس کتاب کو ہر دور میں قبولیت حاصل رہی ہے۔ ''نور الایضاح'' کے لئے یہ بہت مفید شرح ہے۔

وفات

تقریباً ۷۵ر سال کی عمر میں جمعہ کے روز بعد عصر ۱۱ر رمضان المبارک ۱۰۶۹ھ کو سفر آخرت فرمایا۔ تربۃ المجاورین میں مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالی رحمۃ واسعۃ۔

''حدائق حنفیہ، کشف، ھامش، مقدمہ، عمدۃ الرعایۃ، المعجم العلمی، غیث الغمام، خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر'' وغیرہ کتب تاریخ میں یہی سن وفات مذکور ہے، اور یہی صحیح ہے۔

''التعلیقات السنیۃ مصری'' میں سن وفات ۱۱۶۹ھ اور نسخہ یوسفیہ ومصطفائیہ میں ۱۲۶۹ھ ہے، مگر یہ صحیح نہیں ہے۔

---

[۱]......متوفی ۱۲۳۱ھ، مشہور حنفی فقیہ اور علامہ شامی کے استاذ ہیں، آپ کی دو کتابیں مطبوعہ ہیں:
(۱)......طحطاوی حاشیہ درمختار، چار ضخیم جلدوں میں ہے۔
(۲)......یہی شرح مراقی۔
(۳)......ایک رسالہ ''کشف الرین عن بیان المسح علی الجوربین'' مخطوطہ ہے۔

علامہ شامی

ولادت باسعادت ۱۱۹۸ھ مطابق ۱۷۸۴ء۔

وفات: ۲۱/ربیع الثانی ۱۲۵۲ھ (۱۸۳۶ء)۔

دنیائے فقہ وفتاوی کی مشہور ومعروف شخصیت، عظیم فقیہ، ردالمحتار ورسم المفتی وغیرہ شہرۂ آفاق کتابوں کے مصنف علامہ ابن عابدین شامی کے مختصر حالات، اوصاف وکمالات، پر مشتمل رسالہ۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیۃ

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ نہ کوئی مستقل تصنیف ہے نہ علامہ شامی کی سوانح حیات، بلکہ: ۱۴۱۷ھ میں لکھا ہوا راقم کا ایک مضمون ہے جو اس نسبت سے تیار کیا گیا تھا کہ ہندو پاک کے کسی ماہنامہ رسالہ میں اسے شائع کروں گا، چنانچہ ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی (صفر ۱۴۱۸ھ، جون ۱۹۹۷ء) ماہنامہ ''الفاروق'' (شوال ۱۴۱۷ھ) ماہنامہ اذان بلال آگرہ (شوال وذی قعدہ ۱۴۲۰ھ، جون وفروری ۲۰۰۰ء) ماہنامہ ''الہلال'' مانچسٹر (شعبان ۱۴۱۶ھ، دسمبر ۱۹۹۵ء، میں پہلی قسط اور دوسری قسط رمضان ۱۴۱۶ھ، جنوری ۱۹۹۶ء) میں یہ مضمون شائع ہوا۔

کئی مرتبہ یہ خیال آیا کہ طلبہ کے فائدہ کے لئے اسے مختصر رسالہ کی شکل میں شائع کردوں کہ استفادہ میں آسانی ہوجائے۔ ساتھ میں یہ بھی خیال تھا عامۃً ماہانہ رسالہ میں تحریر شدہ مضمون ضائع ہوجاتا ہے اور تلاش کے وقت کافی مشکلات کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے، اس غرض سے اس مضمون کو معمولی ترمیم واضافہ کے ساتھ مرتب کردیا ہے۔

اللہ تعالی اسے قبول فرمائے اور راقم وناظرین کے لئے مفید وکارآمد اور آخرت میں ذخیرۂ نجات بنائے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

۷؍صفر ۱۴۲۴ھ مطابق ۱۰؍اپریل ۲۰۰۳ء

بروز جمعرات

صاحب ردالمحتار علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ

دینی خدمات کے تمام شعبے درس وتدریس، تعلیم وتعلم، وعظ وارشاد، تصنیف وتالیف، دعوت وتبلیغ بڑی اہمیتوں کے حامل اور عظیم سے عظیم تر ذمہ داری کے کام ہیں۔ لیکن ان دینی مناصب میں بہت زیادہ نازک اور اہم ترین شعبہ ''شعبۂ افتاء'' ہے۔

متأخرین میں جن بابرکت ہستیوں کو اس دولت عظمیٰ سے حصۂ وافر ملا ان میں علامہ شامی رحمہ اللہ کا نام نامی واسم گرامی سرفہرست ہے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ دنیائے فقہ وفتاوی کی نہایت مشہور ومعروف شخصیت ہیں۔ آپ کی شہرت دراصل ان کی شہرۂ آفاق و بے نظیر و عظیم تصنیف سے ہوئی جو'' رد المحتار علی الدر المختار '' کے نام سے سات ضخیم جلدوں میں تمام علمی، دینی کتب خانوں اور لائبریوں میں اور خاص طور پر فقہ حنفی کے تمام دارالافتاء بلکہ ہر حنفی عالم ومفتی کے ہاتھوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔

اس مختصر رسالہ میں عالم اسلام کی اس مشہور ترین شخصیت کے کچھ مختصر حالات لکھے جاتے ہیں۔

ولادت

علامہ شامی کی ولادت باسعادت ۱۱۹۸ھ مطابق ۱۷۸۴ء میں ہوئی، مقام ولادت دمشق (شام) تھا، اسی لئے شامی سے مشہور ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا نام سید عمر تھا۔

ایک تسامح

صاحب ظفر المحصلین نے علامہ شامی رحمہ اللہ کے والد کا نام ''عابدین'' لکھا ہے (فیہ نظر کما صرح بہ الاحقر فی حاشیۃ الظفر) جو صحیح نہیں۔ ابن عابدین (بصیغۂ جمع) علامہ شامی

کی کنیت ہے، جیسا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے ''الرحیق المختوم شرح قلائد المنظوم'' میں خود اسے صراحت سے لکھا ہے، علامہ رقمطراز ہیں:

''فیقول فقیر رحمة ربه واسیر وصمة ذنبه محمد امین المکنی بابن عابدین''۔

(مجموعہ رسائل ابن عابدین ص۱۸۶ ج۲)

سلسلۂ نسب

آپ کا نام محمد امین بن سید عمر ہے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ کو حق تعالیٰ نے علم وفضل کے عظیم شرف کے ساتھ خاندانی شرف بھی عطا فرمایا تھا۔ آپ کا سلسلۂ نسب: ۴۳ر واسطوں سے سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے، جو درج ذیل ہے:

سید محمد امین، بن سید عمر، بن سید عبدالعزیز، بن سید احمد، بن سید عبدالرحیم، بن سید نجم الدین، بن سید محمد صلاح الدین، بن سید نجم الدین، بن سید محمد کمال، بن سید تقی الدین، بن سید مصطفیٰ، بن سید حسین، بن سید رحمت اللہ، بن سید احمد، بن سید علی، بن سید احمد، بن سید محمود، بن سید احمد، بن سید عبداللہ، بن سید عز الدین، بن سید عبداللہ، بن سید قاسم، بن سید حسن، بن سید اسماعیل، بن سید حسین، بن سید احمد، بن سید اسماعیل، بن سید محمد، بن سید اسماعیل الاعرج، بن سید حضرت جعفر صادق، بن سید حضرت محمد الباقر، بن سید حضرت زین العابدین، (رحمہم اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) بن سید حضرت حسین رضی اللہ عنہ۔

آپ کے نام کے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ علامہ شامی رحمہ اللہ کے عم محترم شیخ سید صالح رحمہ اللہ جو ایک ذی نسبت وصاحب کشف وکرامت بزرگ تھے، انہوں نے آپ کی والدہ صاحبہ کو آپ کی پیدائش کی خوشخبری سنائی، اور ابھی آپ شکم مادر ہی میں تھے کہ موصوف نے آپ ''کو محمد امین'' کے نام سے موسوم کیا۔

تعلیم وتربیت

علامہ شامی رحمہ اللہ نے اپنے والد محترم کے سایۂ عاطفت میں تربیت حاصل کی، حفظ قرآن مجید کی نعمت حق تعالی نے اس وقت عطا فرمائی جب آپ بہت ہی صغیر السن تھے۔

فن تجوید میں مشغولی کا عجیب واقعہ

علامہ شامی رحمہ اللہ کے والد محترم تاجر تھے، لہذا لخت جگر کو حفظ قرآن کی تکمیل کے بعد دکان پر بٹھا دیا تاکہ تجارت میں مہارت اور بیع وشراء کی تربیت حاصل کرلے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ آپ دکان پر قرآن مجید کی تلاوت بلند آواز سے کر رہے تھے کہ ایک غیر معروف بزرگ کا اس طرف گذر ہوا' انہوں نے قرأت سنی اور کہا تمہارا اس طرح سر بازار تلاوت کرنا دو وجہ سے جائز نہیں: ''اولا : لأن هذا المحل محل التجارة والناس لا يستمعون قراءتك فيرتكبون الاثم بسببك ، وانت ايضا آثم''۔

پہلی وجہ تو یہ ہے کہ...... جس جگہ آپ تلاوت میں مصروف ہیں یہ جگہ محل تجارت یعنی بازار ہے، اور لوگ یہاں آپ کی تلاوت نہیں سن سکتے، پس وہ گناہ کے مرتکب ہوں گے اور سبب آپ ہوں گے، اور آپ خود بھی گنہگار ہوں گے (گویا آپ خود بھی گنہگار ہوتے ہو اور دوسروں کو بھی گنہگار بناتے ہو)۔

''و ثانيا : قراءتك ملحونة''۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ...... آپ کی قرأت میں قواعد تجوید کے لحاظ سے اغلاط بہت ہیں۔

پس اسی وقت علامہ شامی رحمہ اللہ اٹھ کھڑے ہوئے، اور اپنے زمانہ کے بہترین قاری کی جستجو میں لگ گئے، کسی صاحب نے شیخ القراء فی العصر شیخ سعید الحموی رحمہ اللہ کی طرف رہنمائی فرمائی، چنانچہ ان کی خدمت میں پہنچ گئے، اور ان سے قرأت و تجوید سیکھنے کی

درخواست کی۔ شیخ حموی کے منظور فرمانے پر فن قرأت کی اہم کتابیں میدانیہ، شاطبیہ، جزریہ حفظ کرلیں اور بلوغت سے پہلے ہی فن قرأت وتجوید میں مہارت تامہ حاصل کرلی۔

فن تجوید سے فراغت تو ہوگئی، مگر واقعۂ مذکورہ نے مزید تعلیم کا چسکا لگا دیا، چنانچہ مختلف علوم وفنون کی کتابیں اپنے وقت کے ممتاز ترین علماء وفضلاء سے پڑھیں اور اس محنت سے پڑھیں کہ اپنے اساتذہ وشیوخ کی حیات ہی میں علامہ شامی رحمہ اللہ کا شمار بھی صف اول کے محققین میں ہونے لگا۔ آپ کے اساتذہ میں شیخ سید محمد شاکر السالمی، شیخ محمد سعید حلبی، شیخ امیر مصری، علامہ قاضی احمد بن محمد طحطاوی، مولانا شیخ خالد رومی نقشبندی رحمہم اللہ کے اسمائے گرامی بہت ممتاز ہیں۔

تلامذہ

جن خوش قسمت حضرات کو علامہ شامی رحمہ اللہ سے شرف تلمذ حاصل ہوا، ان میں سے بعض کے اسماء درج ذیل ہیں:

علامہ فقیہ سید عبدالغنی، مفتیٔ دمشق شیخ احمد آفندی، سید حسن عابدین، قاضی مدینہ منورہ سید محمد آفندی جابی زادہ، فقیہ شیخ یحیٰ، شارح قدوری وعقیدۃ الطحاوی شیخ عبدالغنی الغنیمی المیدانی رحمہ اللہ شیخ حسن البیطار، شیخ محمد بن حسن البیطار، محشیٔ درر علامہ احمد آفندی، سید حسین الرسامۃ دمشقی، رحمہ اللہ شیخ یوسف بدر الدین المغربی، شیخ عبدالقادر جابی، شیخ محمد الجقلی، شارح الدر المختار والفیہ ابن مالک شیخ عبدالقادر خلاصی، مفتیٔ دمشق شیخ علی آفندی المرادی، قاضیٔ شام ملا شیخ عبد الحلیم، شیخ القراء فی العصر علامہ احمد محلاوی رحمہم اللہ۔

فتوی نویسی

تمام ہی علوم میں علامہ شامی رحمہ اللہ کا مقام اعلی وارفع تھا، بالخصوص فقہ حنفی میں خاص

مہارت حاصل تھی، اور اسی کمال تفقہ کے باعث اپنے دور میں افتاء کے مرجع تھے۔ فتوی نویسی میں آپ کی شہرت دور دور تک پہنچی ہوئی تھی۔ اطراف و اکناف سے استفتاء آتے تھے، حالانکہ وہاں بڑے بڑے ارباب فتوی موجود تھے۔

حق گوئی

علامہ شامی رحمہ اللہ کی زندگی کا ایک قابل رشک باب حق گوئی اور اس کے ساتھ شانِ بے نیازی بھی تھا۔ حق کے معاملہ میں نہ تو ارباب حکومت کے سامنے سرخم کیا اور نہ مال وزر کی حرص ان کے پائے استقامت کو متزلزل کر سکی۔ آپ کی دھاک اور علمی رعب سے حکام وقت بھی متأثر تھے، یہی وجہ تھی کہ جب کبھی کوئی قاضی خلاف شرع فیصلہ کر دیتا تو آپ اپنے فتوی میں اس کے فیصلہ پر تنقید فرماتے اور بدلائل رد فرماتے تو قاضی کو سوائے تسلیم کے چارہ نہ رہتا اور اپنا فیصلہ بدلنا پڑتا۔

علامہ شامی کے استغناء عن الخلق اور شان بے نیازی کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی ہوسکتا ہے کہ ایک مرتبہ کسی مرجوح قول پر فتوی دینے کے لئے درہموں کی پچاس تھیلیاں پیش کی گئیں، مگر آپ کے ورع وتقوی سے مزین قلب نے جس میں خدائی محبت بھری ہوئی تھی اس دنی دنیا کی پیشکش کو رد کر دیا اس وقت ضرور علامہ شامی کے پیش نظر یہ شعر رہا ہوگا۔

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں ایں خیال است و محال است وجنوں

خدا ہی کو معلوم ہے کہ ایک تھیلی میں کتنے درہم تھے، وہ بھی ایک دو تھیلیاں نہیں پچاس ''عرض عليه خمسون كيسا من الدراهم لأجل فتوى على قول مرجوح فردها ولم يقبل'' مگر ذرا قدم نہ ڈگمگایا۔ یقیناً ہم نا اہلوں کے لئے جنہیں ان بزرگوں کے نام پر فخر کرتے پھرنے کے سوا اور فرزدق شاعر کا یہ شعر۔

اولئک آبائی فجئنی بمثلهم اذا جمعتنا یا جریر المجامع

وہ میرے آباء واجداد ہیں پس تو میرے پاس ان جیسوں کو لا جب کہ جمع کریں ہم کو مجلسوں میں اے جریر۔

پڑھتے رہنے کے سوا کوئی کام نہیں ہزار ہزار درس عبرت ہے۔ کاش ہم اسلاف کے ان واقعات کو پڑھتے اور ان کو حرز جان بناتے اور علم وعلماء کے وقار کو بلند سے بلند تر کرتے۔

وضو کا اہتمام

حضرت ثوبانؓ سے حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی منقول ہے کہ ”لن یحافظ علی الوضوء الا مؤمن“ یعنی وضو کی پوری پوری نگہداشت مومن بندہ ہی کرسکتا ہے۔

حدیث مبارک کی تشریح میں علماء نے لکھا ہے کہ: وضوء کی نگہداشت اور اس کے اہتمام میں اچھی طرح آداب ومستحبات کی رعایت کرتے ہوئے دھونا بھی شامل ہے، اور اکثر اوقات باوضو رہنا بھی وضو کے اہتمام ہی میں داخل ہے۔ اور ظاہر ہے کہ بدن کی پاکی کا اس قدر اہتمام وہی کرسکتا ہے جس کی روح بھی پاک ہو۔ (انتخاب الترغیب والترھیب ص۳۴۲ ج۱)

علامہ شامی رحمہ اللہ حدیث نبوی کی بنا پر ہمیشہ طہارت سے رہتے اور وضو ختم ہوتے ہی پھر وضو فرما لیتے۔

دن رات کے مشاغل

دن میں درس وتدریس میں مصروف رہتے، مختلف شہروں اور علاقوں سے آنے والے سوالات کے جوابات تحریر فرماتے یا لکھواتے، اور رات بھر تالیف کتب میں مشغول رہتے، اس وجہ سے بہت کم سونے کا موقع ملتا۔ رمضان شریف میں ہر رات ایک قرآن ختم کرنے کا معمول تھا، اور تلاوت بھی سرسری نہیں ہوتی، بلکہ معانی ومطالب پر کامل نظر رہتی، اور اکثر

رات بھر گریہ زاری میں استغراقی کیفیت رہتی:

''وکان فی رمضان یختم کل لیلة ختما کاملا مع تدبر معانیه ' و کثیرا ما یستغرق لیلة بالبکاء والقراءة ''۔

علماء وطلباء سے محبت

علماء واشراف کی بہت تکریم فرماتے، اور طالبان علوم کی قدر افزائی و مالی امداد پر ہمیشہ توجہ فرماتے رہے۔ اہل علم کے معاملہ میں بڑی غیرت رکھتے تھے، ان کی امداد اور ان پر کئے جانے والے اعتراضات کا دفاع گویا آپ کا مقصد زندگی تھا۔

قوم کے مشکل مسائل کا حل، اور ان کے معاملات میں پورا انہماک، آپس کی ناچاقیوں میں اصلاح کا خاص ذوق تھا، یہی وجہ ہے کہ عامة الناس بھی آپ کے بہت معتقد تھے، اور آپ سے بہت احترام واکرام کا معاملہ کرتے تھے۔

اخلاق وعادات

حسن اخلاق کا سرچشمہ تھے۔ رفقاء و خدام کے ساتھ بھی شفقت و رحمت سے پیش آتے۔ تکلم میں نرمی اختیار فرماتے۔ کوئی منکر دیکھتے تو اسی وقت اس کی تغییر میں اٹھ کھڑے ہوتے۔ کلام میں ایسی حلاوت تھی کہ جو بھی آپ کی مجلس میں شریک ہوتا وہ اس حلاوت کو کبھی نہ بھولتا۔ بہت ہی متواضع تھے۔ ہر وارد وصادر، تلامذہ، اہل تعلق ومحبین کے ساتھ ایسا ہمدردانہ تعلق فرماتے کہ ہر ایک یہ سمجھتا کہ میں آپ کے نزدیک آپ کے بیٹے سے بھی زیادہ عزیز ہوں۔ آپ کی مجلس لایعنی باتوں اور غیبت سے محفوظ ہوتی تھی۔ حق تعالی نے ایمانی فراست اور لقمانی حکمت کا بھی حصہ وافر عطا فرمایا تھا۔

حق تعالی نے وجاہت بھی خوب عطا فرمائی تھی، اسی لئے آپ کی بات کا رد کرنا ممکن نہ

تھا، آپ کے حالات میں لکھا ہے: آپ کی بات نافذ ہوتی، سفارش قبول کی جاتی، تحریر میں میمنت وبرکت ہوتی، وكانت كلمته نافذة، وشفاعته مقبولة، وكتابته ميمونة۔

علامہ شامی رحمہ اللہ کا جمائی کو روکنے کا تجربہ

حدیث پاک میں یہ مضمون آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جمائی کو ناپسند فرماتے ہیں۔ یہ بھی ارشاد ہے کہ جمائی شیطان کی طرف سے ہے۔ یہ بھی ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جمائی کے وقت ھاہ کی آواز سے شیطان ہنستا ہے۔

اسی لئے جمائی کے وقت منہ بند کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے: جمائی کے وقت جتنا ہو سکے اسے روکو۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اپنے ہاتھ سے منہ کو بند کرو، کیونکہ شیطان اس میں داخل ہوتا ہے۔ یہ تمام روایات امام بخاری کی ''ادب المفرد'' میں ہیں۔ (ادب المفرد، باب العطاس، باب التثاؤب، باب اذا تثائب فليضع يده على فيه)

اسی وجہ سے فقہاء نے نماز کے مستحبات میں جمائی کو حتی الامکان روکنا بھی لکھا ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ نے اپنے حاشیہ ردالمحتار میں نماز کے اس ادب کو بیان فرماتے ہوئے تحریر فرمایا کہ: جمائی کو روکنے کا ایک عمدہ اور مجرب طریقہ یہ ہے کہ جب جمائی کی ابتدا ہو تو فوراً اپنے دل میں یہ خیال کریں کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو کبھی جمائی نہیں آئی۔

صاحب قدوری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ: میں نے بارہا اس کا تجربہ کیا اور ٹھیک پایا۔ (علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) میں نے بھی اس نسخہ کو آزمایا اور صحیح پایا۔

فائدة:...... الطريق فى دفع التثاؤب: ان يخطر بباله ان الانبياء عليهم الصلاة والسلام ما تثاء بوا قط، قال القدورى: جربناه مراراً فوجدناه كذلک ا ه، قلت: وقد جربته ايضاً فوجدته كذلک۔ (شامی ص۶۷۱ ج۲، آداب الصلاة)

ذریعۂ معاش

حطام دنیا کے حصول کے لئے علامہ شامی رحمہ اللہ نے علم دین کو ذریعۂ معاش نہیں بنایا بلکہ اپنی تجارت اپنے ایک شریک کو سپرد کر رکھی تھی اس سے جو آمدنی ہوتی وہی کافی ہوتی تاحیات اسی پر بسر اوقات کرلیا ''یأکل من مال تجارته بمباشرة شریکه مدة حیاته''۔

علمی ذخیرہ

علامہ شامی رحمہ اللہ کی ملکیت میں مختلف علوم وفنون کی کتب کا اتنا بڑا ذخیرہ تھا کہ اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔آپ کے والد محترم کے پاس ان کے اسلاف کی جتنی کتابیں تھیں وہ سب اپنے لائق وقدر شناس فرزند کو دیدی تھیں۔ان کے علاوہ ان کی طرف سے عام اجازت تھی کہ ''اشتر ما بدا لک من الکتب و انا ادفع لک الثمن'' کہ جس کتاب کی خواہش ہو وہ خرید لو قیمت کی ادائیگی میرے ذمہ ہے۔چونکہ علامہ جید الاستعداد تھے، اکثر دوران مطالعہ عبارت میں کسی قید یا تنبیہ یا اعتراض وجواب یا کسی فائدہ کی ضرورت محسوس فرماتے تو حاشیہ میں تحریر فرمالیتے ،بعض مواضع پر مطالب بھی لکھتے۔اصلاح کتب کے بڑے حریص تھے، جہاں غلطی نظر آتی وہاں مناسب اصلاح فرماتے۔آپ کا خط بھی قابل دید تھا۔

علامہ شامی رحمہ اللہ کا مطالعہ بہت وسیع تھا،ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو تفقہ کے بلند مرتبہ پر فائز کیا تھا،جس مسئلہ پر بھی آپ بحث فرماتے دلیل سے اسے مبرہن فرماتے۔اس لئے تدریس میں وہ معلومات تلامذہ کو ملتیں کہ وہ حیران رہ جاتے۔آپ کے ایک لائق شاگرد علامہ محمد آفندی جابی زادہ- جو خلافت عثمانیہ میں مدینہ منورہ کے قاضی تھے- کا بیان ہے کہ میں بڑی جدوجہد سے سبق کا مطالعہ کرتا اور شروح وحواشی کی طرف رجوع کرتا اور یہ

گمان کرتا کہ درس کے تمام اشکالات و جوابات پر میں نے بصیرت حاصل کرلی، پھر میں علامہ شامی رحمہ اللہ کے درس میں شریک ہوتا تو استاذ محترم اس تفصیل سے روشنی ڈالتے کہ میری معلومات کی مکمل توضیح و تفہیم کے علاوہ ایسے فوائد سناتے کہ جو نہ میں نے سنے ہوتے نہ دیکھے ہوتے تو میں یہ کہنے پر مجبور ہوتا ''ما سمعت مثل تقریر سیدی''۔

آپ کی اس علمی عظمت کی وجہ سے اکابر فقہاء تک آپ سے اجازت کے متمنی ہوتے، چنانچہ آپ کے ایک شاگرد علامہ محمد آفندی جابی زادہ کا بیان ہے کہ خلافت عثمانیہ کے مفتی اعظم شیخ الاسلام عارف عصمت بیگ رحمہ اللہ نے ان سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ میری یہ تمنا ہے کہ علامہ شامی رحمہ اللہ مجھے بطور برکت کے اجازت مرحمت فرمائیں۔

والد بزرگوار کی عظمت

علامہ شامی کے والد کی وفات ۱۲۳۷ھ میں ہوئی، ان کی وفات کے بعد آپ ہر شب سوتے وقت کچھ حصہ قرآن کریم کا تلاوت فرما کر والد مرحوم کو بخشتے۔ ایک ماہ کے بعد علامہ نے ان کو خواب میں دیکھا کہ ابا جان فرما رہے ہیں ''جزاک اللہ تعالی خیرا یا ولدی علی ھذہ الخیرات التی تھدیھا الی فی کل لیلۃ'' اے میرے بیٹے اللہ تعالی تجھے بہتر بدلہ عطا فرمائے تمہاری اس خدمت پر کہ ایک عمدہ ہدیہ ہر رات مجھے پہنچتا رہتا ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ کی والدہ

علامہ شامی رحمہ اللہ کی والدہ ماجدہ بڑی صابرہ، پابند صوم وصلوۃ تھیں۔ علامہ کی وفات ان کی زندگی ہی میں ہوئی، مگر بیٹے کی جدائی میں عام عورتوں کی طرح آہ وبکا کچھ نہ کیا، بہت ہی صبر سے اس غم کو برداشت کیا اور فرمایا کرتی تھیں: ''الحمد للہ علی جمیع الاحوال'' علامہ شامی کی وفات کے بعد والدہ نے یہ معمول بنالیا تھا کہ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک

ایک لاکھ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب اپنے عظیم وجلیل فرزند کی روح کو ہدیہ فرماتیں، اور بیٹے کی وفات کے بعد دوسال تک زندہ رہیں، رحمہا اللہ۔

علامہ شامی کی نانی شیخ محمد امین ابن فضل اللہ (المتوفی ۱۱۱۱ھ) کی بیٹی تھیں، جو گیارہویں صدی کے علماء وفضلاء کی مشہور ومبسوط تاریخ ''خلاصة الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر'' کے مصنف تھے۔ الغرض علامہ شامی رحمہ اللہ کے پورے اہل خاندان حتی کہ عورتیں بھی علم وفضل اور ورع وتقوی میں ممتاز تھیں۔

اساتذہ کا ادب

ایک مرتبہ شیخ محمد دمشق تشریف لائے، علامہ شامی اپنے استاذ شیخ محمد شاکر رحمہ اللہ کی معیت میں ان کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے، جب ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو شیخ محمد شاکر ملاقات سے فارغ ہوکر شیخ محمد کے پاس بیٹھ گئے، مگر علامہ شامی اپنے استاذ کی جوتیاں اٹھائے ہوئے اپنی عادت کے موافق ان کے سامنے کھڑے رہے تب شیخ محمد نے شیخ شاکر سے کہا کہ آپ اس بچہ کو بیٹھنے کی اجازت مرحمت فرما دیجئے کہ میرا دل گوارہ نہیں کرتا کہ اس بچہ کے قیام کی حالت میں بیٹھ جاؤں، اس کے چہرہ پر اہل نبوت کا نور محسوس کر رہا ہوں اور عنقریب اس کے علم وفضل سے تمام اہل بلاد منتفع ہوں گے، چنانچہ شیخ شاکر نے کہا ''اجلس یا ولدی'' اے میرے بیٹے بیٹھ جا۔

باادب باش تا بزرگ شوی کہ بزرگی نتیجۂ ادب است

تصنیف وتالیف

علامہ شامی رحمہ اللہ کا ابھی عنفوان شباب ہی تھا کہ تصنیف وتالیف میں مشغول ہوگئے، دوران طالب علمی آپ نے بعض کتابوں کی شروحات بھی لکھیں ''شرح منار'' اسی زمانہ کی

یادگار ہے۔اور فقہ،ادب،تاریخ وغیرہ میں چھوٹی بڑی درجنوں کتابیں تالیف فرمائیں جو سب کی سب نہایت مدلل ومکمل و پر مغز ہیں۔آپ کا خصوصی موضوع فقہ حنفی تھا،اس لئے آپ کی زیادہ تر کتابیں فقہ حنفی پر ہیں۔

حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہم آپ کی تصنیفات کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ:

''علامہ شامی رحمہ اللہ کا انداز نگارش البیلا ہے، ع

وہ گفتہ آید در حدیث دیگراں

کے قائل ہیں،اپنے الفاظ میں بات کم کرتے ہیں،زیادہ تر دوسروں کی عبارتیں نقل کرتے ہیں،جس سے بات طویل بھی ہوجاتی ہے،تکرار بھی راہ پاتی ہے، بلکہ بعض مرتبہ پیچیدگی بھی پیدا ہوجاتی ہے،تاہم امت ان کی کتابوں سے بے نیاز نہیں ہے،اللہ تعالی نے ان کی کتابوں میں برکت فرمائی ہے''۔(فتوی نویسی کے رہنما اصول ص ۲۳)

رد المحتار

علامہ شامی رحمہ اللہ کی جملہ تالیفات میں سب سے زیادہ مشہور زمانہ وشہرۂ آفاق تصنیف ''رد المحتار'' ہے، جو شیخ محمد ابن علی الشہیر بالحصکفی (ولادت:۱۰۲۵ھ، وفات ۱۰۸۸ھ) کی ''درمختار'' [۱] کی مفصل شرح ہے۔اس کتاب کو حق تعالی نے عجیب مقبولیت عطا فرمائی۔اس وقت فقہ حنفی کا بڑا دارو مدار اسی پر ہے، اور ہے بھی درحقیقت ایسی ہی

۱۔۔۔۔۔''درمختار'' گیارہویں صدی کے مشہور حنفی فقیہ اور دمشق کے مفتی علامہ علاؤالدین محمد بن علی حصکفی (حصن کیفا، کیفا نامی قلعہ کی طرف منسوب ہے) کی مشہور تصنیف ہے، جو ''تنویر الابصار'' کی شرح ہے۔

کتاب جس کی مدد کے بغیر کسی فقیہ ومفتی کو چارہ نہیں۔سینکڑوں متون وشروح وحواشی وفتاوی کے مضامین پر مشتمل ہے۔[۱]

جن میں اکثر وبیشتر کتابیں معدوم ہیں یا غیر محفوظ۔علامہ شامی رحمہ اللہ کا بلا تکلف کتابوں کا حوالہ دینا اور مختلف ومتضاد اقوال میں مجتہدانہ بصیرت سے محاکمہ کرنا کتاب کے لطف واہمیت کو دوبالا کر دیتا ہے۔

شارح ابوداؤد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے یہاں تک فرمادیا کہ کوئی شخص بھی فتوی دینے کی جرأت نہ کرے جب تک کہ ''بدائع الصنائع ''اور''رد المحتار '' کا بالاستیعاب مطالعہ نہ کرلے۔حضرت فرمایا کرتے تھے کہ:

''ہمارے حضرت گنگوہی نے شامی کو کئی بار بالاستیعاب ملاحظہ فرمایا ہے، اس وقت ''بدائع'' مطبوع نہیں ہوئی تھی، اب میں ''شامی'' کے ساتھ اس کے مطالعہ کو بھی ضروری سمجھتا ہوں''۔

مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی -صاحب اعلاء السنن- کے اس سوال پر کہ حضرت فقہ سے مناسبت پیدا ہونے کی کوئی صورت ارشاد فرمادیں! تو جواباً ارشاد فرمایا:

''فقہ سے مناسبت پیدا کرنے کے لئے شامی اور بدائع کو بالاستیعاب دیکھنا چاہئے''۔

(تذکرۃ الخلیل ص۲۹۴، مطبوعہ مکتبۃ الشیخ کراچی)

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم علامہ شامی رحمہ اللہ کی تالیفات کا ذکر فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

---

[۱]......پھر بھی یہ دعوی نہیں کیا جاسکتا کہ تمام ہی مسائل شامی میں آگئے ہیں۔علامہ انور شاہ صاحب کی تحقیق کے مطابق بعض مسائل جو متن کنز میں ہیں شامی وغیرہ بڑی بڑی کتابوں میں بھی نہیں۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے ''ملفوظات محدث کشمیری'' ص۲۶۶)

’’جن میں سے ’’الدر المختار‘‘ کی شرح ’’رد المحتار‘‘ جو فتاوی شامی کے نام سے مشہور ہے سب سے زیادہ جامع اور مفصل کتاب ہے، اور بارہویں صدی ہجری کے بعد تو حنفی مسلک کے مفتیوں کا سب سے بڑا مأخذ بن گئی، اس لئے کہ فقہ حنفی کی تنقیح و تحقیق میں یہ کتاب بے نظیر ہے، اور اس میں علامہ شامی نے ایک ایک مسئلہ کی تحقیق میں بیسیوں کتابوں کی ورق گردانی فرمائی ہے، اور محض متأخرین کی نقل پر اعتماد کرنے کے بجائے اصل مأخذ کی طرف رجوع کر کے ہر مسئلے کی تحقیق کی ہے‘‘۔ (جہان دیدہ ص ۳۰۵)

خود علامہ شامی نے ’’عقود رسم المفتی‘‘ میں تحریر فرمایا ہے کہ:

’’بعض مرتبہ نقل مذہب میں فقہاء سے تسامح ہوا ہے، اور تسامح کے اسباب میں ایک تو یہ ہے کہ عبارت کے نقل کرنے میں سہو یا سبقت نظر یعنی عبارت نقل کرتے وقت نظر ہٹ جاتی ہے اور درمیان سے کچھ عبارت چھوٹ جاتی ہے جس کی وجہ سے مفہوم غلط ہو جاتا ہے‘‘۔

پھر موصوف تحریر فرماتے ہیں:

’’میں (علامہ شامی) نے اپنے حاشیہ ’’رد المحتار‘‘ میں اس قسم کے تسامحات پر تنبیہ کی ہے، کیونکہ میں نے اس حاشیہ کی تصنیف کے وقت متقدمین کی ان کتابوں کی مراجعت کا التزام کیا ہے جن کی طرف یہ حضرات مسائل منسوب کرتے ہی، میں ایسی جگہوں میں اصل عبارت ذکر کرتا ہوں جس کو نقل کرنے میں سہو واقع ہوا ہے، پھر اس کے ساتھ مزید حوالے بڑھاتا ہوں جن سے اصل عبارت کی تائید ہوتی ہے، اسی وجہ سے وہ حاشیہ بے نظیر ہے، اس کی تحصیل سے کوئی شخص بے نیاز نہیں ہو سکتا، دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالی اس کی تکمیل میں میری مدد فرمائیں‘‘۔ (آپ فتوی کیسے دیں؟ ص ۳۰)

''رد المحتار''نام رکھنے کی وجہ

''رد المحتار''مرکب اضافی ہے،اورمحتار(اسم فاعل)بمعنی حیران ہے۔علامہ شامی نے وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:''قد ارشدت من احتار من الطلاب فی فهم معانی هذا الكتاب فلهذا سميتها رد المحتار على الدر المختار''۔(ص۳)

فرماتے ہیں:چونکہ میں نے اس حاشیہ میں اس کتاب(در مختار)کی مراد سمجھنے میں حیران طلبہ کی راہ نمائی کی ہے،اس لئے میں نے اس کا نام''رد المحتار على الدر المختار''رکھا ہے۔اب پورا نام اس طرح ہے''رد المحتار على الدر المختار فی تنویر الابصار''[۱] یعنی حیران کو پھیرنا منتخب موتی کی طرف جو آنکھوں کو روشن کرنے والا ہے۔یعنی ایک شخص کا قیمتی موتی گم ہوگیا جو نور بصر ہے،وہ اس کی تلاش میں حیران و پریشان ہے،علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس کی راہ نمائی کی کہ دیکھ تیرا مطلوب یہ ہے۔

(آپ فتوی کیسے دیں؟ص۱۴۲)

شرح عقود رسم المفتی

علامہ شامی رحمہ اللہ کی تصنیفات میں ایک مشہور رسالہ''شرح عقود رسم المفتی''بھی ہے،اس رسالہ میں:۷۴؍اشعار پر مشتمل ایک نظم افتاء کے قواعد میں تحریر فرمائی،پھر آپ نے خود ہی اپنے منظومہ کی عمدہ شرح لکھی،جس کا نام''شرح عقود رسم المفتی''ہے۔عقود:عِقد کی جمع ہے جس کے معنی ہیں ہار،اور یہاں مراد منظومہ ہے،اور''رسم''

---

[۱]......''تنویر الابصار و جامع البحار''خطیب تُمر تاشی علامہ شمس الدین محمد بن عبداللہ غزّی رحمہ اللہ (و:۹۳۹ھ،ف:۱۰۰۴ھ)کا معروف متن ہے۔خود مصنف نے''منح الغفار''کے نام سے شرح لکھی ہے،جو ابھی مخطوطہ ہے۔

کے معنی ہے کسی چیز کا خاکہ، علامت، معاملہ۔ اور اصطلاحی معنی ہیں ''العلامة التی تدل المفتی علی ما یفتی به''۔ (شامی ص۵۱ ج۱)

یعنی وہ نشانی جو فتوی دینے میں مفتی کی راہ نمائی کرے جیسے راستہ کے نشانات راہ رو کی منزل کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں۔ پس عقود رسم المفتی کا مطلب ہے قواعد افتاء کے سلسلہ کی نظم یعنی منظوم کلام، پھر اس کی شرح لکھی اس لئے ''شرح عقود رسم المفتی'' نام ہوگیا، عام طور پر اس شرح کو بھی ''رسم المفتی'' ہی کہا جاتا ہے۔

(آپ فتوی کیسے دیں؟ ص۱۶)

ہمارے مدارس عربیہ کے دار الافتاء میں یہی شرح افتاء کے طلبہ کو پڑھائی جاتی ہے۔ حال ہی میں دار العلوم دیوبند کے استاذ حدیث حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہ نے اس کا عمدہ ترجمہ، ضروری وضاحت، مفید عنوانات اور (۱۱۶) اکابر فقہاء اور کتب فقہیہ کے مختصر مگر جامع تعارف کے ساتھ ''آپ فتوی کیسے دیں؟'' کے نام سے تحریر فرمایا ہے۔ حل کتاب کے لئے حضرت کی یہ تصنیف نہایت مفید تر و کافی ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ کی ایک اور تصنیف اور ''کیّ الحمّصة'' بیماری کا ذکر

ضرورت کے وقت قول ضعیف پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں یہ ایک مستقل بحث ہے، علامہ شامی نے ''عقود رسم المفتی'' میں اس پر کلام کیا ہے۔ اس ضمن میں علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں کہ: علماء نے بوقت ضرورت راجح قول کے خلاف قول ضعیف پر عمل کرنے کی اجازت دی ہے، جیسے صاحب ہدایہ نے ''مختارات النوازل'' [۱] فصل النجاسۃ میں لکھا

[۱]...... یہ صاحب ہدایہ کی ایک مشہور کتاب ہے، جس سے ہدایہ کے شارحین وغیرہ مسائل نقل کرتے ہیں۔ اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا کی نگرانی میں ''مختارات النوازل'' کی تحقیق مکمل ہونے کو ہے، اللہ تعالی جلد اس کی اشاعت کی شکل پیدا فرمائے۔

ہے کہ: ''جب خون تھوڑا تھوڑا زخم سے نکلے جو بہنے والا نہ ہو تو وہ ناقض وضو نہیں چاہے اس کی مجموعی مقدار بہت ہو، اور ایک ضعیف قول یہ ہے کہ اگر وہ خون اتنا ہو کہ اگر اس کو چھوڑ دیا جائے تو وہ ضرور بہے تو وہ ناقض وضو ہے''۔

پھر صاحب ہدایہ نے یہ مسئلہ نواقض وضو میں بیان کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

''اگر زخم سے تھوڑی چیز نکلے اور اس کو کسی کپڑے سے پوچھ لے اور مجموعی مقدار اتنی ہو کہ اگر وہ چیز چھوڑ دی جائے تو بہہ جاتی تو وضو نہیں ٹوٹے گا، اور ایک ضعیف قول یہ ہے کہ'' الخ۔

یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ مذہب کی عام کتابوں میں مشہور قول دوسرا ہی ہے جس کو قِیــــل َسے بیان کیا گیا ہے، اور وہ پہلا قول جس کو صاحب ہدایہ نے بیان کیا ہے میری معلومات کی حد تک کسی نے ان سے پہلے اختیار نہیں کیا اور نہ کسی نے ان کے بعد ان کی ہم نوائی کی ہے۔ مگر صاحب ہدایہ فقہ حنفی کے جلیل القدر امام ہیں اور اصحاب تخریج وتصحیح کے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں، [۱] پس معذور شخص کے لئے ضرورت کے وقت اس قول میں صاحب ہدایہ کی تقلید جائز ہے، کیونکہ اس قول میں معذروں کے لئے بڑی گنجائش ہے۔ جس کی تفصیل میں نے ''الاحکام المُخصّصَة بکیِّ الحِمّصَة'' نامی رسالہ میں کی ہے [۲]

---

[۱]...... علامہ علی بن ابی بکر ابوالحسن برہان الدین فرغانی، مَرغِینانی (مرغلانی۔ ولادت: ۵۳۰ھ، وفات ۵۹۳ھ) چھٹی صدی کے بڑے حنفی فقیہ ہیں۔

[۲]...... یہ رسالہ ''رسائل عابدین'' ص ۵۴، ج ا میں ''الفوائد المُخصَّصَة'' کے نام سے ہے، ''کیّ'' کے معنی ہیں لوہے سے داغنا، اور ''حِمَّصة'' کے معنی ہیں چنا۔ ''کیّ الحمّصة'' ایک طریقۂ علاج تھا، جسم کے کسی حصہ کو کسی بیماری کی وجہ سے داغتے تھے، داغنے کی وجہ سے وہاں زخم ہو جاتا تھا اور رطوبت رستی تھی تو اس پر کسی چنے کا دانہ رکھ کر پٹی باندھ دیتے تھے وہ چنا زخم سے نکلنے والی رطوبت چوس لیتا تھا۔

اور مجھے عرصہ تک ’’کَيّ الحِمّصَة ‘‘میں مبتلا رہنا پڑا ہے،اوراس قول کے علاوہ میری سمجھ میں کوئی دوسری صورت نہیں آتی تھی جس کے رو سے ہمارے مذہب کے مطابق بلا مشقت میری نماز درست ہو جائے،اس لئے زخم سے نکلنے والی رطوبت اگر چہ تھوڑی ہوتی تھی،مگر اس کی مجموعی مقدار اتنی ہوتی تھی کہ اگر وہ چھوڑ دی جاتی تو ضرور بہہ جاتی،اور مشہور قول کے مطابق ایسی رطوبت ناپاک اور ناقض وضو ہے،اور اس قسم کی رطوبت کی وجہ سے آدمی صاحب عذر نہیں ہوتا،کیونکہ اس کو روکنا ممکن ہے اس طرح کہ ہر نماز کے وقت جگہ کو دھولیا جائے اور چمڑے وغیرہ سے کس کر مضبوط باندھ لیا جائے تو وہ بہاؤ کو روک دے گا اور میں ایسا ہی کرتا تھا،مگر اس میں دشواری اور بہت تنگی تھی،اس لئے میں نے مجبورا اس قول کی پیروی کی،پھر جب اللہ تعالی نے مجھے اس بیماری سے شفا بخشی تو میں نے بیماری کے زمانہ کی تمام نمازوں کا اعادہ کیا، ولله الحمدٗ‘‘۔(آپ فتوی کیسے دیں؟ص۱۲۶ملخصا)

علامہ شامی رحمہ اللہ کی دوسری تصانیف کی فہرست

(۱)......رفع الانظار عما اورده الحلبی علی الدر المحتار۔

(۲)......العقود الدرية فی تنقیح الفتاوی الحامدية۔

(۳)......رفع الاشتباه عن عبارة الاشباه۔

(۴)......فتح رب الارباب علی لب الالباب شرح نبذة الاعراب۔

(۵)......منحة الخالق علی البحر الرائق۔

(۶)......منهل الواردین من بحار الفیض علی ذخر المتأهلین لمسائل الحیض۔

(۷)......الفوائد العجيبة فی اعراب الكلمة الغريبة۔

(۸)......بغية الناسک فی ادعية المناسک۔

(۹)......اعلام الاعلام باحکام الاقرار العام۔

(۱۰)......نشر العرف فی بناء بعض احکام علی العرف۔

(۱۱)......نسمات الاسمار علی شرح المنار۔

(۱۲)......العقود اللآلی فی الاسانید العوالی۔

(۱۳)......شرح الکافی فی العروض والقوافی۔

(۱۴)......حاشیة علی البیضاوی(التزم فیها ان لا یذکر شیئا ذکره المفسرون)۔

(۱۵)......حاشیة علی شرح الملتقی۔

(۱۶)......حاشیة علی النهر۔

(۱۷)......حاشیه علی المطول۔

(۱۸)......الرحیق المختوم شرح قلائد المنظوم۔

(۱۹)......مناهل السرور لمبتغی الحساب بالکسور۔

(۲۰)......اجوبة محققه علی اسئلة متفرقه۔

(۲۱)......تنبیه الرقود علی مسائل النقود۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی تصنیفات ہیں۔علامہ شامی کے رسائل ''مجموعۃ رسائل ابن عابدین'' کے نام سے بھی شائع ہو چکے ہیں جن میں :۳۲/رسائل کو جمع کر دیا گیا ہیں۔

(۲۲)......علامہ شامی نے ایک رسالہ''سل الحسام الهندی لنصرة مولانا خالد النقشبندی '' کے نام سے بھی تصنیف فرمایا، یہ ایک رسالہ کی تردید ہے جو بعض حاسدین نے علامہ شامی کے استاذ مولانا خالد رومی کی مخالفت و تضلیل میں لکھا تھا، رسالہ کے آخر میں اپنے استاذ کے مختصر حالات بھی لکھے ہیں، یہ رسالہ ''مجموعہ رسائل ابن عابدین'' کی

فہرست میں ہے، مگر مجموعہ میں شامل نہیں، البتہ پاکستانی نسخہ میں یہ رسالہ شامل ہے۔

اس رسالہ میں علامہ شامی نے اپنا ایک خواب بھی بیان فرمایا ہے کہ: میں نے خواب میں دیکھا سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا، اور میں ان کی نماز جنازہ پڑھا رہا ہوں، علامہ شامی نے اپنا یہ خواب استاذ محترم مولانا خالد رومی سے بیان کیا۔ موصوف نے فرمایا: یہ میری رحلت کا اشارہ ہے، میں ان کی اولاد میں سے ہوں۔ یہ خواب آپ نے مغرب کے وقت بیان کیا اور مولانا خالد رومی نے عشاء کی نماز پڑھ کر وصیت فرمائی اور جانشین بنایا، گھر میں تشریف لے گئے اسی رات طاعون کا حملہ ہوا اور انتقال فرما گئے۔

اس رسالہ کا تذکرہ اور مولانا خالد رومی کے مختصر حالات ''تاریخ دعوت وعزیمت'' حصہ چہارم ص ۳۷۰ / پر دیکھے جا سکتے ہیں۔

(۲۳)......علامہ شامی کی ایک تصنیف ''شفاء العليل و بلّ الغليل فى بطلان الوصية بالختمات والتهاليل '' بھی ہے۔ اس میں ایصال ثواب کے لئے اجرت پر قرآن خوانی کے عدم جواز پر قوی دلائل اور فقہاء کی عبارات سے مسئلہ کی خوب وضاحت فرمائی ہے، اس پر فقہائے معاصرین نے تقریظات لکھیں ہیں، جن میں علامہ شامی کے استاذ علامہ قاضی سید احمد طحطاوی (م:۱۲۳۱ھ) کی تقریظ بھی ہے۔

(۲۴)......سرور دو عالم ﷺ کی شان عالی میں گستاخی کرنے والے کی توبہ مقبول ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ احناف کے نزدیک راجح یہ ہے کہ اس کی توبہ مقبول ہے۔ اس موضوع پر علامہ شامی نے پوری وضاحت سے رسالہ لکھا جس کا نام ہے ''تنبيه الولاة والحكام على احكام شاتم خير الانام أو احد اصحابه الكرام عليه وعليهم الصلوة والسلام '' علامہ شامی خود فرماتے ہیں کہ: یہ رسالہ اپنے موضوع پر اتنا مفصل ہے کہ کسی نے

اتنی تفصیل سے نہیں لکھا ہے۔

شکل وشمائل

لمبا قد، انگلیاں اور پوریں مضبوط، خوب صورت چہرہ جس پر نور نمایاں، گورا چٹا مضبوط بدن، صاحب وقار، سیاہ بال جس میں گنتی کے سفید بال تھے۔حق تعالی نے حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت سے بھی نوازا تھا۔

وفات

علامہ شامی کی وفات:۲۱ /ربیع الثانی ۱۲۵۲ھ (۱۸۳۶ء) میں ہوئی، جبکہ آپ کی عمر کے صرف:۵۴ سال گذرے تھے۔ جنازہ میں اس قدر ہجوم تھا کہ اس سے قبل اس کی نظیر دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔ حکام وعمائدین و پولیس لوگوں کو جنازہ کے قریب اکٹھا ہونے سے روکتے تھے۔عورت' مرد' چھوٹے' بڑے سب فرط غم سے رو رہے تھے۔ پوری مسجد نمازیوں کی کثرت سے بھر گئی تھی حتی کہ راستہ میں صفیں بنانی پڑیں۔زبردست بھیڑ کی وجہ سے نماز جنازہ جامع مسجد سنان پاشا میں شیخ سید حلبی کی امامت میں ادا کی گئی۔اکثر شہروں میں غائبانہ نماز جنازہ ہوئی۔

وفات سے بیس دن پہلے علامہ شامی نے اپنی قبر کی جگہ خود منتخب کرلی تھی، کیونکہ اس جگہ ''درمختار'' کے مؤلف علامہ حصکفی مدفون تھے،آپ انہیں کے قریب دفن ہونے کے متمنی تھے، چنانچہ حسب وصیت وہیں آپ کو دفن کیا گیا۔

بعد مرگ بھی ہے دنیا ان سے فیضیاب
وہ شمع بجھ گئی اجالا نہیں گیا

علامہ شامی رحمہ اللہ کے صاحبزادے علامہ علاؤ الدین رحمہ اللہ

علامہ شامی نے پسماندگاں میں ایک لائق صاحبزادہ علامہ علاؤ الدین محمد بن محمد امین کو چھوڑا، جو بعد میں چل کر فقہ حنفی میں والد محترم کے حقیقی جانشین اور صحیح وارث ہوئے۔ علامہ زرکلی نے لکھا ہے کہ: اپنے والد کی طرح حنفی فقیہ تھے، اور علماء دمشق میں شمار تھا: بانہ فقیہ حنفی کوالدہ، وعالم من علماء دمشق۔ (الاعلام للزرکلی ص ۷۵ ج ۷)

موصوف نے ''رد المحتار'' کا تکملہ بھی لکھا، جو دو جلدوں میں '' قرۃ عیون الاخیار لتکملۃ رد المحتار علی الدر المختار شرح تنویر الابصار '' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ آپ کی تصنیفات میں ''نور الایضاح'' کی شرح'' معراج النجاح'' بھی ہے۔

ترکی کی خلافت عثمانیہ نے جب عدالتوں کے لئے فقہ حنفی کی بنیاد پر اسلامی قانون کی تدوین کا کام شروع کیا تو آپ کی سرکردگی میں اس غرض کے لئے علماء کی ایک جماعت بنائی، جس نے یہ قانون '' مجلۃ الاحکام العدلیۃ '' کے نام سے مدون کیا، یہ قانون نہ صرف ترکی بلکہ بہت سے اسلامی ملکوں میں سالہا سال نافذ رہا۔ کویت، اردن وغیرہ میں چند سال پہلے تک دیوانی قانون کے طور پر یہی ''مجلّہ'' نافذ تھا۔ علامہ علاؤ الدین طرابلس (لبنان) کے قاضی بھی رہے، اور دمشق کی مجلس المعارف کے صدر بھی تھے۔

۱۳۰۶ھ میں وفات پائی۔ دمشق میں اپنے والد کے قریب ہی مدفون ہوئے۔

(جہان دیدہ ص ۳۰۷)

تلک عشرة کاملة

دس مشہور، اور باکمال علماء وصلحاء کا مختصر اور دل چسپ تذکرہ

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعة القراءات، کفلیتہ

(۱)......امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ

ولادت:......۲٦۰ھ۔

وفات:......۳۲۴ھ۔

امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ......حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے۔۲٦۰ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے۔ان کی والدہ نے ان کے والداسماعیل کے انتقال کے بعد ابوعلی الجبائی سے نکاح کرلیا تھا، جواپنے وقت میں معتزلہ کے امام اور مذہب اعتزال کے علمبردار تھے، شیخ ابوالحسن نے ان کی آغوش میں تربیت پائی اور بہت جلد ان کے معتمد بن گئے۔

ابوعلی جبائی اچھے مدرس تھے، مباحثہ پر زیادہ قدرت نہیں رکھتے تھے، ابوالحسن اشعری شروع ہی سے زبان آور' حاضر جواب تھے، ابوعلی بحث ومناظرہ کے موقع پر انہی کوآگے کردیتے تھے، بہت جلد وہ سرحلقہ اور مجالس بحث کے صدرنشیں بن گئے، تمام ظاہری قیاسات وقرائن بتلاتے تھے کہ وہ اپنے مربی اوراستاذ کے جانشیں ہوں گے، اور مذہب اعتزال کی حمایت واشاعت میں شاید ان سے بھی آگے بڑھ جائیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے انتظامات عجیب ہیں، اس نے سنت کی حفاظت ونصرت کے لئے اس شخص کومنتخب کیا جس نے ساری زندگی مذہب اعتزال کی حمایت واثبات میں گذاری تھی، اور جس کے لئے اعتزال کی مسندامامت تیارتھی، شیخ ابوالحسن کی طبیعت میں اعتزال کا ردعمل پیدا ہوا، ان کی طبیعت معتزلہ کی تاویلوں اورقیاس آرائیوں سے متنفر ہونے لگی، اوران کو یہ محسوس ہونے لگا کہ یہ سب ذہانت کی باتیں ہیں، حقیقت کچھ اور ہے، اور وہ وہی ہے' جوصحابہ کرام اورسلف

کا مسلک ہے، چالیس برس تک معتزلہ کے مذہب اور اعتقادات کی حمایت اور ان کو ثابت کرنے کے بعد ان کی طبیعت اس سے بالکل پھر گئی اور ان کے ذہن میں اس کے خلاف بغاوت پیدا ہوئی، پندرہ دن وہ گھر سے نہیں نکلے، سولہویں دن وہ گھر سے سیدھے جامع مسجد پہنچے، جمعہ کا دن تھا اور جامع مسجد بھری ہوئی تھی، انہوں نے منبر پر چڑھ کر بلند آواز سے اعلان کیا:

''جو مجھے جانتا ہے وہ جانتا ہے، جو نہیں جانتا ہے اس کو بتلاتا ہوں کہ میں ابوالحسن اشعری ہوں، میں معتزلی تھا، فلاں فلاں عقیدہ کا قائل تھا، اب توبہ کرتا ہوں، اپنے سابق خیالات سے باز آتا ہوں، آج سے میرا کام معتزلہ کی تردید اوران کی کمزوریوں اور غلطیوں کا اظہار ہے''

وہ دن اوران کی زندگی کا اخیر دن ان کی ذہانت' علمی تجربہ وقوت گویائی اور استدلال تحریر اعتزال کی تردید اور سلف کے مسلک اور اہل سنت کے عقائد کی تائید اور اثبات میں صرف ہوئی۔ جو کل تک معتزلہ کی زبان اور ان کا سب سے بڑا وکیل تھا' وہ اہل سنت کا ترجمان اور ان کا سب سے بڑا حامی بن گیا۔

امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ خود معتزلہ کی مجلسوں میں جاکر اوران کے ممتاز لوگوں سے مل کر ان کو مطمئن کرنے اور حق کی تفہیم کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ آپ عقلیات وعلم کلام میں مجتہدانہ دماغ رکھتے تھے، معتزلہ کے سوالات واعتراضات کا جواب اس آسانی سے دیتے تھے جیسے کوئی کہنہ مشق استاذ اور ماہر فن' مبتدی طالب علموں کے سوالات کا جواب دیتا ہے، اوران کو خاموش کردیتا ہے۔ مناظرہ میں بات کی ابتدا خود نہیں فرماتے بلکہ مخالف کو پہلے موقع عنایت فرماتے، اس پر ان کے ایک شاگرد ابوعبداللہ بن حنیف نے ان سے کہا کہ

آپ کی سب باتیں سمجھ میں آئیں، مگر یہ نہ سمجھ سکا کہ آپ ابتداءً خاموش کیوں رہتے ہیں، اور معتزلہ کو گفتگو کا موقع کیوں دیتے ہیں؟ آپ کی شان تو یہ ہے کہ آپ ہی گفتگو کریں، اور اعتراضات کو خود رفع کردیں، انہوں نے فرمایا کہ: میں ان مسائل واقوال کو اپنی زبان سے ادا کرنا جائز نہیں سمجھتا، البتہ یہ جب کسی کی زبان سے نکل جائیں تو پھر ان کا جواب دینا اور ان اقوال کی تردید اہل حق کا فرض ہو جاتا ہے۔ آپ فن اور علم کلام کے بانی تھے۔ آپ نے پوری قوت کے ساتھ معتزلہ پر تنقید کی۔

آپ کا خاص کارنامہ یہ بھی ہے کہ آپ نے کتاب وسنت کے ان حقائق اور اہل سنت کے ان عقائد کو عقلی دلائل سے ثابت کیا اور معتزلہ اور دوسرے فرقوں سے ان کے ایک ایک مسئلہ اور ایک ایک عقیدہ میں انہی کی زبان اور اصطلاحات میں بحث کر کے عقائد اہل سنت کی صداقت اور ان کا منقول ومعقول کے مطابق ہونا واضح کیا۔

امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ نے مخالف کی رضامندی اور ناراضگی سے آنکھیں بند کر کے دین کی نصرت اور ایمان وعقیدہ کی حفاظت کے لئے جو طرز عمل ضروری سمجھا، بڑی شجاعت اور ذہانت کے ساتھ اس کی طرف توجہ کی، اور تقریراً وتحریراً اس میں مصروف رہے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ معتزلہ وفلاسفہ کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو تھام لیا اور بہت سے اکھڑتے ہوئے قدموں کو جما دیا۔

عقائد اہل سنت اور طریقۂ سلف کی طرف سے پرزور ومدلل حمایت ووکالت کرنے کی وجہ سے اہل سنت میں نیا اعتماد اور نئی زندگی پیدا ہوئی، اور وہ احساس کہتری رک گیا، جو گھن کی طرح سواد امت کو کھاتا جا رہا تھا۔ معتزلہ بھی ان کے پے در پے حملوں کی وجہ سے پیچھے ہٹ گئے، اور ان کو اپنی حفاظت اور اپنے مذہب کے وجود قائم رکھنے کی فکر لاحق ہوگئی۔

تصنیفات

آپ کی تصانیف کی تعداد ڈھائی سو سے تین سو تک بیان کی گئی ہیں۔ چند یہ ہیں:

(۱)......تفسیر قرآن: تیس اجزاء میں۔

(۲)...... کتاب الفصول: یہ بڑی ضخیم کتاب ہے، اس میں انہوں نے فلاسفۂ دہریۂ ہندوؤں، یہودیوں، عیسائیوں اور مجوسیوں کا رد کیا ہے۔

(۳/۴/۵)...... کتاب القیاس، کتاب الاجتهاد، خبر الواحد: علوم شریعت میں۔

(۶)......مقالات الاسلامیین: اس میں معتزلہ اور دوسرے فرقوں کے جو اقوال و مذاہب نقل کئے ہیں، ان میں بڑی احتیاط اور دیانت سے کام لیا ہے۔ اور خود ان فرقوں کی کتابوں سے ان کی تصدیق ہوتی ہے۔

(۷)...... کتاب الابانة من اصول الدیانة۔ یہ اعتزال سے علیحدگی کے بعد کی اولین تصنیفات میں سے ہے۔

(۸)...... استحسان الخوض فی الکلام۔ اس میں دین اور زمانہ کی عقلیت کے مطابق عقائد حقہ کا اثبات ہے۔

امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ محض عقلی و علمی آدمی نہ تھے، بلکہ عبادت و تقوی اور اخلاق فاضلہ سے بھی آراستہ تھے۔ برسوں عشا کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔ زندگی ایک جائداد پر گذر کرتے رہے، جو ان کو ان کے دادا بلال ابن ابی بردہ بن ابی موسی اشعری نے وقف کی تھی، اس کی آمدنی سترہ درہم روزانہ تھی۔

۳۲۴ھ میں امام ابوالحسن رحمہ اللہ نے انتقال کیا، اور بغداد محلّہ مشرع الزوایا میں مدفون ہوئے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے! تاریخ دعوت و عزیمت ۱۰۳ تا ۱۱۴، ج ۱)

(۲)......اصول الشاشی کے مصنف کون ہیں؟

اس کے مصنف کے بارے میں یقین کامل سے کوئی بات کہنا مشکل ہے، مظہر بقا نے اپنی کتاب ''معجم الاصولیین'' کے مقدمہ میں چند اقوال نقل کئے ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے:

(۱)......اس کتاب کے مصنف شیخ اسحاق بن ابراہیم ابو یعقوب الخراسانی الشاشی (متوفی ۳۲۵ھ ۹۳۶ء) ہیں۔

(۲)......اس کتاب کے مصنف شیخ احمد بن محمد اسحاق، ابو علی نظام الدین الشاشی رحمہ اللہ (۳۴۴ھ ۹۵۵ء) ہیں۔

ایک قول یہ ہیں کہ ان کا نام بدر الدین الشاشی الشروانی رحمہ اللہ ہے، جو تقریبا ۷۵۲ھ یا ۸۵۲ھ میں زندہ تھے۔

(۳)......اس کتاب کے مصنف ابو بکر محمد بن احمد بن الحسین بن عمر رحمہ اللہ (متوفی ۵۰۷ھ ۱۱۱۴ء) فخر الاسلام سے ملقب اور ''المستظھری'' سے معروف ہیں۔

(۴)......اس کتاب کے مصنف نظام الدین الشاشی رحمہ اللہ ہیں، جو ساتویں صدی کے علماء میں سے ہیں۔

(۵)......ایک قول یہ بھی ہے کہ استاذ العلماء حمید الدین الشاشی رحمہ اللہ (متوفی ۷۸۱ھ) مراد ہیں۔

مظہر بقا مذکورہ بالا اقوال پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

میرے خیال کے مطابق ''اصول الشاشی'' جو اسحاق بن ابراہیم الشاشی رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے وہ ''اصول الشاشی'' متداول کے علاوہ کوئی دوسری کتاب ہے، کیونکہ اسحاق بن ابراہیم ابو یعقوب الخراسانی رحمہ اللہ (متوفی ۳۲۵ھ) کی ''اصول الشاشی'' کا

ایک خطی نسخہ ’’مکتبہ دیال سنگھ لاہور‘‘ پاکستان‘ میں نمبر ۵۳۴۳؍ کے تحت موجود ہے، اس میں کتاب کی ابتدا اس طرح کی گئی ہے:

’’ امابعد ! حمد الله على نواله والصلاة على رسوله محمد واله ‘‘ الخ۔

اور اس کا اختتام اس طرح ہے:

’’ ومعنى الافراد ان يعتبر كل مسمى بانفراده ‘ ليس معه غيره ، تمت ‘‘

اس کا ایک نسخہ نمبر: ۱۲۷؍ کے تحت موجود ہے، اس کی ابتدا اس طرح ہے:

’’حمد الله على نواله والصلاة على رسوله محمد واله ‘‘ الخ ‘‘۔

اور اختتام اس طرح ہے:

’’ليس معه غير ، والله اعلم بالصواب ‘ واليه المرجع والماب ‘‘۔

اب ’’اصول الشاشی‘‘ متداول مطبوع کے ابتدائی واختتامی کلمات ملاحظہ کیجئے!

’’الحمد لله الذى اعلى منزلة المؤمنين بكريم خطابه ‘‘ الخ

’’فقال ما بال اسمک ، لا خمس فيه ؟ قال : لانه كالماء فلا خمس فيه ، والله تعالى اعلم بالصواب ‘‘۔

اب جب ’’اصول الشاشی‘‘ منسوب اسحاق الشاشی متداول کے مابین ابتدائیہ اور اختتامیہ کا اختلاف واضح ہوگیا تو اس سے پتہ چلا کہ یہ ایک عنوان ’’اصول الشاشی‘‘ پر دو علیحدہ علیحدہ کتابیں ہیں۔

اور اسی طرح ’’اصول الشاشی‘‘ میں ابن الصباغ (متوفی ۴۷۷ھ) کا ذکر ملتا ہے، اس لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ یہ اسحاق بن ابراہیم کی کتاب ہو جن کا انتقال ۳۲۵ھ میں ہوا۔

علامہ عبدالحیٔ لکھنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

الشاشی سے دو مذہبوں کے جلیل القدر دو امام مشہور ہوئے: ایک حنفی ابو علی احمد بن محمد اسحاق رحمہ اللہ.....دوسرے شاشی بھی ہیں، وہ ابو ابراہیم اسحاق بن ابراہیم رحمہ اللہ ہیں۔

اصول الشاشی کی مقبولیت واہمیت

''اصول الشاسی'' فقہ حنفی کی ایک مشہور ومسلم الثبوت وقابل قدر وقابل اعتماد مختصر اور بنیادی کتاب ہے۔اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ بلا مبالغہ ہزاروں مدارس عربیہ کے نصاب میں یہ سالہا سال سے داخل درس ہے۔اور لطف کی بات یہ ہے کہ اصول فقہ کی تدریس وتعلیم کا آغاز اسی کتاب سے ہوتا ہے۔

مصنف رحمہ اللہ نے اس کتاب میں احناف وشوافع کے اکثر اختلافی مسائل کو اصول کے ماتحت نہایت خوبی سے بیان فرمایا ہے۔طرز بیان مختصر مگر واضح ہے۔

''اصول الشاشی'' کی شروح وحواشی

صفی اللہ بن نصیر الہندی ''المعدن'' کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

'' قد شرح كثير من الرجال ' واشتغل بحله جم غفير من مهرة ارباب الكمال ''

بہت سے اشخاص نے اس کی شرحیں لکھیں اور ماہرین ارباب کمال میں سے جم غفیر اس کے حل میں مشغول ہوا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ''اصول الشاشی'' کی بہت سی شرحیں لکھی گئیں ،مگر چند کے علاوہ معلوم نہ ہوسکیں۔

(۱)......''المعدن''......صفی اللہ بن نصیر الہندی رحمہ اللہ کی شرح ہے۔

(۲)......''فصول الغواشی'' شیخ اللہ داد جونپوری حنفی رحمہ اللہ۔(متوفی ۹۲۳ یا ۹۳۲ھ)

(۳)......''فصول الحواشی لاصول الشاشی''۔مولانا عین اللہ رحمہ اللہ۔

(۴)......''حصول الحواشی علی اصول الشاشی''۔ابوالحسن محمد حسن بن محمد سنبھلی رحمہ اللہ۔

(۵)......عمدۃ الحواشی علی اصول الشاشی''۔شیخ محمد فیض الحسن گنگوہی رحمہ اللہ۔

(۶)......احسن الحواشی علی اصول الشاشی''۔شیخ برکت اللہ لکھنوی رحمہ اللہ (متوفی)۔

(۷)......''عمدۃ الحواشی علی اصول الشاشی''۔عباس قلی خان رحمہ اللہ۔

(۸)......''مزیل الغواشی''۔نجم الغنی خان رامپوری رحمہ اللہ (۱۸۵۹ء-۱۹۲۳ء)۔

(۹)......''خلاصۃ الحواشی''۔محمد ابراہیم کراچی رحمہ اللہ۔

(۳)......محمد بن محمد المعروف بہ امام غزالی رحمہ اللہ

ولادت:.......۔

وفات:.......۔

محمد بن محمد المعروف بہ امام غزالی ۴۵۰ھ میں طاہران میں پیدا ہوئے، امام الحرمین کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے، خود استاذ کا بیان ہے کہ: ’’غزالی بحرِ ذخار ہیں‘‘۔ استاذ کے انتقال کے بعد نیشاپور سے نکلے تو عمر: ۲۸ ؍سال تھی مگر کبیر السن علماء سے ممتاز اور باکمال سمجھے جاتے تھے۔ فراغت کے بعد نظام الملک کے دربار میں پہنچے تو اہل کمال کے مجمع میں علمی مباحث میں سب سے غالب رہتے، اسی لئے: ۳۴؍سال کی عمر میں مدرسہ نظامیہ کی صدارت کے لئے منتخب کئے گئے، جو اس وقت کسی عالم کے لئے منتہائے اعزاز وترقی تھا۔ بغداد کے مدرسہ نظامیہ میں آپ کی درس کی دھوم مچ گئی اور آپ مرجع خلائق بن گئے، اور تین تین سو منتہی طلباء اور سو سو امراء مجلس درس میں شریک ہوئے، اللہ نے وہ اثر ورسوخ دیا کہ ارکان سلطنت اور بارگاہ خلافت کی شوکت بھی ماند پڑ گئی۔ مگر اس ظاہری علم پر اکتفا نہ کرتے ہوئے باطنی علم کی تلاش میں اس اعزاز کو قربان کر کے: ۱۱؍سال تک گوشہ نشینی کی زندگی گذار کر دوبارہ اپنے منصب جلیل پر فائز ہوئے تو دنیا ہی بدلی ہوئی تھی، پہلے کے مشغلے دنیا اور حب جاہ کے لئے تھے، اب سارے شعبوں میں خالص اللہ ہی اللہ تھا۔ آپ کی دو خصوصیتیں: اخلاص اور علو ہمتی کا اعتراف مخالف کو بھی کرنا پڑا۔ آخری عمر میں حدیث کا مشغلہ اختیار کرنے کا شوق ہوا تو مشہور محدث حافظ عمر بن ابی الحسن رحمہ اللہ کو اپنے یہاں مہمان رکھ کر ان سے ’’بخاری ومسلم‘‘ کا درس لیا، اور سند حاصل کی۔ پیر کے دن صبح وضو

کر کے نماز پڑھی، کفن منگوایا اور آنکھوں سے لگا کر فرمایا: آقا کا حکم سر آنکھوں پر'' یہ کہہ کر پاؤں پھیلا دیئے، ۱۴/ جمادی الاخری: ۵۰۵ھ میں: ۵۵/ سال کی عمر میں وفات پائی۔

احیاء العلوم

تاریخ اسلام میں جن چند کتابوں نے مسلمانوں کے دل و دماغ پر گہرا اثر ڈالا ان میں ''احیاء علوم الدین'' کو ممتاز مقام حاصل ہے، یہ اعلیٰ ترین تصنیف ہے، اس جیسی تصانیف کم لکھی گئیں، اس میں ہر طبقے پر تنقید و احتساب ہے، اصلاح و تربیت کا بے مثال شہکار ہے، عقائد و فقہ اور تزکیہ نفس تینوں شعبوں کی جامع ہے، دل پر عجیب تاثیر پیدا کرنے والی ہے، مؤثر حصہ وہ ہے جہاں ترغیب و ترہیب کو بیان کیا گیا ہے، ابن تیمیہ اور ابن جوزی رحمہما اللہ نے تنقید کے باوجود اس کے حسن کا اعتراف بھی کیا ہے۔ الغرض قابل مطالعہ اور نافع کتاب ہے۔ (تاریخ دعوت وعظیمت ج ۱، تذکرہ امام غزالی، از ص: ۱۳۰)

(۴)......حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ

ولادت:......۴۷۰ھ۔

وفات:......۵۶۱ھ۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی ولادت: ۴۷۰ھ میں گیلان میں ہوئی۔آپ کا نسب دس واسطوں سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے۔

۱۸/سال کی عمر میں بغداد تشریف لائے اور تحصیل علم میں مشغول ہو گئے ۔ ہر علم کو اس کے باکمال استاذوں سے حاصل کیا۔اساتذہ میں ابوالوفاء ابن عقیل،محمد بن الحسن الباقلانی ابوزکریا تبریزی رحمہم اللہ جیسے نامور علماء کا نام نظر آتا ہے۔طریقت کی تعلیم شیخ ابوالخیر رحمہ اللہسے حاصل کی اور قاضی ابوسعید رحمہ اللہ سے تکمیل واجازت حاصل کی۔

ظاہری و باطنی تکمیل کے بعد اپنے استاذ کے مدرسہ میں تدریس ووعظ کا سلسلہ شروع کیا،سارا بغداد آپ کے مواعظ پر ٹوٹ پڑا۔لوگوں کا ہجوم اس قدر تھا کہ مدرسہ میں تل رکھنے کی جگہ نہ رہی۔''فتوح الغیب''اور''الفتح الربانی'' کے مضامین آج بھی دل کو گرماتے ہیں۔

اللہ تعالی نے ایسی وجاہت وقبولیت عطا فرمائی تھی جو بڑے بڑے بادشاہوں کو نصیب نہیں ہوئی۔

حد درجہ متواضع تھے،بچوں تک کی بات غور سے سنتے۔غریبوں کے پاس بیٹھتے،ان کے کپڑوں کو صاف کرتے، جوں نکالتے،لیکن کسی معزز آدمی اور ارکان سلطنت کی تعظیم میں کھڑے نہ ہوتے۔

حق گوئی ایسی کہ خلیفہ نے ابوالوفاء کو قاضی بنایا تو برسر منبر فرمایا:تم نے اظلم الظالمین کو

خلیفہ بنایا، کل ارحم الراحمین کی بارگاہ میں کیا جواب دوگے؟

مستجاب الدعوات تھے۔ رقت کی وجہ سے جلد آنکھوں میں آنسو آجاتے۔ ہمیشہ ذکر میں مشغول رہتے۔ حدود الٰہی کے علاوہ اپنے ذاتی معاملہ میں غصہ نہ فرماتے۔ کسی سے انتقام نہ لیتے، کسی سائل کو خالی ہاتھ واپس نہ کرتے۔ بھوکوں کو کھلانے اور ضرورت مندوں پر بے دریغ خرچ فرماتے۔ رات کو وسیع دسترخوان بچھتا، خود مہمانون کے ساتھ کھانا تناول فرماتے آپ کی کرامات حد تواتر کو پہنچ گئی ہیں۔

کوئی مجلس ایسی نہ ہوتی جس میں کوئی غیر اسلام قبول نہ کرتے، گنہگار توبہ نہ کرتے۔ آپ کے ہاتھ پر پانچ ہزار سے زائد یہودی اور عیسائی مسلمان ہوئے اور ایک لاکھ سے زائد افراد نے توبہ کی ہیں۔ سلسلۂ قادریہ کے بانی تھے۔ افتاء کے علاوہ ایک سبق تفسیر، حدیث، فقہ کا پڑھاتے۔ عقائد واصول میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مسلک پر تھے۔ علماء آپ کے فتاوی سے بڑے متعجب ہوتے۔

ایک استفتاء آیا کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ وہ کوئی ایسی عبادت کرے گا جس میں عبادت کے وقت کوئی شریک نہ ہوگا ورنہ اس کی بیوی کو تین طلاق۔ علماء عصر حیران۔ شیخ نے فورا فرمایا: مطاف اس کے لئے خالی کردیا جائے تاکہ طواف کرے۔ اس جواب پر علماء نے بے ساختہ داد تحسین دی۔

ایک مرتبہ آسمان سے روشنی ظاہر ہوئی اور خطاب کیا: اے عبدالقادر! میں تمہارا رب ہوں، میں نے تمہارے لئے سب محرمات حلال کردیئے، آپ نے فرمایا مردود! دور ہو، یہ کہتے ہی روشنی ظلمت سے بدل گئی اور وہ صورت دھواں بن گئی اور آواز آئی: خدا نے علم و تفقہ کی وجہ سے بچالیا، ورنہ اس جگہ میں ستّر (۷۰) صوفیوں کو گمراہ کرچکا ہوں، آپ نے

فرمایا: اللہ کی مہربانی سے۔ بغداد میں ۷۳/سال گذارے۔ ۵۶۱ھ میں ۹۰/سال کی عمر میں وفات پائی۔ شیخ کے خلفاء میں شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ (و:۵۹۳،م:۶۳۲) سب سے زیادہ نمایاں تھے۔ (تاریخ دعوت وعزیمت ص ۱۹۷ تا ۲۲۱، ج ۱)

(۵)......حضرت شیخ محی الدین بن عربی رحمہ اللہ

ولادت:......۵۶۰ھ۔

وفات:......۶۳۷ھ۔

محمد بن علی بن محمد حاتمی الطائی اندلسی رحمہ اللہ: آپ کی شہرت شیخ اکبر ابن العربی سے ہوئی۔۵۶۰ھ میں پیدا ہوئے۔۶۳۷ھ میں وفات پائی۔صالحیہ میں مدفون ہیں۔

عارف مناوی کے طبقات میں امام ناصر الدین طبلادی رحمہ اللہ سے منقول ہیں کہ: عجمی شخص ولی اللہ مصر میں وارد ہوئے، اکثر لوگ ان سے فیض یاب ہوئے۔

لوگوں کے اصرار پر دریائے نیل کے پار ''فصوص الحکم'' کا درس دیا کرتے تھے۔ایک دن درس کا ناغہ ہوا تو مخلصین نے وجہ پوچھی، فرمایا کہ: درس میں ایک مقام مشکل معلوم ہوا، بار بار غور کیا مگر اشکال زیادہ ہوتا گیا، پھر عالم قدس کی طرف متوجہ ہوا تو منکشف ہوا کہ شیخ کا کشف اس مسئلہ میں مختل ہوگیا، لہٰذا میں اس کتاب سے باز رہا۔

بعض عارفین نے شیخ اکبر رحمہ اللہ کی تعریف کے بعد کہا ہے کہ شیخ کی بعض کتب میں اکثر کلمات وحشت انگیز ظاہرۃ الاشکال ہیں، جس کے سبب سے اکثر لوگ بدگمان ہوگئے، حالانکہ محققین کاملین نے فرمایا کہ: ان کلمات کا جو ظاہر مطلب موہم ہے وہ شیخ کی مراد نہیں، بلکہ شیخ کی مراد وہ امور ہیں جو متأخرین اہل طریقت کے مصطلح علیہا ہیں، ان کی اصطلاح ہوگئی ہے کہ ان امور کی تعبیر الفاظ موہمہ سے کی جائے تاکہ نا اہل کذاب ان امور کا دعوی نہ کرے۔

صاحب قاموس فرماتے ہیں کہ: شیخ علم وحال کے شیخ طریقت تھے اور باعتبار حقیقت و

رسم کے امام حقیقت تھے یعنی اہل حقیقت کو زینت دینے والے تھے۔

شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ نے اپنی اکثر تصانیف میں شیخ اکبر رحمہ اللہ کی مدح فرمائی ہیں، خصوصاً ''تنبیه الاغنیاء علی فطرة من بحر العلوم الاولیاء'' میں۔

(شامی ص۳۷۸ ج۶، باب المرتد۔ غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار ص۵۹۸ ج۲)

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ایک مستقل کتاب: ۱۵۶ر صفحات پر مشتمل تصنیف فرمائی، جس کا نام ہے ''التنبیه الطرفی فی تنزیه ابن العربی''۔ اس میں فصل دوم میں شیخ کے کمال پر اساطین امت کی شہادتیں جمع کی ہیں، جس سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ کا مقام کیا ہے۔

فصل چہارم میں شیخ کے کلام سے وہ حقائق جمع کئے ہیں، جو ان اقوال موہمہ موحشہ کے معارض ہیں، جو حضرت شیخ کی طرف بنسبت ثابتہ یا غیر ثابتہ منسوب ہیں اور شیخ پر انکار و اعتراض کے منشا ہوئے ہیں، گویا شیخ پر واقع ہونے والے اعتراضات کا جواب خود شیخ ہی کے اقوال سے ہو جاوے گا اور اصل مقصود تو صرف یہی اجوبہ ہیں۔

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے خاتمہ میں ''میرا مسلک حضرت شیخ کے بارے میں'' کے عنوان سے جو تحریر لکھی ہے وہ قابل دید ہے۔ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

''میرا مسلک حضرت شیخ قدس سرہ کے باب میں یہ ہے کہ بنا بر شہادت جم غفیر اکابر امت کے جس کی حجیت حدیث: ''انتم شهداء الله فی الارض'' سے ثابت ہے، شیخ کی مقبولیت و ولایت کا عقیدہ کامل رکھتا ہوں اور شیخ کے اکثر علوم جو کہ از قبیل اسرار ہیں اور میرے فہم سے خارج ہیں عقلاً نہ ان کے اثبات کا حکم کرتا ہوں، بامتثال آیت: ﴿ولا تقف ما لیس لک به علم﴾ اور نہ ان کی نفی کا بائتمار آیت: ﴿بل کذبوا بما لم یحیطوا

بعلمہ﴾اور بلاضرورت شرعیہ ان کی اشاعت واشتغال کومضر سمجھتا ہوں بحکم آیت:﴿ واما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ ﴾ اورطبعا ان کے اقوال کی طرف توجہ کرنے سے قلب میں اطمینان نہیں پاتا ہوں ،اس لئے مطابق حدیث:’’دع ما یریبک الی ما لا یریبک‘‘ان کا استحضار نہیں کرتا اور جن علماء نے حفاظت شریعت کے لئے حدود شرعیہ کے اندر رہ کر اقوال شیخ بلکہ شیخ پر بھی نکیر کی ہے ان کو حسب آیت: ﴿ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا﴾ وحدیث:’’ انما الاعمال بالنیات ‘‘ معذور جانتا ہوں اور اس مجموعی مسلک میں اپنے کو حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے ساتھ موافق دیکھتا ہوں جیسا کہ ان کے بعض مکتوبات سے ظاہر ہے جن کے کچھ جملے اسی خاتمہ میں منقول بھی ہوں گے، البتہ مجدد صاحب رحمہ اللہ میں یہ امر مزید ہے کہ وہ ان کے اقوال پر کلام بھی کرتے ہیں جو بوجہ ان کے محقق وصاحب کشف ہونے کے ان کا حق ہے اور ہم یہ منصب نہیں رکھتے بقول عارف رومی رحمہ اللہ کے ؎

آرزو میخواہ لیک اندازہ خواہ برنتابد کوہ را یک برگ کاہ

(التنبیہ الطرفی فی تنزیہ ابن العربی ص۱۴۸)

ایک وجہ شیخ پر اعتراض کی یہ بھی ہے کہ بعض غیر محتاط ومتعصب مصنفین نے ان کی طرف ایسے اقوال کی نسبت کی تھی جو عام عقیدۂ اہل سنت اور جمہور کے مسلک کے مطابق موجب کفر ہیں۔امام شعرانی رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ آپ کی تصنیفات میں یہ عمل ہوا ہے۔

(تاریخ دعوت وعزیمت ص۱۵۸ ج۲)

(۶)......حضرت شمس تبریز (محمد بن علی) رحمہ اللہ

ولادت:......۔

وفات:......۔

حضرت شمس تبریز (محمد بن علی) رحمہ اللہ کا نسب اور وطن کیا تھا؟ آپ کے مخالفین نے جہاں اور الزامات آپ پر لگائے تھے، وہاں ایک الزام یہ بھی تھا آپ کا نسب نا معلوم ہے۔

آپ بچپن سے اعلی استعداد اور جذبۂ عشق ومحبت کے حامل تھے۔ ''مناقب العارفین'' میں خود آپ ہی کی زبانی منقول ہے کہ ابھی سن بلوغ کو بھی نہیں پہنچے تھے کہ آنحضرت ﷺ کے عشق میں تیس تیس چالیس چالیس روز تک آپ کو غذا کی خواہش نہیں ہوتی تھی۔

علوم ظاہری سے فارغ ہونے کے بعد آپ شیخ ابو بکر سلہ باف رحمہ اللہ کے مرید ہوگئے۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ شیخ زین الدین سنجاسی رحمہ اللہ کے مرید تھے، بعض روایتوں میں دوسرے کے نام بھی لئے گئے ہیں۔ (مثلا بابا کمال الدین جندی رحمہ اللہ) ممکن ہے آپ نے سب سے اکتساب فیض کیا ہو۔

جب آپ کو اس طرح سیری نہ ہوئی تو آپ اطراف عالم میں مردان خدا کی تلاش میں پھرنے لگے۔ یہ سفر اس طرح کرتے تھے کہ خود آپ کی ولایت وکمال سے لوگ آگاہ نہیں ہوتے تھے، نمد سیاہ پہنتے اور جہاں جاتے سرائے میں قیام کرتے' دروازہ میں قیمتی قفل لگادیتے کہ لوگ سمجھیں کہ کوئی بڑا تاجر ہے، مگر اندر سوائے بوریہ کے کچھ نہ ہوتا۔

کثرت اسفار کی وجہ سے لوگ آپ کو ''شمس پرندہ'' کہنے لگے تھے۔ تبریز، بغداد، اردن الروم، قیصریہ ودمشق کا سفر فرمایا۔

معاش کا یہ طریقہ تھا کہ ازار بند بُن لیا کرتے، اور اسی کو بیچ کر کام چلاتے تھے۔

غذا کی کیفیت یہ تھی کہ دمشق میں ایک برس رہے، ہفتہ میں ایک پیالہ سری کا شوربا اور وہ بھی بے روغن پی لیا کرتے۔

کسی کو اپنی صحبت کا متحمل نہیں پاتے تھے، اکثر یہ دعا فرماتے کہ: خدایا کوئی رفیق ایسا عطا کر جو میری صحبت کا متحمل ہو۔ شیخ نے فرمایا: روم جاؤ، اسی وقت چل کھڑے ہوئے اور قونیہ پہنچے، شکر فروشوں کے سرا میں اترے، دروازے پر ایک چبوترہ تھا اس پر اکثر عمائد بیٹھتے تھے وہیں مولانا روم رحمہ اللہ کی ملاقات ہوئی اور اکثر صحبت میں رہنے لگے۔ مولانا کی حالت میں نمایاں تغیر پیدا ہوا، اور مولانا کے دل میں عشق حق کی آگ داخل ہوگئی۔ سماع سے احتراز رکھتے تھے۔ درس وتدریس وعظ وپند کے اشغال چھوڑ دیئے۔ پورے شہر میں ایک شورش مچ گئی، حضرت شمس رحمہ اللہ فتنہ کے خوف سے چپکے سے دمشق چل دیئے، مولانا رحمہ اللہ کو بے حد صدمہ ہوا، آپ کی بے چینی کو دیکھ کر لوگ واپس لے آئے، لیکن تھوڑے دنوں کے بعد شمس رحمہ اللہ پھر غائب ہوگئے اور باوجود تلاش کے ان کا پتہ نہ چلا۔

(تاریخ دعوت وعزیمت ص۳۴۳ ج۱۔ معارف مثنوی ص۲۷)

(۷)......امام محمد بن سعید البوصیری رحمہ اللہ

ولادت:......شوال:۶۰۸ھ مطابق ۷/مارچ ۱۲۱۳ء۔

وفات:......۶۹۶ھ۔

امام محمد بن سعید البوصیری، والدین میں ایک کا تعلق ''ابوصیر'' اور دوسرے کا ''دلاص'' سے، اس لئے دونوں کی طرف نسبت کر کے ''الدلاصیری'' ہے، لیکن مشہور ''البوصیری'' سے ہوئے۔ ساتویں صدی ہجری (عہد مغولی) کے ایک نہایت مشہور اور بلند پایہ شاعر تھے۔ یکم شوال:۶۰۸ھ مطابق ۷/مارچ ۱۲۱۳ء میں ولادت ہوئی۔ آپ کے حالات کم یاب ہیں۔ اوائل عمر کے تقریبا دس سال بیت المقدس میں گزارے، اسی لئے وہاں ایک چبوترہ بھی ''مصطبہ البصیری'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے بعد مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کی، پھر:۱۳/سال مکہ معظّمہ میں بحیثیت معلم قرآن بسر کئے۔ اپنے وقت کے مشہور بزرگ ابو العباس احمد المرسی رحمہ اللہ کے مرید ہوئے، اور ان کے درس میں شرکت فرماتے۔ فن حدیث میں ید طولی حاصل تھا، جب ہی تو ان کے قصیدوں میں کوئی چیز حد شرع سے متجاوز نہیں ہے۔ شان نبوت اور قرآن کریم کے آداب میں اپنی مثال آپ تھے۔ اس کے بعد ملازمت کے سلسلہ میں ''بلبیس'' میں مقیم ہوئے، اور بمقام اسکندریہ:۶۹۶ھ میں وصال ہوا، مقبرہ کے قریب ایک مسجد بوصیری کے نام سے مشہور ہے۔ امام بوصیری رحمہ اللہ فن خطاطی کے ماہر تھے، اور یہی آپ کا ذریعہ معاش تھا۔ شعر وادب میں بلند پایہ تھے، آپ کا دیوان مصر سے طبع ہوا ہے، جس میں کئی قصائد اور نظمیں ہیں، ان میں ''قصیدہ ہمزیّہ'' کے علاوہ مشہور قصیدہ ''الکواکب الدریۃ فی مدح خیر البریۃ'' ہے جو قصیدہ بردہ کے نام سے

مشہور ہے۔ یہ قصیدہ: ۱۹۵۶ء میں مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام کی چھت والے گنبدوں میں نہایت حسین خط سے لکھا ہوا تھا، اس سے قصیدہ کی مقبولیت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ یہ قصیدہ اپنی اعلی لطافتوں اور نزاکتوں اور سلالت وروانی کے ساتھ ساتھ بڑے ہی فیوض و برکات کا حامل ہے، اور جن حالات میں لکھا گیا ہے اس کی وجہ سے اس کو بہت اہمیت حاصل ہوگئی۔ خود فرماتے ہیں کہ: مجھ پر فالج کا شدید حملہ ہوا جس سے میرا نصف بدن بالکل بے حس ہوگیا، ہر قسم کے علاج وتدبیر کے باوجود کوئی فائدہ نہ ہوا، انتہائی مایوسی کے عالم میں میں نے ارادہ کیا کہ آپ ﷺ کی تعریف میں ایک قصیدہ لکھوں، اور اس کے توسط سے بارگاہ الٰہی میں صحت کی دعا کروں، اللہ تعالی نے میرا ارادہ پورا فرمادیا اور میری دعا قبول ہوئی، چنانچہ میں نے لکھنا شروع کیا، قصیدہ کے ختم پر مجھے نیند آ گئی، خواب میں آپ ﷺ کی زیارت ہوئی، اور آپ ﷺ مجھ سے قصیدہ سماعت فرمارہے ہیں، اس درمیان آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک کو میرے جسم پر پھیرا اور اپنی چادر مبارک مجھ پر ڈال دی، معاً مجھے صحت ہوگئی، میں نیند سے چونکا اور اپنے آپ کو حرکت کرنے اور کھڑے ہونے کے قابل پایا، صبح کو باہر نکلا تو ایک بزرگ شیخ ابوالرجاء رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی، انہوں نے مجھ سے قصیدہ سننے کی خواہش ظاہر کی، حالانکہ میرے اس قصیدہ کا علم کسی کو نہ تھا، اور کہا کہ: شب کی پرنور مجلس کے ایک گوشہ میں' میں بھی بیٹھا ہوا سن رہا تھا۔ اس کو قصیدہ بردہ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے خواب میں چادران پر ڈالی تھی، اور چادر کو عربی میں بردہ کہتے ہیں۔ ایک وجہ تسمیہ یہ بھی لکھی ہے کہ: لغت میں بردہ: مختلف دھاری دار کپڑے کو کہتے ہیں، اور اس قصیدہ میں مصنف نے مختلف مضامین کی آرائش کی ہے: کہیں صبا سے خطاب' کہیں اظہار شوق وذوق' کہیں غم ہجر کی داستان' کہیں تنہائی کا شکوہ' کہیں

نفس امارہ پر عتاب، کہیں مدعی و مدعا علیہ کے سوالات و جوابات، کہیں اعراف تقصیر، کہیں عذر خواہی، کہیں نفس کے مکروفریب سے ڈرانا، کہیں عوام و قارئین کو وعظ، کہیں دربار رسالت میں استغاثہ، کہیں سرکار دوعالم ﷺ کی خدمت میں شفاعت طلب کرنا، کہیں حضور ﷺ کی ذات کے کمالات، کہیں اظہار معجزات، کہیں فضیلت صحابہ، گویا یہ مختلف مضامین کا مجموعہ ہے، اس لئے بردہ نام رکھا گیا۔ [۱]

(تفصیل کے لئے دیکھئے ''عمدۃ النصیح علی بردۃ المدیح ''ص۱۹۔ ذکر سید المرسلین ﷺ شرح قصیدہ بردہ، ص۱۳)

---

[۱]......ایک ''قصیدۃ البردۃ'' حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کا بھی ہے۔ آپ زمانہ جاہلیت کے مشہور شعراء میں سے تھے، اپنے بھائی بجیر بن زہیر رضی اللہ عنہ کے اسلام کی وجہ سے خفا ہوکر آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شان میں کچھ گستاخانہ اشعار کہہ ڈالے، پھر مدینہ منورہ آکر آپ ﷺ کے خدمت میں حاضر ہوئے اور کلمۂ شہادت پڑھ کر امان طلب کی، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: تم کون ہو؟ عرض کیا: کعب، فرمایا: تم ہی نے وہ اشعار کہے تھے؟ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے استفسار فرمایا: ابوبکر! وہ اشعار کیا ہیں؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سنایا۔

سقاک ابو بکر بکأس روية وانهلک المامور منها و علكا

تم کو ابوبکر نے ایک لبریز پیالہ پلایا، اور اس میں سب سے زیادہ لبریز پیالہ سے بار بار سیراب کیا۔

کعب نے عرض کیا: یارسول اللہ میں نے اس طرح نہیں کہا تھا، فرمایا: پھر کس طرح؟ انہوں نے مامور کے لفظ کو مامون سے بدل کر سنایا۔

سقاک ابو بکر بکأس روية وانهلک المامون منها و علكا

آپ ﷺ نے ان کو معاف کیا اور فرمایا: تم مامون ہو، پھر حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اپنا مشہور قصیدہ سنایا جو اسی وقت کے لئے کہہ کر لائے تھے، یہ طویل قصیدہ ہے، جس کا مطلع یہ ہے۔

بانَتْ سعادُ فقلبی الیوم مَتبول مُتَيّم اِثرَها لم يُفدَ مكبول

سعاد نے داغ مفارقت دیا جس سے میرا دل اس کے جانے کے بعد پریشان اور اسیر ہے۔

اس حسن تلافی سے رضائے نبوی ﷺ اور شہرت دوام کا خلعت حاصل کیا، آپ ﷺ نے خوش ہو کر ایک چادر مبارک عطا فرمائی، اس طرح یہ اشعار ''قصیدہ بردہ'' کہلائے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں یہ چادر حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی اولاد سے بیش قیمت قرار دے کر خریدی، اسی چادر کو خلفاء عید کے دن اوڑھ کر نکلتے تھے۔ (سیر الصحابہ ص ۱۹۸ ج ۴، حصہ ہفتم)

صاحب نخبہ

یعنی شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ
کے مختصر دلچسپ حالات

از: حضرت مولانا عبدالحیٔ صاحب کفلیتوی رحمہ اللہ

اضافہ وحواشی از:

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعة القراءات، کفلیتة

(۸)......حافظ ابن حجر عسقلانی [۱] رحمہ اللہ مصنف نخبہ کے مختصر حالات

حافظ ابن حجر [۲] کا لقب شہاب الدین، کنیت ابوالفضل، اور نام احمد بن محمد بن علی بن محمود بن حجر الکنانی ثم المصری الشافعی تھا، چونکہ ان کے آباء کے سلسلہ میں ایک شخص کا نام حجر تھا، اس لئے غالباً حافظ کو ابن حجر کہا گیا۔

۲۳ رشعبان ۷۷۳ھ میں حافظ پیدا ہوئے۔[۳] جب علم کا شوق دامنگیر ہوا تو مصر' اسکندریہ' شام' قبرس' حلب' حجاز ویمن وغیرہ دور دراز ملکوں کا سفر کیا۔[۴] اور حافظ زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی کے حلقۂ درس میں حاضر ہو کے فن حدیث میں اتنا بڑا تبحر حاصل کیا کہ حفاظ حدیث کے لقب سے ممتاز کئے گئے۔[۵]

---

[۱]......عسقلان: فلسطین کا خوبصورت شہر تھا، اسی لئے اس کو ''عروس شام'' کا خطاب دیا جاتا تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک بھی اسی شہر میں مدفون ہے۔

[۲]......وجہ تلقب: حافظ رحمہ اللہ ''ابن حجر'' کے لقب سے مشہور ہیں، جد امجد کا لقب بھی ''ابن حجر'' تھا۔ پس یا تو آپ نے بطور تفاول اپنا لقب ''ابن حجر'' رکھا، یا آل حجر کی نسبت سے ''ابن حجر'' مشہور ہوئے۔

[۳]......مقام ولادت مصر کا ''عتیقہ'' نامی ایک قریہ بتایا جاتا ہے۔ بچپن ہی میں والد ماجد شیخ نورالدین علی کے سایہ عاطفت سے محروم ہو گئے تھے۔ خود فرماتے ہیں کہ: جب میرے والد فوت ہوئے تو میری عمر کے چار سال بھی پورے نہیں ہوئے تھے، اور آج وہ مجھے بالکل ایک خیال کی طرح یاد ہیں۔ اتنا یاد آتا ہے کہ انہوں نے کہا کہ: میرے لڑکے (ابن حجر) کی کنیت ''ابوالفضل'' ہے۔

اس لئے آپ نے زکی خرنوزی نامی ایک شخص کی کفالت میں نشو ونما پائی، جنہیں آپ کے والد نے وفات کے وقت وصی مقرر کیا تھا۔

[۴]......باقاعدہ تعلیم کا آغاز کرنے سے پہلے کلام پاک حفظ کرنا شروع کیا، حافظہ غیر معمولی پایا تھا، اس لئے صرف نو سال کی عمر میں حافظ قرآن ہو گئے۔ اور قرآن ہی نہیں بلکہ العمدہ' الفیۃ الحدیث' الحاوی الصغیر اور مختصر ابن حاجب بھی زبانی یاد کرلیں۔ حرم شریف میں تراویح میں پورا کلام مجید بھی سنایا۔

[۵]......شارح بخاری علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ سے بارہ سال چھوٹے تھے اور دونوں میں گو معاصرانہ

چونکہ ان کے بعد اس پایہ کا دوسرا کوئی شخص موجود نہ ہوا، اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ علم حدیث کی ریاست ان کے اوپر منتہی ہوگئی۔ ۱؎ حافظ کی تحریر چونکہ تحقیق، تنقیح وجدت کا پہلو

منافست تھی، مگر پھر بھی حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے آپ سے استفادہ کیا ہے، بلکہ دو حدیثیں ''صحیح مسلم'' کی اور ایک حدیث ''مسند احمد کی'' آپ سے سنی ہیں، اور ''بلدانیات'' میں ان کی تخریج بھی کی ہے، نیز ''الجمع الموسس لمعجم المفهرس'' کے طبقہ ثالثہ میں آپ کو اپنے شیوخ میں شمار کیا ہے۔

۱؎...... ذہانت وحافظہ مثالی تھا، جب آپ پانچ سال کی عمر میں مکتب میں بٹھائے گئے تو سورۂ مریم صرف ایک دن میں حفظ کر کے لوگوں کو متحیر کر دیا۔ بیس ہزار سے زائد احادیث حفظ تھیں۔ آپ نے ماء زمزم اس نیت سے پیا کہ قوت حافظہ میں امام ذہبی رحمہ اللہ کے برابر ہو جائے، اللہ تعالیٰ نے یہ مراد پوری فرمائی بلکہ محققین کا خیال ہے کہ علامہ ذہبی سے آپ کا حافظہ بڑھا ہوا تھا۔

سرعت قرأت:...... محیر العقول سرعت قرأت اللہ کی طرف سے عطا ہوئی تھی، آپ نے ''بخاری شریف'' ظہر وعصر کے درمیان کی دس مجلسوں میں ختم کی اور ''مسلم شریف'' ڈھائی دن کی پانچ مجلسوں میں اور ''نسائی شریف'' دس مجلسوں میں اور ''ابن ماجہ'' چار مجلسوں میں اور ''طبرانی'' کی معجم صغیر کو ایک مجلس میں دمشق میں سوا دو ماہ کے مدت قیام میں ایک سو مجلدات پڑھ لیں۔ دمشق میں ناصر الدین ابوعبداللہ کے سامنے باب النصر اور باب الفرح کے درمیان ''صحیح مسلم'' کو تین روز میں ختم کیا، اس پر خود فرماتے ہیں:

قرأت بحمد الله جامع مسلم — بجوف دمشق الشام كرش الاسلام
على ناصر الدين الامام بن جهبل — بحضرة حفاظ مجاديع اعلام
وتـم بتـوفيـق الالـه و فـضلـه — قـراء ة ضبط فى ثلاثة ايام

خدا کا شکر ہے کہ میں نے جامع مسلم کو پڑھا ہے، دمشق میں جو اسلام کا دل ہے۔
امام ناصر الدین ابن جہبل کے روبرو، ایسے حفاظ کے حضور میں جو علماء کی حاجتوں کا مرکز ہیں۔
اور اللہ کے فضل اور اس کی توفیق سے پورے ضبط کے ساتھ تین دن میں اس کی قرأت تمام ہوئی۔

بڑے زبردست شاعر بھی تھے، ان کا دیوان ''دیون ابن حجر'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ جس میں ہر سخن کے الگ الگ اشعار ہیں، یہ دیوان سات اصناف سخن پر مشتمل ہے: نبویات، ملوکیات، اخوانیات، غزلیات، اعراض، موشحات، تقاطیع۔ آغاز دیوان میں آپ ﷺ کی شان میں تفصیلی قصیدہ ہے۔ اشعار بھی بڑے حکیمانہ کہے ہیں، مثلاً: ؎

لئے ہوئے ہوتی تھی، اس لئے ان کی تصانیف نے ان کی زندگی ہی میں شرف قبولیت حاصل کرلیا تھا۔ یوں تو ان کی تصانیف ڈیڑھ سو سے بھی زائد تھیں، ۱ مگر ''فتح الباری شرح

ثلث من الدنیا اذا حصلت — لشخص فلن یخشی من الضر والضیر

غنی عن بینها والسلامة منهم — وصحة جیم و خاتمة خیر

تین چیزیں دنیا میں ایسی ہیں کہ اگر یہ کسی کو حاصل ہوجائیں تو اسے کسی نقصان یا تکلیف کا خوف نہ کرنا چاہئے۔

ایک اہل دنیا سے بے نیازی اور ان سے مامون رہنا، دوسرے تندرستی اور تیسرے خاتمہ بالخیر۔

آپ کے اوقات مطالعہ کتب' تصنیف یا عبادت میں گذرتے۔ تحصیل علوم کے بعد درس و تدریس کی مسند بچھائی تو شائقین کا ہجوم ہوگیا۔ تبحر علمی کے باوجود تواضع مثالی تھی۔ ایک مرتبہ سوال کئے گئے کہ: آپ نے اپنا مثل دیکھا ہے؟ تو فرمایا: ﴿ فلا تزکوا انفسکم هو اعلم بمن اتقی ﴾۔ کچھ عرصہ منصب قضا پر بھی فائز رہے۔

ان تمام اوصاف حمیدہ کے باوجود مسلکی تعصب کا شکار بھی رہے، بقول حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے کہ: ''حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے رجال حنفیہ کو سب سے زیادہ نقصان پہنچا ہے''۔ قاضی ابن شحنہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ: ''حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے احناف کے سلسلہ میں وہی روش اختیار کی جو علامہ ذہبی نے احناف و شوافع کے حق میں اختیار کی تھی''۔ اسی بنا پر علامہ سبکی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ: ''علامہ ذہبی کے کلام سے شافعی اور حنفی تراجم پر اعتماد نہ کرنا چاہئے، اور اسی طرح حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے کسی حنفی کے ترجمہ کو بھی نہ لینا چاہئے۔

۱......حافظ رحمہ اللہ نے اپنی طویل علمی زندگی میں مختلف فنون کی بکثرت کتابیں تصنیف کیں اور آپ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اپنی تصانیف کی شہرت و قبول عام کا مشاہدہ اپنی زندگی ہی میں کرلیا۔ امام سخاوی رحمہ اللہ نے آپ کی کل تصانیف کی تعداد: ۱۵۰/ بتائی ہے، جن میں بیشتر کتابیں فن حدیث سے متعلق ہیں۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے: ۱۸۶/ کتابوں کے نام شمار کرائے ہیں۔ اور ابن عماد حنبلی رحمہ اللہ نے: ۲۷/ تصانیف کے نام لکھے ہیں، جن کی کل مجلدات کی تعداد: ۱۱۲/ ہیں۔ چند مشہور تصانیف کے اسماء درج ہیں: ''تعلیق التعلیق ' فتح الباری شرح صحیح البخاری ' بلوغ المرام من ادلة الاحکام ' لسان المیزان ' الدرایة فی منتخب تخریج الهدایة ' الاصابة فی تمییز الصحابه ' تهذیب التهذیب '

بخاری'' و''شرح نخبۃ الفکر'' نے جو شہرت حاصل کی وہ کسی کو نصیب نہ ہوئی۔ اول الذکر کتاب جب اختتام کو پہنچی تو حافظ نے شکریہ کے لئے ایک بہت بڑا جلسہ منعقد کیا اور نہایت فراخدلی اور عالی ہمتی سے پانچ سو دینار مستحقین میں تقسیم کئے۔ مؤخرالذکر کی مقبولیت پر بہت بڑی شہادت یہ ہے کہ عموماً درس میں داخل کی گئی، اور بڑے بڑے مستند علماء نے اس کی شرح وحواشی لکھے۔

حافظ کی وفات: ۲۸/ذی الحجہ۸۵۲ھ قاہرہ مصر میں ہوئی، ۱؎ جب ان کا جنازہ اٹھایا گیا تو سب سے پہلے بادشاہ مصر نے کندھا دیا، پھر اور امراء ورؤساء نے ہاتھوں ہاتھ اٹھا کے مدفن تک پہنچا دیا، اور علم حدیث کا ایک بیش بہا خزانہ نہایت حسرت وافسوس کے ساتھ زیر زمین دفن کردیا گیا''اِنَّا لِلّٰہِ واِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن''۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی کتاب ''حسن المحاضرۃ'' میں شہاب منصوری شاعر سے منقول ہے کہ: مرحوم حافظ کے جنازے میں مجھے بھی شرکت کا فخر حاصل ہوا تھا، جب جنازہ قریب مصلے کے لایا گیا تو حالانکہ بارش کا موسم نہ تھا' تاہم بارش کا ترشح شروع ہوگیا جس پر میں نے یہ رباعی لکھی۔ ۲؎

قَدْ بَکَتِ السُّحُبُ عَلٰی قَاضِیْ الْقُضَاۃِ بِالْمَطَر
وَ اِنْھَدَمَ الرّکن الَّذِی کان مَشِیْدًا مِّنْ حَجَر

تقریب التہذیب ' تعجیل المنفعۃ ' الدرر الکامنۃ فی اعیان المأۃ الثامنۃ ' نخبۃ الفکر فی مصطلح اھل الاثر''

۱؎...... شنبہ کے دن بعد نماز عشاء وفات پائی، اس وقت عمر: ۷۹/سال: ۴/ماہ اور ۱۰/دن کی تھی۔

۲؎...... بلاشبہ آسمان نے آنسو بہائے، قاضی القضاۃ پر بارش کے۔ ایک ایسا رکن منہدم ہوگیا جو حجر سے مضبوط بنا ہوا تھا۔ (حواشی کا اضافہ''ظفر المحصلین باحوال المصنفین'' سے ماخوذ ہے)

(۹)......حضرت عبدالرحمٰن ملا جامی رحمہ اللہ

ولادت:......۲۳رشعبان ۸۱۷ھ مطابق ۷رنومبر ۱۴۱۴ء۔

وفات:......۱۸رمحرم ۸۹۸ھ مطابق ۹رنومبر ۱۴۴۲ء۔

عبدالرحمٰن ملا جامی رحمہ اللہ: کبار اہل علم میں سے تھے،تصوف میں بڑا مقام رکھتے تھے۔

خراسان کے ضلع جام کے قصبہ خرجرد میں: ۲۳رشعبان ۸۱۷ھ مطابق ۷رنومبر ۱۴۱۴ء کو پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا نام نظام الدین دشتی تھا۔

بچپن میں والد کے ہمراہ ہرات اور سمرقند گئے، جو علوم اسلامی کے بڑے مراکز تھے، جہاں علوم ظاہری حاصل کئے۔

ظاہری علوم کی تکمیل کے بعد باطنی علوم کے لئے حضرت بہاء الدین نقشبندی رحمہ اللہکے خلیفہ حضرت سعد الدین محمد کاشغری رحمہ اللہ کی طرف رجوع فرمایا، اور تصوف میں کمال حاصل کیا۔شیخ کی وفات کے بعد مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔

۸۷۷ھ میں حج بیت اللہ کی دولت سے مشرف ہوئے اور واپسی میں ہمدان، کروستان، بغداد، دمشق، حلب اور تبریز کے علاقوں کا سفر کرتے ہوئے واپس وطن لوٹے۔ بقیہ زندگی ہرات ہی میں بسر کی، جہاں آپ کا سارا وقت مطالعہ،شعر و شاعری اور روحانی مجاہدات میں صرف ہوتا تھا۔

اگرچہ آپ بڑے بلند پایہ شاعر تھے،مگر پوری زندگی کسی دربار کا رخ نہیں کیا، اور نہ ہی کسی بادشاہ کی خوشامد کی۔ آپ کے زمانہ کے بادشاہ آپ کی بہت عزت کرتے تھے۔ بقول بادشاہ ظہیر الدین بابر:

’’علوم نقلی و عقلی میں ان کا کوئی ہمسر نہیں تھا، نیز یہ کہ جامی کو کسی کی مدح سرائی کی ضرورت نہیں، یہاں ان کا ذکر محض برکت وسعادت کی غرض سے کیا گیا ہے‘‘۔

آپ کی شہرت ترکی میں پہنچی تو محمد ثانی نے آپ کو استنبول آنے کی رغبت دلائی۔ ۱۸؍محرم ۸۹۸ھ مطابق ۹؍نومبر ۱۴۹۲ء میں ہرات میں وفات پائی، اور حاکم ہرات نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کا مقبرہ ہرات میں آپ کے مرشد کے قریب واقع ہے۔

آپ کی متعدد تصانیف ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ آپ کتنے مختلف علوم پر حاوی تھے۔ زبان واسلوب پر پوری دسترس حاصل تھی۔ زیادہ تصانیف نثر میں ہیں، لیکن عجیب بات ہے کہ آپ کی شہرت شعری تصنیفات پر ہوئی۔ نظم میں آپ کی تصنیف ایک تو وہ سات مثنویاں ہیں جو مثنوی ہفت اورنگ کے نام سے موسوم ہیں۔ اور نظم میں تفسیر، فصوص الحکم، رسالہ فی الوجود، شواہد النبوۃ، اشعۃ اللمعات، شرح رباعیات، مناسک حج، مناقب، تحقیق مذہب صوفی ومتکلم وحکیم، نفحات الانس، خواجہ عبداللہ انصاری وغیرہ بہت مشہور ہیں۔

(اسلامی انسائیکلو پیڈیا ص۶۴۳)

(۱۰)......صاحب مسلم الثبوت علامہ محبّ اللہ رحمہ اللہ

ولادت:......۔

وفات:......۱۱۱۹ھ۔

ولادت......نام......تعلیم وعہدے......یادداشت

آپ کا نام: محبّ اللہ‘ والد کا نام: عبدالشکور، صوبہ بہار کے ’’کڑا‘‘ نامی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ شیخ قطب الدین انصاری‘ ملا قطب الدین شہید وغیرہ سے اکتساب فیض کیا۔ سلطان عالمگیر رحمہ اللہ کے عہد میں لکھنؤ اور دکن میں قضا کے منصب پر فائز رہے۔ محسود ہوکر معزول ہوئے اور ابن شاہ عالم بن اورنگزیب کے اتالیق مقرر ہوئے۔ عالمگیر کی وفات کے بعد ’’فاضل خاں‘‘ کے عظیم لقب اور مزید اکرامات واعزازات سے نوازے گئے۔ فقیہ‘ اصولی‘ منطقی اور باحث تھے۔

’’مسلم الثبوت‘‘ کا جو نسخہ مصر سے شائع ہوا ہے اس کے آخر میں ملا محبّ اللہ کی ایک خود نوشتہ عجیب یادداشت چھاپ دی گئی ہے‘ جس میں موصوف نے عمدہ نعت کے بعد لکھا ہے کہ: اصل کتاب کی تالیف سے فارغ ہونے کے بعد میرے بعض دوستوں نے فرمائش کی کہ خود ہی اپنی کتاب کے مشکلات کی تشریح میں ایک حاشیہ لکھوں، بہر حال اصل متن اور اس کے حواشی لکھنے کے وقت جو کتابیں ان کے سامنے تھیں ان کی فہرست خود انہی کے قلم سے یہ ہے:

معلوم ہونا چاہئے کہ حق تعالیٰ نے اپنے فضل سے میرے پاس اس کتاب کی تصنیف کے زمانہ میں حسب ذیل کتابوں کا ذخیرہ جمع کرا دیا تھا، حنفیوں کے اصول فقہ کی کتابوں

میں سے ''البزدوی' اصول سرخسی' کشف بزدوی' کشف المناد' اورالبدیع، نیز'' البدیع'' کے شارحوں نے جو اس کی شرحیں لکھی ہیں: ''توضیح وتلویح'' ابن ہمام کی ''تحریر'' (اس کی شرح) ''التقریر' اور التیسیر '' اپنے مختلف شروح کے ساتھ، اسی طرح شافعیوں کی کتابوں میں سے: ''المحصول'' امام رازی کی، ''الاحکام'' آمدی کی، ''شرح مختصر'' قاضی کی، نیز اس کی تعلیقات سید شریف کے حاشیہ کے ساتھ، الابہری کی شرح، نیز تفتازانی کی'' شرح الشرح'' اور فاضل میرزاجان کا حاشیہ''الودود' اور ''العقود' نامی کتابیں بھی، قاضی بیضاوی کی ''منہاج'' اور انہوں نے جو اس کی شرح لکھی ہے، اور مالکیوں کی کتابوں میں ابن حاجب کی ''مختصر'' اور ''منتہی الاصول۔

اہل علم جانتے ہیں کہ ملا محبّ اللہ نے کتب اصول فقہ کی جو فہرست پیش کی ہے کتنی جامع اور حاوی فہرست ہے، اس فن کی اہم کتابوں میں خود ہی غور کیجئے کہ آخر کون سی کتاب رہ گئی ہے جو صرف احناف کی ہی کتابیں نہیں بلکہ شافعی' مالکی اصول فقہ کی امہات کتب بھی زیر مطالعہ تھیں۔

وفات:...... ۱۱۱۹ھ میں قاضی صاحب کی وفات ہوئی، تاریخ وفات ''شیخ دہر' اور '' قاضی مولوی محبّ اللہ'' اور ''مصرعہ'' رفتہ سوئے ارم محبّ اللہ'' سے ظاہر ہے۔

تصانیف

(۱)...... الجواہر المفرد فی مبحث جزء لایتجزی۔

(۲)...... رسالہ فی المغالطات العامۃ الورود۔

(۳)...... رسالہ فی ان مذہب الحنفیۃ ابعد من الرائے من مذہب الشافعیۃ۔

(۴)...... منہیات حواشی مسلم الثبوت۔

(۵)......سلم العلوم۔(منطق میں یہ معرکۃ الآراء متن متین ہے، جس نے منطقی دنیا میں ہلچل مچادی)

(۶)......مسلم الثبوت۔(یہ ''سلم العلوم'' کے بعد کی تصنیف ہے، کیونکہ ''مسلم الثبوت'' میں کئی جگہ ''سلم'' کا حوالہ موجود ہے، چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں: وفیہ نظر اشرت الیہ فی السلم)

(۷)......الافادات۔(اس کا ذکر ''مسلم الثبوت'' میں موجود ہے: حیث قال : وقد فرغنا فی السلم من الافادات الافادات)

(۸)......الفطرۃ الالٰہیۃ۔ یہ ایک رسالہ ہے، جس میں اصول غامضہ مذکور ہیں، جن میں ایک مسئلہ اختیار ہے، اس کا ذکر بھی ''مسلم الثبوت'' میں موجود ہے، جس کی بابت موصوف نے کہا ہے کہ: یہ بہت ہی نافع کتاب ہے۔

''مسلم الثبوت'' کی مقبولیت واہمیت

قاضی محبّ اللہ صاحب رحمہ اللہ کی ''مسلم الثبوت'' نہایت عالی مرتبہ کتاب ہے، اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ: متأخرین علماء کے اصول فقہ کے طریقہ تدوین پر لکھی جانے والی کتابوں میں سب سے زیادہ دقیق اور جامع کتاب ہے۔ اس میں ابن الہمام حنفی رحمہ اللہ (متوفی: ۸۶۱ھ) کی ''التحریر'' اور تاج الدین السبکی رحمہ اللہ (متوفی: ۷۷۱ھ) کی ''جمع الجوامع'' کے انتہائی ایجاز واختصار کے باوجود بڑے واضح اور سہل انداز میں فقہی اصول بیان کئے گئے ہیں۔ بہت سی جگہوں پر فاضل موصوف نے اپنی تحقیقات کا اضافہ بھی کیا ہے، ہر فریق کے دلائل پھر اس پر شبہات وجوابات کی کثرت، مواضع صعبہ ومباحث مشکلہ کا بہترین حل اس کے ساتھ عمدگی عبارت وغایت اختصار وغیرہ امور اس کتاب کا طرہ امتیاز ہیں۔

مولانا شبلی مرحوم نے اس کتاب کے متعلق لکھا ہے کہ: درس نظامیہ کے نصف نصاب کو اپنے نیچے تقریباً دو سال اس نے دبائے رکھا۔

الغرض یہ کتاب اپنے موضوع پر عدیم النظیر، فقید المثال اور اسم بامسمی یعنی مسلم الثبوت ہے، واقعۃً یہ کتاب علامہ بہاری کا علمی اعجاز ہے۔

نوٹ:...... "نزہۃ الخواطر" میں "مسلم الثبوت" کو فقہ کی کتاب بتایا ہے، بظاہر یہ طباعت کی غلطی ہے۔

"مسلم الثبوت" کے حواشی وشروح

(۱)...... "شرح مسلم الثبوت" از: مولانا عبدالحق بن فضل حق بن فضل امام خیر آبادی۔

(۲)...... "کشف المبهم مما فی المسلم" از: محمد بشیر الدین بن محمد کریم الدین عثمانی قنوجی۔

(۳)...... "التعليق المنعوت على مسلم الثبوت" از: مولانا برکت اللہ بن محمد احمد نعمت اللہ لکھنوی۔

(۴)...... "فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت" از: مولانا بحر العلوم عبدالعلی بن نظام محمد الدین بن قطب الدین شہید۔

(۵)...... "مفاتح البیوت فی حل مسلم الثبوت" از: مولانا فیض الحسن بن مولانا فخر الحسن سہارنپوری۔

(۶)...... "شرح مسلم الثبوت" (تامبادی الاحکام) از: ملا محمد حسن بن قاضی غلام مصطفیٰ۔

(۷)...... "شرح مسلم الثبوت" از: ملا محمد بن مبین بن ملا محبّ اللہ لکھنوی۔

(۸)...... "نفائس الملكوت شرح مسلم الثبوت" از: مولوی ولی اللہ بن حبیب اللہ بن

ملامحبّ اللہ فرنگی محلی۔

(۹)......''شرح مسلم الثبوت''از: ملا نظام الدین قطب الدین شہید سہالوی۔

(۱۰)......''السبیل الاقوم فی توضیح المسلم''از: مولانا عبدالحیؒ صاحب کفلیتوی۔

گجرات کے چند مفسرین

اس مختصر رسالہ میں صوبۂ گجرات کے: ۳۷؍مفسرین کے مختصر حالات، ان کی تفسیری و تصنیفی و تدریسی خدمات، وغیرہ امور کو مختصراً جمع کیا گیا ہے۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

عرض مرتب

الحمد لله رب العالمین ، والصلوة والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین ، اما بعد !

راقم الحروف نے عصر حاضر کے زبردست مفسر قرآن حضرت مولانا مفتی زرولی خان صاحب مدظلہم ودامت برکاتہم کا مقدمہ تفسیر مکمل سنا اور بہت متأثر ہوا۔قرآن کریم کے علوم: اصول تفسیر، مفسرین امت کے تعارف، اہل حق اور اہل باطل کی تفاسیر کی نشاندہی وغیرہ بیشمار علمی معلومات سے بھرپور پایا۔تو خیال آیا کہ حضرت کی خدمت میں ایک عریضہ لکھوں جس میں گجرات کے مفسرین کی ایک فہرست اوران کے مختصر احوال درج ہوں، خیال تھا کہ چند صفحات پر مشتمل یہ عریضہ ہوگا،مگر جب لکھا تو دیکھا کہ یہ تو ایک مختصر سا رسالہ تیار ہوگیا۔حضرت کی خدمت میں تو اسے ارسال کردیا گیا،اب اسی عریضہ کو رسالہ کی شکل میں شائع کیا جارہا ہے،اللہ تعالی راقم اور ناظرین کے لئے مفید بنائے۔

ایک طویل زمانہ گزرگیا،مگر گجرات میں کوئی اسلاف کا جانشین مفسر نظر نہیں آتا۔بعض مدارس نے دورۂ تفسیر شروع بھی کیا،مگر خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی،اب بھی کچھ دردمند حضرات فکرمند ہیں،مگر اس کام کے لئے کوئی صاحب بصیرت مفسر بھی چاہئے جو تشنگان علوم کو سیراب کرسکے۔

شاید اس رسالہ کو پڑھ کر کسی اہل توفیق کو فن تفسیر کا شوق دامنگیر ہواور کوئی ایسا صاحب ذوق طالب علم نکلے جو اس فن کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا کر تفسیر میں مہارت پیدا کرکے اہل گجرات کو خصوصا اور پورے ہندوستان کو عموما فیض پہنچائے ،**وما ذلک علی الله بعزیز۔**

اللہ اس مختصر کاوش کو شرف قبولیت نصیب فرمائے اور ذخیرۂ آخرت وذریعۂ نجات بنائے،آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از: مرغوب احمد لاجپوری، ڈیوزبری، برطانیہ

حضرت مولانا مفتی زرولی خان صاحب دامت برکاتکم ومد ظلکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا، راقم نے پہلے بھی چند عریضے ارسال خدمت کئے، مگر حضرت والا کی مصروفیت کی وجہ سے جواب سے محروم رہا۔

الحمدللہ راقم کو یہ سعادت حاصل ہے کہ حضرت والا کی تفسیر، حضرت والا کا درس بخاری سننے کا موقع ملا، اور تقریبا ہر ہفتہ ہی شب جمعہ اور جمعہ سے پہلے کے مواعظ سننے کا موقع ملتا ہے۔ راقم حضرت والا سے محبت وعقیدت رکھتا ہے، اور غائبانہ دعا بھی کرتا ہے۔ اللہ تعالی حضرت والا کو مع صحت وعافیت طویل عمر نصیب فرما کر آپ کے فیوض سے امت مرحومہ کو مستفیض فرمائے، آمین۔

دورۂ تفسیر میں بیحد مفید اور علوم عجیبہ ونافعہ سے بھرپور مقدمہ سن کر طبیعت بہت متأثر ہوئی، اور بہت ہی فائدہ ہوا۔ جس انداز سے آپ نے قرآن کریم کے علوم کو مقدمہ میں بیان فرمایا، حق یہ ہے کہ اس کی مثال نہیں۔ مجھ جیسے طالب علم کو ہزارہا صفحات کی ورق گردانی سے شاید وہ باتیں جاننے کو نہ ملتی جو حضرت کے مقدمہ سے ملی، جزاکم اللہ احسن الجزاء فی الدارین۔

قرآن کریم کی عظمت، اس کی وجہ تسمیہ، حفاظت قرآن میں امت کی محنت، تفسیر کی اہمیت، اہل حق اور اہل باطل کی تفاسیر کا بہت ہی جامع تعارف، مفسرین امت کی مختصر سوانح، سینکڑوں علماء ومشائخ کی تاریخ ولادت ووفات، الغرض بہت کچھ اپنے اندر لئے ہوئے

عمدہ اور مفید مقدمہ نہ صرف طلباء کے لئے بلکہ اہل علم کے لئے خاصے کی چیز ہے۔

آپ کے درس اور مواعظ سے اللہ تعالی کے ساتھ تعلق اور یقین کی کیفیت میں اضافہ کے ساتھ حق کی حمایت اور حق پر غیرت، اہل علم کے لئے شان استغناء کا حصول، اہل سنت والجماعت کے مسلک پر استقامت، حق کی حمایت پر قوت و ہمت، فقہ اور فقہاء امت سے بے پناہ عقیدت ومحبت، اور مسائل کے اظہار کی جرأت جیسے اوصاف کا پیدا ہونا بعید نہیں۔

اللہ تعالی پاکستان کے علماء وطلباء کو صحیح معنی میں حضرت والا کی قدر دانی اور آپ کے علوم و اوصاف حمیدہ سے استفادہ کی توفیق مرحمت فرمائے، اس لئے کہ عصبیت بڑے سے بڑے کمالات پر پردہ ڈال دیتی ہے۔

حضرت والا کا مقدمہ تفسیر سن کر قلبی داعیہ پیدا ہوا کہ گجرات کے مفسرین کی ایک فہرست کے ساتھ ان کے مختصر حالات آپ کی خدمت میں ارسال کروں، اسی قلبی چاہت پر یہ چند صفحات پیش خدمت ہیں۔

یہ عاجز حضرت والا سے بھی خصوصی دعا کا متمنی ہے۔ اللہ تعالی نے محض اپنے فضل وکرم سے تھوڑا بہت اپنے اکابر کے علوم کے مطالعہ کا شوق عطا فرمایا ہے۔ میری دلی تمنا ہے کہ حضرت والا سے ملاقات کی سعادت نصیب ہو جائے، انشاء اللہ امید ہے کہ حرمین شریفین میں اللہ تعالی اس تمنا کو پورا فرما دیں گے۔

حضرت والا! اگر مقدمہ تفسیر شائع ہوا ہو تو مرحمت فرمانے کی عاجزانہ درخواست ہے۔ مولانا رفیق صاحب (مالک مکتبہ زمزم پبلشر، کراچی) حضرت والا سے حاصل کر کے راقم تک پہنچا دیں گے۔ فقط طالب دعا: مرغوب احمد لاجپوری

۲۳؍محرم الحرام ۱۴۳۹ھ مطابق: ۱۴؍اکتوبر ۲۰۱۷ء، سنیچر

(۱)......حضرت فقیہ مخدوم علی مہائمی رحمہ اللہ

ولادت ۷۷۶ھ ....وفات ۸۳۵ھ

نوٹ:......حضرت فقیہ مخدوم علی مہائمی رحمہ اللہ کا تذکرہ ''ذکر صالحین'' جلد:۹/ص/ پر آچکا ہے۔

(۲)......شیخ کرمانی بھروچی رحمہ اللہ

شیخ کرمانی بھروچی رحمہ اللہ مجاہدین وقت میں سے تھے، سمندر کے راستے سے ۵۹۶ھ میں بھروچ پہنچے، ایک عرصہ تک خدمت خلق میں مصروف رہے، قرآن مجید کا ایک نسخہ اپنے ساتھ لائے تھے جس پر تفسیر کا ایک حاشیہ تھا، حال میں جو جلد بندی کی گئی تو حاشیہ کاٹ ڈالا گیا، اس نسخہ کی موجودہ تقطیع: ۱۸×۱۲/انچ ہے، بین السطور فارسی ترجمہ ہے، خط کوفی اور بحر کے بین بین ہے۔ شیخ کرمانی رحمہ اللہ کا مزار بھروچ میں ''نربدا'' کے کنارے ایک پرفضا مقام پر واقع ہے، یہ قرآن مجید ان کے مجاور کے پاس اب بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

(۳)......شیخ عبداللطیف بن شیخ جمال الدین رحمہ اللہ

وفات: آٹھویں صدی

شیخ عبداللطیف بن شیخ جمال الدین رحمہ اللہ احمد آباد کے سہروردی مشہور بزرگ حضرت برہان الدین قطب عالم رحمہ اللہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ معقولات ومنقولات کے ماہر تھے، علم قراءۃ کے استاذ تھے، روایت ودرایت میں ان کا ایک بلند مقام تھا۔

آپ کی تصانیف:

(۱)......منية الفحول ۔اس رسالہ میں تعدد ازواج کی وجوہات بتائی گئی ہیں۔احادیث نبی ﷺ سے ان کی تائید کی گئی ہے، تعدد ازواج کو مفید بتاتے ہوئے اس کی ایک سو وجوہات پیش کی گئی ہیں۔

(۲)......لطائف البرهانية فی وظائف الاعتكاف والاربعينية ۔یہ رسالہ اعتکاف اور چلہ کشی کے موضوع پر ہے۔شیخ کے نام پر اسے موسوم کیا،شروع میں شیخ کے حکم کی تعمیل میں وجہ تصنیف کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''ان اجمع كتابا جامعا لمسائل الاعتكاف والاربعينات ' ليكون عمدة لسالكی طريق المتقدمين من المشائخ المقربين و قدرة لمالكی زمام الاهرداء من العباد المخلصين ' فامتثلت امره واستشعرت بره تبركا باشارته المتضمنة بالبشارة و جعلته علی قسمين''۔

کتاب کے آخر میں لکھتے ہیں کہ:انہوں نے یہ کام صرف دو ہفتوں میں مکمل کیا،یعنی ۸۵۴ھ میں یوم عرفہ سے لکھنا شروع کیا اور ذی الحجہ کی:۲۴؍تاریخ کو اسے مکمل کیا۔

(۳)......زاد العاشقين فی سبيل الصادقين ۔اس میں اہل طریقت کی حکایات اور واقعات کو جمع کیا گیا ہے۔دو بزرگوں نے اس کی شرحیں لکھیں: شیخ احمد بن رفیع الدین شیرازی رحمہ اللہ نے ''منية العارفين شرح زاد العاشقين ''اور شیخ عبدالغنی بن ابی بکر پٹنی رحمہ اللہ نے ''حلاوة العارفين شرح زاد العاشقين ''لکھی۔

(۴)......شرح فتوح الغیب۔

(۵)......شرح عین العلم۔

(۶)......رسالہ قراءت۔

(۴)......شیخ صدر الدین بنبانی رحمہ اللہ

وفات: نویں صدی کے اوائل

آپ کو عربی ادب اور صرف ونحو سے خاص لگاؤ تھا۔

(۱)......حواشی: قصیدہ بردہ۔

(۲)......حواشی: قصیدہ کعب بن زہیر۔

(۳)......حواشی: قصیدہ لامیہ۔

(۴)......نحو کی مشہور کتاب ''الوافی'' کی شرح ''الکافی'' آپ ہی کی ہے۔

(۵)......قرآن مجید کی تفسیر بنام ''تفسیر بحر المعانی'' لکھی۔

آٹھویں صدی کے اواخر اور نویں صدی کے ابتدائی زمانہ کے بزرگ ہیں۔

(۵)......ابو الفضل گازرونی

وفات: ۹۰۴ھ مطابق ۱۵۳۴ء

مظہر الدین محمد القریشی الصدیقی الخطیب معروف بہ ابو الفضل گازرونی مشہور فلسفی جلال الدین محقق دوّانی کے شاگرد اور شیخ مبارک ناگوری کے استاد تھے۔ ۹۰۴ھ مطابق ۱۵۳۴ء میں وفات پائی۔ آپ کی تصانیف یہ ہیں:

(۱)......حاشیۃ الگازرونی علی تفسیر البیضاوی۔

(۲)......شرح الارشاد۔

(۳)......الرسالۃ القلمیۃ۔

(۴)......شرح المواقف۔

(۶)......شیخ حسن بن احمد رحمہ اللہ

ولادت:۹۲۳ھ

وفات:۲۸/ذیقعدہ۹۸۱ھ (یا۹۸۲ھ) مطابق۱۴/مارچ ۱۵۷۴ء (یا۱۵۷۵ء)

فاضل کبیر شیخ حسن بن احمد بن نصیرالدین عمری رحمہ اللہ کی ولادت احمد آباد میں۹۲۳ھ میں ہوئی۔آپ شیخ نصیرالدین چراغ کی نسل سے ہیں۔علماء احمد آباد سے علوم نقلیہ وعقلیہ حاصل کئے۔اوراٹھارہ سال کی عمر میں علوم سے فراغت پائی۔آپ کوفقہ واصول فقہ عربی تصوف اورتفسیر میں کمال حاصل تھا۔علم ظاہر و باطن میں یگانہ روزگار تھے۔اکتالیس سال تک مسند مشیخت پر فائز رہے۔صاحب تصانیف تھے،آپ کی چند تصانیف کے نام درج ذیل ہیں:

(۱)......تفسیر محمد۔جس میں ربط آیات کا التزام ہے۔

(۲)......تفسیر بیضاوی پر حاشیہ۔

(۳)......نزہۃ الارواح کا حاشیہ۔

(۴)......حاشیہ شرح مطالع از قسم ثانی،(یہ حاشیہ بہت اعلی ہے)۔

(۵)......حاشیہ قوت القلوب۔

(۶)......تقسیم الاوراد۔

معمولات زندگی:......نماز فجر کے بعد دو پہر تک تلاوت اور درس و تدریس میں مشغول رہتے۔پھر کھانے سے فراغت پر قیلولہ فرماتے،پھر نماز ظہر ادا کرتے،اس کے بعد وعظ کی مجلس شروع ہوتی تو عصر تک رہتی،عصر کے بعد ذکر و وظائف میں مغرب تک مشغول رہتے،مغرب کے بعد سے عشاء تک ذکر جہری میں مشغول رہتے،نماز عشاء کے بعد حجرہ

میں تشریف لے جاتے ۔۵۹/سال کی عمر میں :۲۸/ذیقعدہ ۹۸۱ھ (یا ۹۸۲ھ) مطابق ۱۴/مارچ ۱۵۷۴ء (یا ۱۵۷۵ء) بروز سنیچر نماز ظہر سے قبل وصال ہوا۔

(۷)......شیخ عبدالملک بنبانی عباسی رحمہ اللہ

وفات: ۹۷۰ھ

آپ کی ولادت احمد آباد میں ہوئی، اپنے بھائی قطب الدین عباسی رحمہ اللہ سے درسیات وحدیث پڑھی، جو حدیث میں شیخ شمس الدین بن محمد سخاوی مصری رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔

آپ نہایت طباع اور ذہین تھے، فقہ وحدیث وتفسیر اورادب ہر ایک میں یکتا تھے۔ قرآن مجید کی طرح ''بخاری شریف'' کے لفظاً معناً حافظ تھے۔ ان کے معاصرین میں توکل میں دوسرا کوئی ان کا ہم پلہ نہیں تھا۔ مولانا کمال الدین مفتی اجین رحمہ اللہ آپ کے شاگرد تھے۔ ۹۷۰ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

(۸)......صاحب کنز العمال شیخ علی متقی رحمہ اللہ برہانپوری گجراتی ہندی

نوٹ:......حضرت شیخ علی متقی رحمہ اللہ کا تذکرہ دیکھئے! ص ۱۸۶/ پر آچکا ہے،

(۹)......شیخ حسن (محمد) چشتی رحمہ اللہ

ولادت: ۹۲۳ھ مطابق ۱۵۱۷ء

وفات: ۲۸/ذی القعدہ: ۹۸۲ھ

ابوصالح حسن بن محمد گجراتی، مولانا کمال الدین علامہ کی اولاد میں تھے، علم ومشیخیت ان کے گھرانے کی چیز تھی، انہوں نے چالیس سال تک علم کی خدمت کی اور اپنے کمالات

ظاہری و باطنی سے لوگوں کو فائدہ پہنچایا۔آپ کی ولادت ۹۲۳ھ مطابق ۱۵۱۷ء میں احمد آباد میں ہوئی۔عمر کے اکتالیس سال تدریسی خدمات میں گزارے۔

ان کی تصنیفات میں:

(ایک)......قرآن مجید کی تفسیر ہے،جس میں ربط آیات کی طرف زیادہ توجہ کی ہے۔

(دوسری)......تفسیر بیضاوی کا:حاشیہ ہے۔

(تیسری)......نزہۃ الارواح کی شرح ہے۔

(چوتھی)......حاشیہ علی التلویح۔

(پانچویں)......کشف الحقائق۔

(چھٹی)......شرح رسالہ سید نعمۃ اللہ ولی‘تصوف کے موضوع پرآپ کی فارسی تصنیف ہیں،

۲۸/ذی القعدہ:۹۸۲ھ بروز منگل،ان کا سن وفات لکھا ہے۔

(۱۰)......شیخ محمد بن طاہر پٹنی رحمہ اللہ

ولادت ۹۱۴ھ

وفات ۹۸۶ھ

نوٹ:......حضرت شیخ محمد بن طاہر پٹنی گجراتی رحمہ اللہ کا تذکرہ ’’ذکر صالحین‘‘ جلد:۲/ ص۳۳۳/ پرآچکا ہے۔

(۱۱)......سید رفیع الدین شیرازی رحمہ اللہ

ولادت:۹۳۴ھ مطابق ۱۵۲۷ء

وفات:۱۲/ذی القعدہ ۹۸۹ھ مطابق ۱۵۸۱ء

سید رفیع الدین شیرازی رحمہ اللہ کی ولادت احمد آباد ۹۳۴ھ مطابق ۱۵۲۷ء میں ہوئی۔

سات سال کی عمر میں والد کا انتقال ہوگیا۔آپ کی وفات: ۱۲/ذی القعدہ ۹۸۹ھ مطابق ۱۵۸۱ء میں ہوئی۔آپ کی کئی تصانیف ہیں، مگر صرف چند ہی کا علم ہوسکا۔

(۱)......سورۂ یوسف کی ایک تفسیر ہے۔

(۲)......اور آپ بیتی ''فتوحات احمدی ورفیعی'' فارسی میں ہے۔

(۱۲)......شیخ عبدالوہاب متقی رحمہ اللہ

ولادت: ۹۴۱ھ

وفات: ۱۰۰۱ھ مطابق ۱۵۹۲ء

شیخ عبدالوہاب بن ولی اللہ متقی رحمہ اللہ کی ولادت: ۹۴۱ھ میں ہوئی، آپ صاحب کنز العمال شیخ علی متقی رحمہ اللہ کے مخصوص تلامذہ میں تھے۔بچپن میں والدین کے انتقال کی وجہ سے درویشی والی زندگی گذاری۔۹۶۱ھ میں آپ مکہ مکرمہ پہنچے تو شیخ علی متقی رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی، اور آپ کی کریمانہ صفات سے متأثر ہوکر ان کی صحبت اختیار کرلی، آپ شیخ کی کتابیں نقل کیا کرتے تھے، اور بڑی محنت سے اپنے کام میں مشغول رہتے، دن بھر کاموں کے علاوہ رات میں ایک ہزار سطروں کی کتابت کرلیا کرتے تھے۔آپ نے شیخ علی متقی رحمہ اللہ کی بڑی خدمت کی، اور بارہ سال کی طویل مدت ان کی خدمت میں رہے۔ آپ مکہ مکرمہ میں: ۴۴/سال رہے اور چوالیس حج کیے، شیخ علی متقی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد اپنے عزیزوں کی ملاقات کی غرض سے احمد آباد آئے، مگر مہدویوں کی دشمنی کی وجہ سے مکہ مکرمہ واپس لوٹ گئے۔حجاز' یمن' مصر وشام کے لوگ آپ کی بڑی عزت کرتے تھے۔علوم دینیہ نیز فلسفہ میں بڑی مہارت رکھتے تھے، مگر تفسیر' حدیث اور تصوف کے ساتھ خصوصی لگاؤ تھا، اور انہیں کا درس دیا کرتے تھے۔حضرت عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ

نے مکہ مکرمہ میں آپ سے حدیث پڑھی اور صحاح ستہ کی سند لی، نیز آپ کے مرید بھی ہوئے۔آپ مختلف زبانوں میں کلام پر قادر تھے، اس لئے طلبہ کو ان کی زبان میں درس دیتے تھے۔فقہ سے خصوصی شغف تھا، اور مذاہب اربعہ کا تقابلی مطالعہ کیا تھا۔آپ کا یہ بھی تأثر تھا کہ حنفی مسلک شوافع کے مقابلہ میں حدیث سے زیادہ قریب ہے، مگر علماء ہندوستان وخراسان کے طرز تالیف کی وجہ سے اصحاب رائے کا گمان مذہب حنفی پر ہونے لگا۔آپ کے درس میں بیٹھنے والا محسوس کرتا تھا کہ حنفی اصحاب الظواہر ہیں اور شافعی اصحاب الرائے ہیں۔آپ کی وفات: ۱۰۰۱ھ مطابق ۱۵۹۲ء میں ہوئی۔

(۱)......"تفسیر الحکم" آپ کی اہم تالیف ہے۔یہ قرآن پاک کے منتخب اقتباسات کی تفسیر ہے، ہر سورت کے آغاز میں اس کے موضوع کی مختصر جملوں میں تلخیص پیش کی گئی ہے، اور اس کے بعد متعلقہ قرآنی آیات کو نقل کیا گیا ہے، گو بعد میں اس طریقہ کو تبدیل بھی کیا، پھر بھی آیتوں کے نزول کے خاص حصوں اور تاریخی واقعات کو بیان کرنے کی طرف زیادہ توجہ دی ہے۔تفسیری مواد زیادہ تر اولین محدثین اور مفسرین سے اخذ کیا ہے۔

آپ کی دوسری تصانیف یہ ہیں:

(۲)......اتحاف النقی فی فضل شیخ علی متقی۔

(۳)......الحبل المتین۔

(۴)...... کفایت المؤمنین۔

(۱۳)......مولانا صبغۃ اللہ بھروچی رحمہ اللہ

وفات: ۲۶/ جمادی الاولی ۱۰۱۵ھ

مولانا صبغۃ اللہ بن روح اللہ بن جمال اللہ حسینی بھروچی رحمہ اللہ، آپ کے جد امجد

اصفہان کے باشندے تھے، وہاں سے ہندوستان منتقل ہوکر گجرات کے علاقہ بھروچ میں سکونت اختیار کی۔ وہیں آپ کی ولادت ہوئی۔ علامہ وجیہ الدین علوی رحمہ اللہ سے استفادہ کیا اور علوم وفنون میں مہارت حاصل کی۔حجاز مقدس کا سفر فرمایا اور حج بیت اللہ سے فارغ ہوکر واپس تشریف لائے۔ پھر:۹۹۹ھ میں مالوہ پہنچے، کچھ مدت بعد روضۂ اقدس کی زیارت کا شوق ہوا تو سفر کا آغاز کیا اور احمد نگر پہنچے، حاکم وقت برہان شاہ کے پاس ایک سال قیام کیا، پھر بیجا پور میں ابراہیم عادل شاہ نے آپ کے لئے سامان سفر مہیا کیا، اور اپنی خاص کشتی بھی شیخ کی نذر کی۔ شیخ اپنے اتباع واصحاب کے ہمراہ مکہ مکرمہ پہنچے اور ۱۰۰۵ھ میں حج بیت اللہ کی سعادت سے مشرف ہوئے، پھر مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور جبل احد پر قیام کیا اور وہیں درس وتدریس اور اصلاح وتربیت کا کام شروع کردیا۔علماء حرمین شریفین نے موقع غنیمت جان کر آپ سے خوب استفادہ کیا۔

تصانیف:

(۱)......حاشیه علی تفسیر البیضاوی۔

(۲)...... کتاب الوحدة۔

(۳)...... اراء ة الدقائق فی شرح مرأة الحقائق۔

(۴)......مالایسع للمرید ترکه کل یوم من سنین القوم۔

(۵)...... تعریب الجواهر الخمسه۔ یہ شیخ محمد غوث گوالیاری رحمہ اللہ کی تصوف کے موضوع پر لکھی گئی فارسی کتاب ''جواہر خمسہ'' کا عربی ترجمہ ہے۔

۲۶/جمادی الاولی ۱۰۱۵ھ میں مدینہ منورہ میں آپ کی وفات ہوئی، اور بقیع غرقد میں مدفون ہیں۔

(۱۴)......خواجہ محمد بن محمود دہدار سورتی رحمہ اللہ

ولادت:

وفات:۱۰۱۶ھ

خواجہ محمد بن محمود دہدار سورتی رحمہ اللہ کا اصل وطن شیراز تھا، شاہ فتح اللہ شیرازی جیسے معروف عالم دین سے تعلیم حاصل کی۔

عہد جوانی میں ہجرت فرما کر جنوب ہند تشریف لائے، بیجاپور میں عادل شاہ کے دربار میں خدمت انجام دی۔ بعد میں حالات تبدیل ہوئے تو احمد نگر میں قیام فرمایا۔۱۰۰۳ھ میں آپ کو برار کا صوبہ دار بنایا گیا، مگر اس عہدہ کو ترک کر کے برہان پور اور پھر سورت آ کر یہیں مقیم ہو گئے، اور تصنیفی کام میں مشغول ہوئے۔

آپ کی تصانیف یہ ہیں:

(۱)......تفسیر سورۃ والضحی والم نشرح۔

(۲)......فوائد تفسیر سورۂ نور۔

(۳)......رحلة السبحان فی معرفة اسرار الفرقان۔

۱۰۱۶ھ میں سورت میں وفات پائی، آپ کا مقبرہ ''مسجد روشن ضمیر'' میں ہے۔ ''خداشناس'' کے الفاظ سے آپ کی وفات کا سال نکلتا ہے۔

(۱۵)......ابوالبرکات شیخ عیسی بن قاسم جندی رحمہ اللہ

ولادت:۵/ذی الحجہ۹۶۲ھ مطابق ۱۰/اکتوبر۱۵۵۴ء

وفات:۱۵/شوال۱۰۳۱ھ مطابق:۱۳/اگست۱۶۲۲ء

ابوالبرکات شیخ عیسی بن قاسم جندی رحمہ اللہ: اصل سندھ کے باشندے تھے، ہمایوں کی

شکست کے بعد جب سندھ کی ابتری اور بدنظمی کی وجہ سے ہزاروں باعزت اور بزرگ خاندان اپنے وطن سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے تو آپ کا خاندان بھی ہجرت کر کے احمدآباد پہنچا۔

۵/ذی الحجہ۹۶۲ھ مطابق ۱۰/اکتوبر۱۵۵۴ء بروز اتوار' آپ کی ولادت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار کی نگرانی میں ہوئی، نو سال کی عمر میں کلام پاک حفظ کرلیا۔ تفسیر' حدیث' فقہ وغیرہ کی تعلیم اپنے عم محترم شیخ طاہر محدث رحمہ اللہ سے حاصل کی۔

۵/محرم ۹۸۱ھ مطابق ۷/مئی ۱۵۷۳ء بروز جمعرات والد مرحوم نے وفات پائی۔ والد کے وصال کے بعد آپ برہانپور آئے اور حضرت شیخ یوسف بنگالی رحمہ اللہ کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے اور پانچ سال کے عرصہ میں جملہ علوم متداولہ میں مہارت حاصل کی، اور پچیس سال کی عمر میں صاحب فضل وکمال ہوئے۔ ملا حکیم عثمان سندھی صدیقی رحمہ اللہ سے علم قراءت حاصل کیا۔

علوم ظاہری کے بعد قاضی جلال الدین ملتانی رحمہ اللہ کی خدمت میں آگرہ پہنچے، کچھ دنوں تک ان سے استفادہ کیا۔ بعد میں شیخ محمد عارف رحمہ اللہ کی صحبت بابرکت میں رہ کر علوم باطنی کی تکمیل فرمائی۔

آپ متبحر عالم تھے، تفسیر' حدیث' فقہ' منطق' معانی' بیان وغیرہ علوم میں عبور حاصل تھا۔ عروض اور شاعری میں بھی ید طولی رکھتے تھے، جملہ اصناف سخن پر قدرت رکھتے تھے۔ آپ کی تصانیف میں آپ کے اشعار بکثرت موجود ہیں۔

تصانیف

(۱)......روضۃ الحسنی۔

(۲)......عین المعانی۔

(۳)......انوار الاسرار۔

(۴)......حواس پنج گانہ۔

(۵)......حاشیہ براشارات عربیہ۔

(۶)......شرح قصیدۂ بردہ۔

(۷)......قبلۃ المذاہب الاربعۃ۔

(۸)......حاشیہ برشرح ضیائیہ۔

(۹)......تتمیم شرح مائۃ عوامل۔

(۱۰)......رسالہ عقود۔

(۱۱)......شرح درر باعیات-اسرارالوحی۔

(۱۲)......رسالہ دقیقہ۔

(۱۳)......مجمع البحرین۔

(۱۴)......تفسیر محمدی۔

۷۰/سال کی عمر میں ۱۵/شوال ۱۰۳۱ھ مطابق: ۳۱ اگست ۱۶۲۲ء برہانپور میں وفات پائی۔

(۱۶)......صاحب ''النور السافر'' شیخ عبدالقادر حضرمی احمد آبادی

ولادت: ۲۰/ربیع الاول ۹۷۸

وفات: ۱۰۳۷ھ

گجرات کے مشہور عالم، مصنف اور صاحب سلسلہ بزرگ تھے۔ آپ کا کتب خانہ عالی

شان تھا،۲۰/ربیع الاول ۹۷۸ھ بروز جمعرات آپ کی ولادت ہوئی۔

والد مرحوم نے آپ کی ولادت سے پہلے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کی خواب میں زیارت کی، اس نسبت سے عبد القادر نام تجویز کیا۔آپ کی والدہ نہایت نیک صالحہ متواضعہ تھیں، کثرت سے صدقہ وخیرات کرنے والی تھیں۔۲۰/رمضان ۱۰۱۰ھ، بروز جمعہ چاشت کے وقت ان کا انتقال ہوا۔

مختلف مشائخ اور اہل علم وفضل سے متعدد فنون کی کتابیں پڑھیں اور کئی علوم وفنون میں فراغت حاصل کی۔حصول علم کے بعد کتابوں کے جمع کرنے کا شوق ہوا تو دور دور علاقوں سے کتابیں منگوا کر جمع کیں۔احمد آباد، سورت، بھروچ میں قیام کیا۔اس دوران علامہ محقق محمد بن مقری بن علامہ علی مقری اور علامہ عبد القادر بن مخدوم الخطیب کلیانی رحمہما اللہ سے بھی استفادہ کیا۔آپ عالم تفسیر وحدیث ہونے کے ساتھ ساتھ بلند درجہ کے مؤرخ اور سوانح نگار بھی تھے۔

تصانیف

(۱)......الفتوحات القدسیة فی الخرقة العیدروسیة۔

(۲)......الحدائق الحضرة فی سیرة النبی صلی الله علیه وسلم واصحابه العشرة۔

(۳)......المنهاج الی معرفة المعراج۔

(۴)......اتحاف الحضرة العزیزة بعیون السیر الوجیرة۔

(۵)......المنتخب السیرة من اخبار مولد المصطفی۔

(۶)......الانموذج اللطیف فی اهل بدر الشریف۔

(۷)......اسباب النجاة والنجاح فی اذکار المساء والصباح۔

(۸)......الدر الثمين فى بيان المهم من علم الدين۔

(۹)......الحواشى الرشيقة على العروبة الوثيقة۔

(۱۰)......منح البارى بختم البخارى۔

(۱۱)......تعريف الاحياء بفضائل الاحياء۔

(۱۲)......الجواهر المتلالى من كلام الشيخ عبد الله فى الغزالى۔

(۱۳)......عقد الال بفضائل الآل۔

(۱۴)......خدمة السادة آل ابا علوى باختصار العقد النبوى۔

(۱۵)......بغية المستفيد فى شرح تحفة المريد۔

(۱۶)......النفحة العنبرية فى شرح البيتين العدنية۔

(۱۷)......غاية القرب فى شرح نهاية الطلب۔

(۱۸)......اتحاف اخوان الصفاء بشرح تحفة الظرفاء باسماء الخلفاء۔

(۱۹)......الفتح القدسى فى تفسير آية الكرسى۔

(۲۰)......صدق الوفاء بحق الاخاء۔

(۲۱)......النور السافر عن اخبار القرن العاشر۔

(۲۲)......الروض الارض والفيض المستفيض۔

"النور السافر عن اخبار القرن العاشر" بڑی مشہور کتاب ہے، یہ دسویں صدی ہجری یعنی سولہویں صدی عیسوی کے مشاہیر کے حالات میں قابل قدر تصنیف ہے۔آپ نے اس کتاب کا آغاز تبرکاً سیرت نبوی ﷺ سے کیا ہے، اس کے بعد: ۹۰۱ھ سے ۱۰۰۰ھ تک (۱۴۹۵ء سے ۱۵۹۱ء) تک کے اہم تاریخی حوادث اور علم فضل کا مفصل تذکرہ

کیا ہے۔

آپ اس کتاب کے موضوع کے دائرہ کار کا تعارف کراتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

’’هذا نموذج لطيف و عنوان شريف ذكرت فيه وفيات من ظفرت بتاريخ وفاته ممن مات في هذا القرن الذي اوله سنة احدى و تسع مائة ختم بالحسنى من سائر العلماء والصلحاء والقضاة والادباء والملوك والاعيان مصريا كان أو شاميا ‘ حجازيا كان أو يمنيا ‘ روسيا أو هنديا ‘ مشرقيا أو مغربيا ‘ و ضممت الى ذكر بعض الحوادث والماجريات والحكايات العجيبة والملح الغريبة‘‘۔

یہ ایک عمدہ نمونہ اور اچھا عنوان ہے، میں نے اس میں ان لوگوں کی تاریخ وفات ذکر کی ہے جو ۹۰۱ھ کے بعد اس صدی کے آخر تک فوت ہوئے، اور ان کی تاریخ وفات مجھے میسر آسکی۔ ان میں علماء‘ صلحاء‘ قضاۃ‘ ادباء‘ بادشاہ اور سربرآوردہ اشخاص کے حالات مذکور ہیں خواہ وہ شام یا مصر کے ہوں‘ خواہ حجاز‘ یمن‘ روم‘ ہند‘ مشرق یا مغرب کے ہوں، اس کے علاوہ میں نے اس کتاب میں حوادث‘ واقعات‘ عجیب حکایات اور انوکھی دلچسپ باتیں بھی شامل کردی ہیں۔

’’النور السافر‘‘ آپ کی وہ عربی تاریخ ہے جس میں دسویں صدی ہجری میں وفات پانے والے مشاہیر اسلام جید علماء‘ فقہاء‘ محدثین‘ ادباء‘ صلحاء‘ سلاطین‘ امراء اور فن کاروں کی سوانح مرتب کی گئی ہے۔ یہ کتاب کئی بار شائع ہوچکی ہے۔ اس کا اردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ ایک پوری صدی کے دوران پیدا ہونے والے اور وفات پانے والے مشاہیر اور نابغہ روزگاروں کے بارے میں معلومات بہم پہنچانے کے ساتھ ساتھ اہم اور انوکھے واقعات بھی جمع کئے گئے ہیں۔ اس تصنیف میں اس صدی کے وفات پانے والے اہل علم وفن اور

اعیان سلطنت کا ہی ذکر نہیں، بلکہ اہم واقعات اور حوادث مثلا: زلزلوں' سیلاب' قحط سالی اور ٹڈیوں کی آمد وغیرہ کا بھی احاطہ کیا گیا ہے۔ مصنف علام نے تذکرہ نویسی میں اختصار و جامعیت سے کام لیا ہے۔ بڑی حیرت کن بات یہ ہے کہ استاذ الاساتذہ حضرت علامہ وجیہ الدین رحمہ اللہ جیسی عظیم المرتبت شخصیت کا تذکرہ صرف دو ڈھائی سطروں میں کیا گیا ہے۔ اسی طرح گجرات کے ایک اور جید عالم قاضی علاء الدین عیسی جیسی شخصیت کا ذکر بھی دو سطروں میں کر دیا گیا ہے۔ صاحب تذکرہ کے احوال کے ساتھ ان کی اہم خدمات' مابہ الامتیاز صفات اور حسب ضرورت ان کے ملفوظات و اقوال کو بھی قلم بند کیا گیا ہے۔ اس طرح اس کتاب نے اس صدی کے احوال و کوائف اور مشاہیر و رجال کی اہم تاریخ و دستاویز اور مستند مرجع کی حیثیت حاصل کر لی ہے۔ اس طرح اس کتاب کی علمی افادیت و اہمیت اس لئے بھی غیر معمولی ہوگئی کہ مؤلف علام نے اثنائے تذکرہ گاہے گاہے مفید تعلیقات اور بیش بہا فوائد کا اضافہ بھی فرمایا ہے جس کے ذریعہ کہیں آپ نے تصوف کی اہم حقیقتوں کو واضح کیا، کہیں علم حدیث وفقہ کی کئی فنی باریکیوں پر خامہ فرسائی کی ہے، تو کہیں علم طب کی مضمرات کی عقدہ کشائی کی ہے۔ ان خصائص کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ یہ تالیف لطیف علوم اسلامیہ کا ایسا سرچشمہ بن گئی ہے جس سے فیض یابی تا دیر جاری رہے گی، ان' ان انگنت مقامات سے استفادہ بالاستیعاب مطالعہ ہی سے کیا جا سکتا ہے، لیکن بر سبیل تذکرہ ایک مقام کا اشارہ کافی ہے۔ ۹۱۶ھ کے واقعات کے ذیل میں الاحقاب' سد مآرب اور ارم ذات عماد کے ضمن میں جو تفسیری تحقیقات درج کی گئی ہیں وہ قابل ملاحظہ ہیں۔

۱۰۳۷ھ میں وفات پائی، اور سیول ہاسپٹل کے پورب واقع ایک گلی میں بمقام جورہ باڑہ احمد آباد میں اپنے والد کے قریب مدفون ہیں۔

(۱۷)......شیخ محمد چشتی رحمہ اللہ

ولادت:۹۵۶ھ مطابق ۱۵۴۹ء

وفات:۲۹ربیع الاول ۱۰۴۱ھ مطابق ۱۶۱۳ء

شیخ محمد بن حسن رحمہ اللہ کی ولادت: ۹۵۶ھ مطابق ۱۵۴۹ھ میں ''احمد آباد'' میں ہوئی۔علمی خاندان میں ولادت کی وجہ سے اٹھارہ سال کی عمر میں علوم ظاہری سے فراغت پائی،۔آپ کا خاندان علم ومعرفت میں مشہور تھا۔فراغت کے بعد والد ماجد سے علوم باطنی کی تکمیل کی۔والد ماجد کے وصال کے بعد ایک عرصہ گوشہ نشینی کی زندگی گذاری، بعد میں والد ماجد کی خانقاہ میں تشریف لائے اور درس وافادہ میں مشغول ہوگئے۔

قناعت وتوکل مثالی تھا،سلاطین وامراء سے اجتناب کرتے تھے۔والد کے وصال کے بعد فقر وناداری کی حالت بھی پیش آئی،بعض اہل تعلق نے درخواست کی کہ: شاہان گجرات کی طرف سے آپ کے اجداد کو جو وظائف ملتے تھے، اس کی سندیں موجود ہیں، اگر وہ عنایت فرمادیں تو اکبر بادشاہ کے سامنے رکھی جائیں،ممکن ہے کہ وظائف دوبارہ ملنے شروع ہوجائیں۔آپ نے فرمایا:فقراء کو کیا ضرورت ہے کہ بادشاہوں کے منت بردار ہوں، بادشاہِ حقیقی بندوں کے رزق کے لئے کافی ہیں، ہر چند کہ لوگوں نے اصرا کیا،مگر آپ نے قبول نہیں کیا، جب لوگوں کا اصرار بڑھا تو آپ نے وہ اسانید حوض میں پھینک دیں۔ رشد وہدایت اور عبادت میں وقت بسر فرماتے،اپنے احوال کاحتی المقدور اخفاء فرماتے۔

(۱)......آپ نے ''تفسیر محمدی'' کے نام سے تفسیر لکھی۔

(۲)......ایک کتاب ''نکات الاخوان '' ہے جس میں نکات ذکر کئے گئے ہیں،ان میں سے چند کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے:

(۱)......الرياضة ترک الشهوات۔

(۲)......المجاهدة الانقطاع عن غير الله۔

(۳)......التوبة الندامة۔

(۴)......البلاء سراج الطالب۔

(۵)......الفراسة مطالعة العيوب۔

(۶)......الحرص ترک القناعة۔

(۷)......الحسد زوال نعمة الغير۔

(۸)...... الشريعة : الاقوال الطريقة ' الاعمال الحقيقة الاحوال۔

آپ کی وفات: ۲۹ ربیع الاول ۱۰۴۱ھ مطابق ۱۶۱۳ء بروز اتوار احمد آباد میں ہوئی، مسجد انصار کے متصل مدفون ہوئے۔

(۱۸) شیخ وجیہ الدین علوی رحمہ اللہ

ولادت: ۲۲ر محرم الحرام ۹۱۰ھ مطابق ۱۵۰۰ء

وفات: ۲۹ر محرم ۹۹۸ھ

شیخ وجیہ الدین علوی رحمہ اللہ، اپنے زمانہ کے مشہور اکابر علماء میں سے تھے، علوم دینی میں بے پناہ تبحر رکھتے تھے۔ کثرت تصانیف اور تدریس میں کوئی معاصران کی برابری نہیں کرسکتا، بلکہ بعد کے لوگوں میں ایسے مرجع الخواص مشائخ کم ہی رہے ہیں۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد: ۸۴ر ہزار تک پہنچ گئی تھی۔

۲۲ر محرم الحرام ۹۱۰ھ مطابق ۱۵۰۰ء میں چانپانیر میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے نیک طینت تھے، ذہانت و یادداشت بلا کی پائی تھی، پانچ سال کی عمر میں ناظرہ اور سات سال

میں تجوید کے ساتھ قرآن مجید حفظ مکمل کرلیا۔ پھر علوم متداولہ کی تحصیل میں مشغول ہوئے اور اپنے چچا سید شمس الدین رحمہ اللہ سے عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، پھر اپنے ماموں سید ابوالقاسم رحمہ اللہ سے حدیث کا درس لیا، چودہ پندرہ سال کی عمر میں فن حدیث میں اس درجہ مہارت حاصل کرلی کہ اس زمانہ کے مشہور محدث علامہ محمد بن مالکی اور حضرت ابو البرکات، شاہ عبدالملک عباسی سے باقاعدہ تحصیل کرکے سند فراغت حاصل کی۔

اس کے بعد علوم عقلیہ کی طرف توجہ کی اور مولانا عماد الدین اور ابوالفضل محمد مظہر الدین کے سامنے زانوئے تلمذ طے کئے اور چوبیس سال کی عمر میں علوم ظاہری کی تکمیل کرلی، پھر تقریبا: ۶۷ر سال تک احمد آباد میں معقول ومنقول کے پڑھانے میں اپنے اوقات بسر کئے، آپ کی حیات ہی میں آپ کے شاگردوں نے احمد آباد سے لاہور تک علم دین کو پھیلایا۔

فراغت کے بعد سے ۸۴ر سال کی عمر تک درس وتدریس کا سلسلہ قائم رہا۔ آپ کی طبیعت پر طریقت وسلسلہ اور باطنی شغل کا اس قدر غلبہ ہوا کہ کبرسنی میں درس بھی موقوف فرمادیا، اور ہمہ تن طریقت ہی کے ہوکے رہ گئے، اسی اثناء میں ایک رات آپ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''مدرسہ میں درس دینا نہ چھوڑو'' اس ارشاد عالی پر دوبارہ درس دینا شروع کردیا اور تادم آخر یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ مذکورہ خواب کے بعد مدرسہ کا نام تبدیل کردیا، اور ''مدرسہ عالیہ علویہ'' سے ''مدرسہ محمدیہ'' رکھ دیا۔

آپ نے متعدد بزرگوں سے فیض پایا، پہلے اپنے والد رحمہ اللہ سے چشتیہ اور مغربیہ سلسلہ کی تعلیم لی، پھر شیخ قاضی خان چشتی رحمہ اللہ کی صحبت میں رہ کر علوم باطنی حاصل کرتے رہے۔

ان کی وفات کے بعد شیخ میاں بدر الدین ابو القاسم سہروردی رحمہ اللہ سے تعلق قائم کیا، جب جذبۂ شوق کا غلبہ ہوا تو سید کبیر الدین مجذوب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، نیز آپ نے شیخ نجم الدین صدیقی رحمہ اللہ سے بھی فیض پایا، آخر میں سید غوث گوالیاری شطاری رحمہ اللہ کے دامن تربیت سے وابستہ ہوئے اور خلافت حاصل کی۔ شیخ وجیہ الدین رحمہ اللہ، شیخ گوالیاری رحمہ اللہ کے خلیفہ ضرور تھے، مگر ایسے خلیفہ تھے کہ مرشد کو بھی ان پر فخر تھا۔

آپ بڑے صاحب صدق وصفا، قناعت کے پیکر تھے، جو حاصل ہوتا طلبہ پر صرف کر دیتے، اپنے دولت کدہ اور مسجد کے علاوہ کوئی مشغلہ نہ تھا۔ زندگی نہایت سادہ تھی، موٹا کپڑا پہنتے اور عام لوگوں کی طرح رہتے۔ امیروں کے گھر پر خود کبھی نہ جاتے، ایک دو مرتبہ حکام وقت کی طلب پر مجبوراً جانا پڑا۔

شیخ وجیہ الدین رحمہ اللہ کثیر التصانیف تھے، ان کی تصانیف میں سے چند کے اسماء یہ ہیں:

(۱)...... جنات عدن علی انوار التنزیل۔

(۲)...... حاشیہ تفسیر بیضاوی۔

(۳)...... حاشیہ علی تفسیر الرحمانی۔

(۴)...... حاشیہ کشف الاصول بزدوی۔

(۵)...... حاشیہ ہدایہ۔

(۶)...... حاشیہ شرح وقایہ۔

(۷)...... حاشیہ شرح مقاصد۔

(۸)......حاشیہ شرح نخبۃ الفکر۔

(۹)......حاشیہ عضدیہ۔

(۹)......حاشیہ مطول۔

(۱۰)......حاشیہ شرح چغمنی۔

(۱۱)......حاشیہ شرح ملا۔

(۱۲)......حاشیہ مختصر المعانی۔

(۱۳)......حاشیہ تلویح۔

(۱۴)......حاشیہ علی المواقف۔

(۱۵)......حاشیہ شفا قاضی عیاض۔

(۱۶)......حاشیہ شرح مختصر الاصول (لابن الحاجب)۔

(۱۷)......حاشیہ شرح عقائد۔

(۱۸)......حاشیہ شرح تجرید۔

(۱۹)......حاشیہ شرح جامی۔

(۲۰)......حاشیہ مختصر۔

(۲۱)......حاشیہ قطبی۔

(۲۲)......شرح ارشاد النحو۔

(۲۳)......وافیہ شرح کافیہ۔

(۲۴)......حاشیہ تبصیر الرحمان و تیسیر المنان فی بعض ما یشیر الی اعجاز القرآن،

۸۸؍سال کی عمر میں: ۲۹؍محرم ۹۹۸ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔

چند مفید ملفوظات

فرمایا:......ذکر پر دوام رکھو۔

فرمایا:......ذکر سے وسوسے دور ہوتے ہیں، اور دل کی صفائی حاصل ہوتی ہے۔

فرمایا:......دل کی صفائی کا نشان شوق اور ولولہ محبت ہے۔

فرمایا:......خدا سے غافل کرنے والی عادت سے بچو، اور غفلت لانے والی چیز کو ترک کرو۔

فرمایا:......خدا کی بھی مرضی ہے کہ سب اس کو پہچانیں۔

فرمایا:......علم اور شغل دونوں حاصل کرو، کیونکہ دونوں کا مقصد ایک ہے۔

فرمایا:......شغل کرنا ریاضت سے بہتر ہے اور خلوت اس سے زیادہ مفید ہے۔

فرمایا:......ایام شغل میں کشف اور کرامت کا انتظار نہ کرو۔

فرمایا:......راحت سے سستی ہوتی ہے، حلاوت نہیں ملتی۔

فرمایا:......دنیا کو ترک کردو خدا مل جائیں گے، اور دنیا سے دور رہو خدا تم سے قریب ہوجائیں گے۔

فرمایا:......جوانی کی ریاضت بہت مفید ہے، جوانی میں جتنا سلوک اور ریاضت ہو اتنا ہی زیادہ مفید ہے۔

فرمایا:......مرشد کی اجازت کے بغیر ریاضت ومجاہدہ کرنا محض مغز سکھانا یا بدن کو ضعیف کرنے کا سبب ہوتا ہے۔

فرمایا:......مجاہدے اور ریاضت سے فتوحات کا باب کھل جاتا ہے، مگر حجاب نہیں ہٹتا۔

فرمایا:......راحت اور تکلیف میں نفس کا رجحان معلوم کرو تا کہ آئندہ حال میں سنبھل سکو۔

فرمایا:......نفس خطرہ میں مبتلا کر دیتا ہے، ذکر کرو خطرے دور ہوجائیں گے۔

فرمایا:......روحانی اشتغال سے کشائش اور باطنی ترقی حاصل ہوتی ہے۔

فرمایا:......ضعیفوں کی مدد کرنا' غریبوں سے حسن سلوک کرنا' ہاتھ کی عبادت ہے۔

فرمایا:......خویش واقربا سے ملنا' علماء اور اولیاء اللہ سے ملنا' پاؤں کی عبادت ہے۔

فرمایا:......مناظر قدرت دیکھ کر خوف الٰہی کا پیدا ہونا اور گریاں ہونا' آنکھ کی عبادت ہے۔

فرمایا:......دنیا سے قطع تعلق اور عقبیٰ کی طرف رجوع کرنا دل کی عبادت ہے۔

فرمایا:......کلام الٰہی اور مقبول دعاؤں کا پڑھنا زبان کی عبادت ہے۔

فرمایا:......تلاوت قرآن مجید ہمیشہ کرتے رہو، اور جو چیز حضور حق میں غفلت کا سبب ہو اس سے پرہیز کرو۔

فرمایا:......کشائش اور ترقی زیادہ روزہ رکھنے سے نہیں ہوتی، بلکہ شغل سے زیادہ ترقی ہوتی ہے۔

فرمایا:......کشف کی طلب نہ کرو، اپنوں کو کیا کشف ہوئے یا نہ ہوئے، یہ کام خدا تعالیٰ کا ہے، ہمارا کام مشغول رہنا ہے، کشف ہو یا نہ ہو۔

فرمایا:......جس چیز میں ذوق پاوے اسے ترک نہ کرے۔

فرمایا:......اخلاص سے مراد نیت ہے۔

(۱۹)......شیخ احمد بن سلیمان رحمہ اللہ

ولادت: ۱۰۳۰ھ

وفات: ۲۱/ جمادی الثانی ۱۱۰۸ھ

شیخ احمد رحمہ اللہ کے والد مولانا سلیمان رحمہ اللہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کے شاگرد اور خلیفہ تھے۔ متبحر عالم' فاضل اور صاحب تصانیف تھے۔ ان کی تصانیف یہ ہیں:

(۱)......شرح قاموس المحیط۔لغت کی مشہور کتاب کی شرح کا' یہ نادر نسخہ ہے۔
(۲)......مجمع الفوائد و منبع الفرائد ۔فارسی میں ہے،جس کا موضوع عروض وقوافی ہے۔
(۳)......منبع الخیرات فی مناقب عبد القادر جیلانی رحمه الله۔

شیخ احمد بن سلیمان رحمہ اللہ گجرات کے مشہور اساتذہ میں سے تھے،آپ علوم دینیہ اور فلسفہ کے ماہر تھے۔فروع واصول کے بڑے جامع معقول ومنقول تھے۔آپ کی ولادت احمد آباد میں: ۱۰۳۰ھ سے قبل ہوئی۔ والد ماجد سے قرآن وقرأت وکتب درسیہ کی تکمیل کی۔اس کے بعد اکثر درسی کتابیں مولانا محمد شریف صاحب رحمہ اللہ سے پڑھیں۔شرح مواقف اور حکمت کی تعلیم شیخ ولی محمد اور شیخ محمد فرید سے حاصل کی۔علم حدیث کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی، ریاضی میں دلچسپی تھی،جس کا اندازہ آپ کی بیاض سے ہوتا ہے،جس میں آپ نے بہت سارے ریاضی سے متعلق رسالے نقل کئے تھے۔آپ ہی کے توسط سے فلسفہ کے درس کی توسیع گجرات میں ہوئی۔تعلیم سے فراغت پر تدریس میں مشغول ہوئے، آپ کا تعلق خانقاہ سے نہیں تھا، درس وتدریس کا مزاج تھا، پوری زندگی درس وتحقیقات اور تصانیف میں گذری۔اکثر وبیشتر آپ کی توجہ کا مرکز کلام الہیات اور معقولات تھے۔مولانا منورالدین احمد آبادی رحمہ اللہ جیسے کامل الفن آپ کے تلامذہ میں ہیں۔

۱۰۸۴ھ میں زیارت حرمین شریفین کی دولت نصیب ہوئی، اور فریضہ حج ادا کیا، حرمین شریفین کے سفر میں نادر کتابوں کی تلاش میں رہتے تھے۔''الکوکب الدراری للقسطلانی'' کا مخطوطہ خریدا،اس پر عربی میں لکھا تھا: میں نے یہ نسخہ محمد شامی–ساکن صفا مکہ مشرفہ–سے بروز جمعہ :۳؍شہر محرم الحرام :۱۰۸۴ھ میں قرش ریال میں خریدا۔اسی طرح

شرح صحیح مسلم للنووی'' خریدی اور اس پر مرقوم ہے: یہ نسخہ میں نے مکہ مشرفہ میں عدب اللہ عنانی ساکن صفا سے بروز سنیچر: ۴؍محرم الحرام ۱۰۸۴ھ کو شراء صحیح مبلغ: ۵۰؍قرش ریال سے حاصل کیا۔

آپ کی وفات: ۲۱؍جمادی الثانی ۱۱۰۸ھ بروز پیر عصر کے بعد ہوئی، احمد آباد میں مدفون ہیں۔

اکثر علوم وفنون میں آپ کی تصانیف ہیں۔ آپ کی چند تصنیفات یہ ہیں:

(۱)...... ''فیوض القدس'' یہ علم کلام میں ہے۔ یہ چودہ ابواب میں منقسم ہے، جو مزید مبحث، مقصد اور منہج میں تقسیم کئے گئے ہیں۔ آپ نے مشہور دانشور الدوانی کے بیانات کی تصدیق یا تنقید کی ہے، ساتھ ہی علم کلام سے متعلق کئی سابقہ کاتبوں کے حوالے دیئے ہیں، یہ کتاب اس وجہ سے بھی قابل توجہ ہے کہ وہ گجرات میں علم کلام کے موضوع پر لکھی گئی، چند طبع زاد تصانیف میں سے ایک ہے، اس کا ایک قلمی نسخہ تو کلکتہ میں ہے، جبکہ صاف خط میں لکھا گیا ایک اور بمبئ میں محفوظ ہے۔ مصنف لکھتے ہیں:

''فیقول الفقیر السائل من قبضة الشامل فی الفاتحة حسن الخاتمة احقر الخلیفة احمد بن سلیمان کان اللہ لهما فی کل حین و مکان : فهذه فیوضات قدسیة وفتوحات سنیة فی تحقیق نبذة المطالب الاسنی وعدة من مقاصد اعلی من اثبات واجب الوجود سبحانه و تعالی و صفاته العلیا وغیر ذلک مما له علاقة بتلک الفوائد الحسنی' رسمتها علی هذه الاوراق علی احسن تقریر و اوضح تحریر.....و سمیتها ب'' فیوض القدس '' و باسمها سنة التالیف''۔

گویا تاریخی نام ہے، اور اس کی سن تالیف: ۱۰۹۱ھ ہوئی۔

ایک اورعبارت حسب ذیل سرورق پردرج ہے۔

’’و قد اورد هذا التاريخ فی النظم بعض افاضل بلادنا اعز الله فی الدارين و على هذا النمط هذا الكتاب المحتوى لمطالب عقائد الاسلام مصباح الدجى اعنى فيوض القدس احسن اسمه‘‘۔

اس کتاب کی تالیف کے ساتھ ہی اس کی عام شہرت ہوگئی، اورشہر کے علماء وقت نے اس کی تقریظ وتاریخ میں قطعات کہے،اس میں کل:۱۴۰رمطالب ہیں۔

اس کتاب میں مصنف نے جگہ جگہ بطورتحدیث نعمت یہ جملہ لکھا ہے:’’مما افاض الله على عبده الضعيف‘‘۔

(۲)......’’حاشیہ علی شرح المقاصد‘‘۔ایجی کی’’المواقف‘‘پرتفتازانی کی شرح کا یہ حاشیہ ہے۔

(۳)......’’شرح الضابطة التہذیب‘‘۔یہ علامہ تفتازانی کی تالیف’’تہذیب المنطق‘‘ کی ایک فصل کی شرح ہے۔علامہ تفتازانی کی’’تہذیب المنطق‘ میں شامل ضابطہ پڑھتے وقت آپ سے ایک شاگرد ابوالسعادات سیدعبدالعلی پٹنی نے التماس کی کہ آپ ان کی شرح لکھیں،توانھوں نے قبول کرلیا۔مصنف لکھتے ہیں:

اگرکوئی منصف مزاج شخص اس شرح کے ان مطالب کوانصاف کی نظر سے دیکھے جوہم نے بیان کئے ہیں تواسے اس کی تصحیح میں جوہم نے کوشش کی ہے اس کی قدروقیمت کا اندازہ ہوگا،شایداسے ہمارے علاوہ کسی اورکلام میں یہ بات نہ ملے گی،ضابطہ کے اختلافات‘اس پراعتراضات وغیرہ جودیگرشرحوں میں پائے جاتے ہیں،ان کے ذکر سے ہم نے پرہیز کیا ہے،تاکہ مقالہ طویل نہ ہوجائے اوراس کا پڑھنا بیزاری کا سبب نہ بنے،حقیقت یہ ہے کہ

اس پر لکھی گئی اکثر شرحیں اشکال اور اختلاف سے بھری پڑی ہیں۔

(۴)......مختار الاختیار: یہ آپ کی اہم تصنیف ہے۔مصنف وجہ تالیف کے طور پر لکھتے ہیں:

ایک مدت سے مختلف فرقوں کے دلائل پر غور کر رہا تھا، یہاں تک کہ پروردگار عالم نے میرے دل میں وہ بات ڈال دی جو حق ہے، لہذا میں نے پچھلے زمانہ میں اس مسئلہ پر ایک رسالہ لکھا جس کا نام ''مختار الاختیار'' اس مسئلہ کی تفصیل' میں نے کچھ اس طرح بیان کی ہے کہ ارباب عقول کی تسکین وترضیۂ خاطر کا موجب ہے، اس میں ایک مقدمہ' خاتمہ اور نو فصول ہیں۔

(۵)......''حاشية على باب المحلى ''۔یہ ابن حزم المحلی کی تالیف ''المحلى'' کی قانون وراثت سے متعلق ایک فصل پر حاشیہ ہے۔

(۶)......حاشیہ تشریح الافلاک۔یہ علم الافلاک پر بہاء الدین آملی کی مشہور تالیف ''تشریح الافلاک'' پر حاشیہ ہے۔

(۷)......حاشیہ علی شرح العضدی''۔آپ نے علم الکلام پر ابن الحاجب کی تالیف ''مختصر الاصول'' کی ''شرح العضدی'' پر تفتازانی اور سید شریف جرجانی کی شرحیں پڑھتے وقت یہ حاشیہ لکھا تھا۔

(۸)......جام جہاں نما۔

(۹)......مبحث ما انا قلت۔

(۱۰)......حاشیہ دوانی۔

(۱۱)......حاشیہ علی تعلیقات مواقف۔مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی متوفی :۱۰۶۷ھ نے اپنے فرزند عبداللہ کے لئے ''شرح مواقف'' پر تعلیقات لکھی ہیں، اس پر مصنف نے حاشیہ لکھا،

یاد رہے کہ مصنف، مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کے معاصر تھے۔

(۱۲)......حاشیہ عبدالحکیم علی المقدمات الاربعۃ۔

(۱۳)......شیخ سندھی رحمہ اللہ کی ''کتاب المناسک'' کے آخر میں کعبہ کی تعمیر اور مختلف ادوار کی توسیع کی تاریخ لکھی۔

(۱۴)......حاشیہ شرح حکمت العین۔

(۱۵)......کشف الغین عن حکمۃ العین۔

(۱۶)......شرح ھدایۃ الحکمۃ۔

(۱۷)......خلاصۃ سیرۃ سید البشر۔

(۱۸)......حاشیہ کشاف۔

(۱۹)......دو تفسیریں لکھی ہیں، ان کے قلمی نسخے احمد آباد میں محفوظ ہیں۔

قرآن کریم کی آیت: ﴿ یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّکَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُھَا ﴾۔

(سورۂ انعام، آیت نمبر: ۱۵۸)

کی آپ نے ایک جزوی تفسیر بھی ہے، آپ کا مقصد معتزلہ فرقہ کے اس نظریہ کی تکذیب کرنا ہے، جو انہوں نے اس آیت سے استخراج کیا ہے۔

اس آیت کریمہ کی جو تفسیر زمخشری نے کی ہے وہ معتزلہ کے نقطۂ نظر سے ہے۔ احمد آباد کے کئی سارے علماء اشعری تھے، ان سب نے اس کی تردید کی، گویا اس زمانہ میں گجرات کے علماء میں یہ بحث چھڑ گئی کہ قیامت کی علامات کے ظہور کے وقت کسی ایسے شخص کو جو پہلے سے مؤمن نہ تھا اور کسی خیر سے بھی بے بہرہ رہا ہو، ایمان لانے سے اس کے ایمان کا نفع اس کو پہنچے گا یا نہیں؟ زمخشری کا خیال ہے کہ ایسے موقع پر ایمان بے سود ہے، اس مباحثہ میں

مولانا کی تحریر مع عربی عبارت اور مطلب خیز ترجمہ کے ساتھ ناظرین کے لئے امید کہ نافع ہو۔

بسم الله الرحمن الرحيم

’’ قال الله تعالى : ﴿ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ ايٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لم تكن امنت من قبل او كسبت فى ايمانها خيرا﴾ استدل زمخشرى بهذه الآية على مذهبه وهو مجرد الايمان بدون كسب الخير لا ينفع فى النجاة من الخلود فى النار ، وتقريره : ان " او " لايقاع احد الامرين وهو سياق النفع يفيد عموم النفع كما فى قوله تعالى : ﴿ لا تطع منهم اثما او كفورا ﴾ فيفيد انّ عدم النفع يكون للنفس التى لا يكون لها ايمان ولا كسب الخير فيه اى من اتصف بالسلب الكلى ويتحقق النفع لمن آمن و كسب الخير او امن ولم يكسب الخير الا ان الحمل عى هذا المعنى يوجب التكرار ، لانه اذا انتفى الايمان انتفى كسب الخير فى الايمان بالضرورة فيكون ذكره لغوا يجب تنزيه كلامه تعالى عنه فوجب ان يحمل على نفى العموم ، والمعنى ان عدم النفع يكون للنفس التى انتفى منها مجموع الايمان و كسب الخير فيه ، أى من اتصف برفع الايجاب الكلى وهى اما نفس كافرة لم تكن امنت من قبل او نفس مؤمنة لم تكسب الخير فى ايمانها ، فافاد ان مجرّد الايمان بدون كسب الخير غير نافع وهو المطلوب ، والحاصل ان ههنا ثلاثة نفوس : احدها التى امنت من قبل و كسب الخير فيه ، وهذه النفس ينفعها ايمانها بالاتفاق ، و ثانيها : لم تؤمن من قبل وامنت فى ذلك اليوم وايمانها غير نافع بالاتفاق ، و ثالثها التى آمنت من قبل ولم تكسب فيه خيرا ، وهذا هو المختلف فيه ، فعند اهل السنة

ایمانها نافع وعند المعتزلة ایمانها غیر نافع ، واذا وجب حمل الایة رفع الایجاب الکلی لما عرفت من لزوم التکرار علی تقدیر السلب الکلی ثبت عدم نفع الایمان للاخیرین ، فلا تنفع الایمان المجرّد بدون العمل ، هذا محصل مارامه الزمخشری من الاستدلال علی مذهبه ،

واقول : قد کثر الکلام من الافاضل الاعلام فی دفع هذا الاستدلال ، ولم اظفر جوابا خالیا عن المناقشة ، والاشکال واحسب ما افاد المظهرون لدقائق الآیات فی جوابه : هو ان نفع الایمان علی وجهین : احدهما من حیث الذات ، وهو کونه سببا للنجاة عن الخلود فی النار ، وثانیها من حیث العمل ، وهو کونه سببا لقبول العمل الموجب لرفع الدرجات فی الجنة ، فالایمان الحادث فی ذلک الیوم لا ینفع فی النجاة ، والایمان السابق الغیر المقارن للعمل لا ینفع فی قبول العمل فی ذلک الیوم ، ولا یلزم من عدم نفع الایمان فی قبول العمل ان لا یکون نفسه منجیا عن الخلود فی النار، فلا یثبت مذهب المعتزلة ، ومحصل الآیة ان لا ینفع الایمان مطلقا من حیث الذات ولا من حیث العمل علی ما استفاد من نفی النفع المطلق نفسا لم تکن امنت من قبل ولم تکسب فی ایمانها خیرا وارتباط کل من الشقین بما یناسبه مفوض الی فهم السامع ، وهذا واضح لا غبار علیه ،

فان قلتَ :عدم قبول الکسب الحادث فی ذلک الیوم بواسطة انتفاء شرط قبول الکسب ، وهو کونه بالغیب لا بسبب عدم نفع الایمان فیه فانه لو فرض الایمان السابق الغیر المقارن للعمل فی قبول الکسب الحادث فی ذلک الیوم لکان مع ذلک عدم قبوله بحاله لانتفاء شرط قبوله ،

قلت : الملازمة المذكورة فى قوله فرض نفع الايمان السابق الغير المقارن الى آخره فى محل المنع اذا مشهوران كونه بالغيب شرط فى الايمان دون الاعمال ، ويؤيده تفرض الغيب فى الاول دون الثانى فى قوله تعالى : ﴿ يؤمنون بالغيب ﴾ واما عدم نفع الايمان فى قبول الكسب الحادث فيحتمل ان يكون تعبديا حيث جعل الشارع طاعة المؤمن الذى لم يكسب فى ايمانه خيرا قبل ذلك اليوم مثل طاعة الكافر مع صحة ايمانه الذى اتى به قبل ذلك اليوم ، والله سبحانه اعلم بحقيقة الحال ''۔

ترجمہ:......جس دن آپ کے پروردگار کی بعض نشانیاں آئیں گی تو کسی شخص کو اس کا ایمان نفع نہیں دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہیں لایا، یا اس نے اپنے ایمان میں کسی خیر کا کسب نہیں کیا۔

زمخشری نے اس آیت سے اپنے مذہب پر استدلال کیا کہ محض ایمان کسب خیر کے بغیر خلود فی النار سے نجات دینے میں نفع نہیں دے گا، اس کی تقریر یہ ہے کہ ''او'' دو امروں میں سے ایک کے ایقاع کے لئے ہے، اور وہ یہ کہ نفع کا سیاق عموم کا فائدہ دیتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کے قول ﴿ لا تطع منهم اثما او كفورا ﴾ میں یہ اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ اس نفع کا نہ ہونا اس نفس کے لئے ہوگا جس کا ایمان نہ ہو اور نہ اس میں کسب خیر ہو، یعنی جو سلب کلی سے متصف ہو، اور نفع اس نفس کے لئے متحقق ہوگا جو ایمان لائے اور کسب خیر کرے، یا ایمان لائے اور کسب خیر نہ کرے، لیکن اس معنی پر حمل کرنا تکرار کا سبب بنتا ہے، اس لئے کہ جب ایمان نہ رہا تو اس کا ذکر لغو ہوگا جس سے اللہ تعالی کے کلام کو منزہ کرنا واجب ہے، لہذا ضروری ہے کہ نفی عموم پر حمل کیا جائے، اور معنی یہ ہے کہ نفع کا نہ ہونا اس نفس کے لئے ہوگا

جس میں ایمان اور کسب خیر کا مجموعہ نہ ہو، یعنی جو رفع ایجاب کلی سے متصف ہو، اور وہ یا تو نفس کافرہ ہو جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو، یا نفس مؤمنہ ہو جس نے اپنے ایمان میں کسب خیر نہ کیا ہو، نتیجہ یہ نکلا کہ محض ایمان کسب خیر کے بغیر نافع نہیں ہوگا، اور وہی مطلوب ہے۔

حاصل یہ ہے کہ یہاں تین نفوس ہیں:

ایک وہ جو:...... پہلے ایمان لایا ہو اور اس میں کسب خیر کیا ہو، اس نفس کو اس کا ایمان بالاتفاق نفع دے گا۔

دوسرا:...... جو پہلے ایمان نہ لایا ہو اور اس دن ایمان لائے، اس کا ایمان بھی نافع نہیں ہوگا بالاتفاق۔

تیسرا:...... وہ نفس جو اس سے پہلے ایمان لایا ہو اور اس میں خیر کا کسب نہ کیا ہو، یہی مختلف فیہ ہے، اہل سنت کے نزدیک اس کا ایمان نافع ہوگا، اور معتزلہ کے نزدیک اس کا ایمان غیر نافع ہوگا، سلب کلی کی تقدیر پر لزوم تکرار کی وجہ سے جب آیت کو رفع ایجاب کلی پر محمول کرنا واجب ہوگیا، لہذا ایمان مجرد بدون عمل نافع نہ ہوگا، یہ زمخشری کے اپنے مذہب پر استدلال کا ماحصل ہے۔

مصنف فرماتے ہیں کہ: اکثر فضلاء نے زمخشری کے استدلال کو رد کرنے کی کوشش کی، مگر ان کا جواب تسلی بخش نہیں، اشکال باقی رہ جاتا ہے، اس کا بہترین جواب یہ دیا گیا ہے کہ:

ایمان کے نفع کی دو صورتیں ہیں: ایک من حیث الذات، یعنی ایمان کا اپنی ذات کے اعتبار سے خلود فی النار سے نجات کا سبب ہونا۔

دوسرا:عمل کے اعتبار سے، وہ ایمان کا عمل کی قبولیت کے لئے سبب ہونا، جو جنت میں رفع درجات کا موجب ہو،تو علامات قیامت کے ظہور کے وقت کسی کو اس کا نیا اور تازہ ایمان جہنم سے نجات نہ دلا سکے گا،اور پہلے والا (ظہور علامات سے پہلے والا) ایمان جس کے ساتھ عمل نہ ہو، وہ ایمان اس دن میں قبول عمل کے بارے میں نفع نہ دے گا،لیکن عمل کے قبول کے بارے میں پرانے ایمان کے نافع نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ پرانا ایمان بذات خود خلود فی النار سے بھی نجات دینے والا نہ بنے (بلکہ وہ ابدی جہنم کے عذاب سے نجات کا سبب بن سکتا ہے)لہذا معتزلہ کا مذہب غلط ثابت ہوتا ہے۔

آیت کا حاصل یہ ہے کہ: ایمان کے نفع کی نفی مطلق' کیا بحیثیت ذات کیا بحیثیت عمل، صرف اسی کے حق میں ہے جو نہ تو اس روز سے پہلے مؤمن تھا نہ اپنے ایمان میں کسب خیر کیا،اگر آپ یہ کہیں کہ اس روز کیا گیا کسب خیر ایمان کے نفع بخش نہ ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ کسب خیر کی مقبولیت کی شرط کے فقدان کی وجہ سے ہے،یعنی شرط غائب تھی، اب آثار قیامت ظاہر ہو گئے ، اگر بغیر عمل کے سابق ایمان کا نفع بخش ہونا فرض کیا جائے تب بھی بات نہیں بنتی ، کیونکہ اس کی قبولیت کی شرط غائب ہے۔

جواب: موجود نہیں ، بلکہ ظہور پذیر ہو چکا ہے،تو میں کہوں گا کہ ایمان بالغیب کافی ہے: ''یومنون بالغیب'' کہا گیا ہے،عمل کی بات نہیں کی گئی ، نئے اعمال کی قبولیت نے ایمان کے ناکام رہنے میں اس بات کا احتمال ہے کہ وہ تعبدی ہوجاتا ہے،شارح یا مفسر نے ایک کافر کی طاعت اور ایک ایسے مؤمن کی طاعت کو جس نے اس روز سے قبل کسب خیر نہیں کیا مترادف گردانا ہے،اور اس کے ایمان کی صحت کو نظر انداز کر دیا ہے،جس کا وہ اس دن کے ظہور سے پہلے پہلے ہی سے حامل تھا، واللہ اعلم۔

(۲۰)......اسماعیل شیرازی رحمہ اللہ

وفات:۱۰۵۰ھ

اسماعیل شیرازی رحمہ اللہ' شیخ سید احمد رحمہ اللہ کے صاحبزادے تھے، شیخ عبداللطیف رحمہ اللہ کے شاگرد تھے، اسماعیل شیرازی رحمہ اللہ نے سید عبداللطیف رحمہ اللہ نہروالی سے تعلیم حاصل کی۔

آپ کی کئی تصانیف ہیں ''البستان'' ممتاز تالیف ہے، یہ سورۂ یوسف کی تفسیر ہے، اس کی تمہید میں مصنف فرماتے ہیں کہ: محبت ایک بڑی نعمت ہے جو اللہ تعالی اپنے چند منتخب بندوں کو عطا فرماتے ہیں۔ اس رسالہ کا آغاز رمضان:۱۰۳۳ھ کو ہوا' اور ذی القعدہ میں اختتام کو پہنچا۔

آپ کو علم تجوید میں بھی مہارت تھی، اور اس فن سے خوب شغف تھا، آپ کا فن قرأت میں بھی ایک رسالہ تھا، اس میں مخارج کے مختلف طریقے بیان کئے گئے ہیں، یہ رسالہ اپنے استاد شیخ عبداللطیف رحمہ اللہ کی دو کتابوں پر مبنی ہے:(۱):الجامع العلمی ،(۲):النورالازہر، یہ رسالہ:۲؍شوال ۱۰۴۵ھ بروز منگل کو ہوا۔ اس رسالے میں مصنف تحریر فرماتے ہیں کہ: اس کی تکمیل کے بعد اس موضوع پر ایک مکمل کتاب لکھوں گا۔

(۲۱)......میر سید جلال رحمہ اللہ

وفات: یکم جمادی الاولی:۱۰۵۷ھ مطابق:۴؍جون ۱۶۴۷ء

میر سید جلال بن میر سید محمد کا لقب ''مقصود عالم'' تھا، آپ سیرت وصورت میں بہت پاکیزہ تھے، حسب ونسب' صورت وشان' وجاہت وشرافت' ظاہری اور باطنی کمالات سے متصف تھے، سیادت وشرافت کے آثار پیشانی سے ٹپکتے تھے، ذی استعداد' صاحب علم'

مؤمن ومتقی تھے، معرفت الٰہی سے بہرہ ور تھے، ریاضت وعبادت کی کثرت اور علم وعمل کے امتزاج سے سلوک ومعرفت کی منزلیں بھی طے کیں۔ حرکات وسکنات کی سنجیدگی قوت گویائی، موزوں طبعی، دقیقہ سنجی کی صفات کے حامل تھے۔ علوم وفنون میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ شعر وشاعری سے بھی مناسبت تھی، آپ کا سلسلہ نسب حضرت علی بن موسی رضاء رحمہ اللہ تک پہنچتا ہے، اس لئے ''رضائی'' تخلص رکھا تھا۔ آپ کے والد میر سید محمد نے ۱۰۴۵ھ میں وفات پائی۔

شاہ جہاں کی تخت نشینی پر والد کے حکم سے سلطنت کی مبارک باد دینے دار الخلافہ آگرہ آئے، بادشاہ نے آپ کا بہت اکرام کیا، اس خاندان کے چند لوگ سلاطین گجرات کے بڑے امراء میں سے تھے، اس لئے شاہ جہاں نے اصرار سے لباس درویشی اتروایا اور: ۹؍ شعبان ۱۰۵۲ھ مطابق: ۲؍نومبر ۱۶۴۲ء کو ہندوستان کی صدارت کا عہدہ عنایت کیا۔ محتاجوں مسکینوں، عابدوں اور غریبوں کو آپ ہی کی دستخط سے وظائف وجاگیر دی جاتی۔

شاہ جہاں کے دربار میں بڑا رسوخ حاصل تھا، بادشاہ اپنی مجلس خاص میں بلاتے، اور فرماتے کہ: آپ کا وجود نہایت غنیمت ہے۔

آپ نے اخلاق فاضلہ سے آراستہ اور عالی خاندان سے وابستہ ہونے کی بنا پر بادشاہ کو کہا کہ: سابق صدر کے تساہل کی وجہ سے اکثر غیر مستحقین کے وظائف مقرر ہو گئے ہیں، اور اکثر لوگ جعلی سندوں کی بنا پر اراضی پر قابض ہو چکے ہیں، اس درخواست پر شاہی حکم پہنچا کہ تحقیق وتنقیح کے بعد غیر مستحقین کی اراضی ضبط کر لی جائیں۔

آپ نے قرآن کریم کا ترجمہ بڑے عمدہ الفاظ اور فصاحت سے کیا ہے۔

آپ کی وفات لاہور میں یکم جمادی الاولی ۱۰۵۷ھ مطابق: ۴؍جون ۱۶۴۷ء کو ہوئی،

نعش احمد آباد لائی گئی اور والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔ (مشائخ احمد آباد ص ۲۵۵ ج ۲)

حضرت مولانا حکیم سید عبدالحئی صاحب حسنی رحمہ اللہ نے ''یاد ایام'' کے آخر میں اہل گجرات کے لئے جو تحریر لکھی ہے اس میں آپ کو مثال کے طور پر پیش کیا ہے، موصوف لکھتے ہیں:

اے اہل گجرات! خدارا انصاف کیجئے، کیا اب بھی آپ کے ملک (صوبہ) سے ایسے جوہر قابل نکلتے ہیں؟ جو علامہ وجیہ الدین اور شیخ محمد طاہر محدث نہ سہی، جلال رضوی اور قاضی عبدالوہاب کی یادگار سمجھے جانے کے مستحق ہوں۔

(۲۲)......محترمہ جانان بیگم

وفات: ۱۰۷۰ھ

امیر عبدالرحیم بن خانخاناں کی صاحبزادی محترمہ جانان بیگم نے اپنے والد کی امارت کے دور میں پرورش پائی، اور علم وکمال کے اس درجہ کو پہنچی کہ عورتوں کا کیا ذکر بہت سے مرد بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکے۔

اسی لئے اکبر نے اپنے بیٹے دانیال کا ان سے نکاح کرایا، اور دانیال کو گجرات کی طرف روانہ کیا، اور گجرات ہی میں اس کا انتقال ہوا۔

محترمہ جانان بیگم طویل عرصہ گجرات ہی میں رہیں۔ شوہر کی وفات کے بعد نکاح ثانی کی طرف رغبت نہیں کی، حالانکہ سلطان جہانگیر نے خود ان سے نکاح کا ارادہ کیا، مگر محترمہ جانان بیگم نے انکار کردیا۔

حج وزیارت کی دولت سے بھی مشرف ہوئیں۔ قرآن کریم کی تفسیر لکھی۔ فارسی اشعار میں بھی ید طولی رکھتی تھیں۔ ۱۰۷۰ھ میں وفات پائی۔

(۲۴۳)......مفسر کبیر شیخ یحی بن محمود رحمہ اللہ

ولادت: ۲۰؍رمضان المبارک ۱۰۱۰ھ، مطابق ۱۳؍مارچ ۱۶۰۲ء

وفات: ۲۷؍صفر المظفر ۱۱۰۱ھ، مطابق ۱۶۸۹ء

مفسر کبیر شیخ یحی بن محمود رحمہ اللہ کبار مشائخ میں تھے۔ ۲۰؍رمضان المبارک ۱۰۱۰ھ مطابق ۱۳؍مارچ ۱۶۰۲ء میں احمد آباد میں بروز جمعرات ولادت ہوئی۔ اپنے جد بزرگوار حضرت شیخ محمد رحمہ اللہ کی خدمت میں ۲۰؍سال رہ کر علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل فرمائی۔ حفظ قرآن کی نعمت سے بھی مالا مال ہوئے۔ شروع میں کچھ مدت معاشی ضروریات کی بناء پر سیف خان اور مرزا عیسی خان کے یہاں ملازمت بھی کی۔

فوج کے ساتھ ایک علاقہ کو فتح کر کے ایک جگہ قیام کیا، فوجی دیہات کا غلہ اور گھاس وغیرہ لا کر خود بھی کھاتے اور جانوروں کو بھی کھلاتے، مگر آپ نے اس میں پوری احتیاط برتی اور مال حرام سے پرہیز کیا، بالآخر اللہ تعالی کی نصرت شامل حال ہوئی اور اللہ تعالی نے حلال غذا کا انتظام فرمایا۔ جد امجد کے وصال کے بعد ان کے جانشین ہوئے، اور آمد و رفت ترک کر کے ایک ہی جگہ قیام کر کے خدمت دین میں مصروف ہو گئے۔ اورنگ زیب اس صوبہ کے حاکم تھے، اورنگ زیب نے اپنے دربار میں حاضری کی درخواست کی، تو آپ نے فرمایا: ان کا مقصد دعا ہے، حقیر اس جگہ بیٹھ کر دعا کر رہا ہے، ہاں اولی الامر کی اطاعت کے وجوب کی وجہ سے حاضری دے سکتا ہوں، مگر جس طرح یہاں فراغ حالی سے دعا کر رہا ہوں وہاں ممکن نہ ہوگا۔ اورنگ زیب نے جواب سن کر خود خدمت میں حاضری مناسب سمجھی، اور درخواست کی کہ: دین محمدی کی سربلندی اور برتری قائم ہونے کی دعا فرمائیں، شیخ نے دعا کی اور فرمایا: ایسا ہی ہوگا، چنانچہ اورنگ زیب رحمہ اللہ بادشاہ ہوئے اور ان سے

حمایت دین، شرع مبین کی حفاظت کا کام لیا گیا، اس کے بعد اورنگ زیب برابر آپ کی خدمت میں ہدایا بھیجتے رہے، اور اپنے ہاتھ سے خط لکھ کر ارسال کرتے۔

آپ نے ’’تفسیر حسینی‘‘ کے نام سے بیالیس رسالوں میں ایک تفسیر لکھی۔

آپ دو مرتبہ حرمین شریفین کی زیارت کی سعادت سے بھی مشرف ہوئے، پہلی مرتبہ والدہ کی وجہ سے جلدی واپس تشریف لائے اور ان کی خدمت میں مصروف رہے، دوسری مرتبہ والدہ کی وفات کے بعد طویل قیام کے ارادہ سے سورت کی بندرگاہ سے تشریف لے گئے۔ اور حرمین شریفین میں قیام فرمایا، ایک سال مکہ مکرمہ میں اور ایک سال مدینہ منورہ میں قیام فرماتے، اس طرح چودہ سال حرمین شریفین میں گذارے، اور، ۲۷؍صفر المظفر ۱۱۰۱ھ (مطابق ۱۶۸۹ء) مدینہ منورہ میں اتوار کے دن سجدہ کی حالت میں انتقال فرمایا، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قبر مبارک کے متصل آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ ۹۱؍سال کی عمر پائی۔

(۲۴)......سید ابوالمجد محمد بن جعفر حسینی رضوی

ولادت: ۲؍ربیع الاول ۱۰۴۷ھ

وفات: ۱۰؍جمادی الاخری ۱۱۱۱ھ

فقیہ سید محمد بن جعفر بن جلال بن محمد حسینی بخاری رضوی، آپ کی کنیت ابوالمجد ہے، محبوب عالم کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ کی ولادت گجرات میں: ۲؍ربیع الاول ۱۰۴۷ھ میں ہوئی۔

والد محترم اور دیگر علماء احمد آباد سے علم حاصل کیا۔ پھر درس وتدریس کو مشغلہ بنایا، اور ساری عمر تصنیف وتدریس میں صرف کی۔ علم ومشیخت ان کے خاندان میں نسلاً بعد نسلٍ چلی

آ رہی تھی، آپ نے اس کو زیادہ فروغ دیا۔آپ کے تلامذہ میں شیخ نورالدین بن محمد صالح مشہور ہیں۔

(۱)......آپ نے قرآن کریم کی فارسی زبان میں ''تفسیر شاہیہ'' لکھی۔ اس تفسیر کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اہل بیت کی روایت سے تفسیر کی ہے۔

(۲)......اسی طرح عربی میں جلالین کے طرز پر ایک تفسیر لکھی۔

(۳)......حدیث میں مشکوۃ کی شرح ''زینة النکات فی شرح المشکوۃ'' آپ کی تصنیف ہے، ان کے علاوہ اور تصانیف بھی ہیں۔۱۰/ جمادی الاخری ۱۱۱۱ھ کو وفات پائی، احمد آباد میں مدفون ہیں۔

(۲۵)......سید محبوب عالم رحمہ اللہ

ولادت:۲/ ربیع الاول ۱۰۴۷ھ مطابق ۱۶۳۷ء

وفات:۱۹/ جمادی الثانیہ ۱۱۱۱ھ مطابق ۱۶۹۹ء

سید محبوب عالم رحمہ اللہ کی ولادت:۲/ ربیع الاول ۱۰۴۷ھ مطابق ۱۶۳۷ء کو احمد آباد میں ہوئی۔ والد کی نگرانی میں تعلیم و تربیت حاصل کی۔تقوی وطہارت میں مشہور تھے۔آپ کی وفات:۱۹/ جمادی الثانیہ ۱۱۱۱ھ مطابق ۱۶۹۹ء میں ہوئی۔

(۱)......آپ نے قرآن کریم کی عربی میں ''جلالین'' کے طرز پر تفسیر لکھی۔اس کے بارے میں کہا گیا کہ: اس میں قرآن کریم کے تعداد کے موافق الفاظ تھے۔

(۲)......ایک تفسیر فارسی میں ''تفسیر شاہی'' کے نام سے بھی لکھی ہے۔

(۳)......آپ کی حدیث شریف میں ایک کتاب ''مشکوۃ المصابیح'' کی ''شرح زینة النکات فی شرح المشکوۃ'' کے نام سے ہے۔

(۴)......تهنيت الاسلام بخير الكلام والا تمام۔

(۵)......''حكايات الاربعين الشاهية'' بھی آپ کی تصانیف ہیں۔

(۲۶)......شیخ جمال الدین چشتی رحمہ اللہ

ولادت: ۱۰۷۷ھ مطابق ۱۶۶۶ء

وفات: ۶/ربیع الثانی ۱۱۲۴ھ مطابق ۱۷۱۲ء

شیخ جمال الدین ابن شیخ کمال الدین چشتی رحمہ اللہ کی ولادت: ۱۰۷۷ھ مطابق ۱۶۶۶ء میں احمد آباد میں ہوئی، ذہانت کے آثار ابتداء ہی سے نمایاں تھے۔ ۱۸/سال کی عمر میں تعلیم سے فراغت پائی۔ زیادہ وقت پڑھنے پڑھانے میں صرف فرماتے۔ آپ ممتاز محدث اور مختلف کتب کے شارح تھے۔ آپ بڑے حسین وجمیل تھے، بڑے فیاض تھے۔ آپ کی وفات: ۶/ربیع الثانی ۱۱۲۴ھ مطابق ۱۷۱۲ء کو احمد آباد میں ہوئی۔

آپ کی تصنیفات کی تعداد: ۱۵۰/سے زائد ہے۔ چند کے اسماء درج ذیل ہیں:

(۱)......حاشيه على تفسير المدارك۔

(۲)...... حاشيه على التفسير المحمدى۔

(۳)......حاشيه على تفسير الحسينى۔

(۴)......حاشيه على تفسير المختصر۔

(۵)......حاشيه على التفسير النصيرى۔

(۶)......شرح جامع الصحيح (البخارى)۔

(۷)...... شرح جامع الصحيح (المسلم)۔

(۸)......شرح الجامع (على سنن ابن ماجه)۔

(۹)......شرح ابوداؤد۔

(۱۰)......شرح النسائی۔

(۱۱)......حواشی علی التلویح ، لتفتازانی۔

(۱۲)......حاشیہ علی شرح ملا جامی۔

(۱۳)......حواشی علی المنہل ۔

(۱۴)......حاشیہ علی المطول۔

(۱۵)......حاشیہ علی مختصر المعانی۔

(۱۶)......حاشیہ علی القطبی ۔

(۱۷)......حواشی علی حاشیۃ الخیالی۔

(۱۸)......شرح الفصوص الحکم۔

(۱۹)......شرح عوارف المعارف۔

(۲۰)......شرح آداب المریدین۔

(۲۱)......شرح اسرار الخلوۃ۔

(۲۲)......شرح بحر الاسرار۔

(۲۳)......شرح التعرف۔

(۲۴)......مراتب العارفین۔

(۲۵)......درالتاج۔

(۲۶)......شرقات السلوک۔

(۲۷)......قرۃ العین۔

(۲۸)......نور الاولیاء۔

(۲۹)......رکن الطریقہ۔

(۳۰)......شہد الجمال۔

(۳۱)......آثار الصلوۃ۔

(۳۲)......مراصد الکمال۔

(۳۳)......شرح التقسیم۔

(۳۴)......کمند وحدیث۔

(۳۵)......الجمال (شرح مثنوی)۔

(۳۶)......شرح سوانح جامی۔

(۳۷)......شرح جام جہاں نما۔

(۳۸)......شرح اسمار الاسمار، (سید محمد گیسو دراز کی ''اسمار'' کی فارسی شرح)۔

(۳۹)......حاشیہ علی تفسیر بیضاوی۔

(۲۷)......شیخ نور الدین بن محمد صالح احمد آبادی رحمہ اللہ

ولادت: ۹/ جمادی الاولی ۱۰۶۳ھ مطابق ۱۶۴۳ء

وفات: ۹/ شعبان المعظم ۱۱۵۵ھ مطابق ۱۸/ اکتوبر ۱۷۴۲ء

شیخ نور الدین بن محمد صالح احمد آبادی کا شمار ان علماء میں ہے جنہوں نے اپنی زندگی علم کی خدمت کے لئے فنا کر دی تھی اور دنیا کے عیش و آرام سے کوئی تمتع حاصل نہ کیا حتی کہ شاہی وظیفہ بھی کبھی قبول نہیں فرمایا۔ آپ یگانۂ روزگار عالم، متقی، صوفی، فلسفہ و منطق اور ریاضی کے بڑے ماہر تھے۔

آپ کی ولادت: ۹/ جمادی الاولی ۱۰۶۳ھ مطابق ۱۶۴۳ء میں ہوئی۔ آپ کی والدہ ماجدہ بھی عالمہ، زاہدہ تھیں، اپنے لڑکے کو فارسی خود پڑھائی۔ ''گلستاں'' بچپن ہی میں معنی سمیت اپنے والد ماجد سے صرف سات روز میں پڑھی۔ دس سال کی عمر میں حفظ قرآن مجید کی تکمیل کی۔

علوم ظاہری کی اکثر کتابیں شیخ احمد بن سلیمان اور شیخ فرید الدین رحمہما اللہ سے پڑھیں۔ علوم حدیث شیخ محمد بن جعفر حسینی بخاری رحمہ اللہ سے حاصل کئے، نیز سلوک بھی ان کی خدمت میں رہ کر طے کیا اور بڑا مقام حاصل کیا۔ علامہ وجیہ الدین رحمہ اللہ کے بعد گجرات میں باعتبار درس وتدریس اور کثرت تصانیف کے ان سے بڑھ کر کوئی نہیں تھا۔ علامہ کی تمام کتب درسیہ کی شروح وحواشی لکھے۔ آپ نے ایک سو ستر کتابیں تصنیف کیں۔

شیخ بڑے عابد وزاہد تھے، شب میں دو مرتبہ اٹھ کر نماز پڑھتے اور سونے سے پہلے ایک ہزار مرتبہ ''لا اله الا الله'' اور ایک ہزار مرتبہ درود شریف کا معمول تھا، اس کے علاوہ روزانہ قرآن کریم ختم کرنے کا بھی معمول تھا۔

۱۱۴۳ھ میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ پندرہ سال کی عمر سے اخیر تک آپ کا اربعینہ چلہ اور اعتکاف کبھی فوت نہیں ہوا۔

آپ کی تصنیفات میں:

(۱)......التفیسر النورانی للسبع المثانی۔

(۲)......حاشیه تفسیر بیضاوی۔

(۳)......نور القاری شرح صحیح البخاری۔

(۴)......الحاشية القويمة على الحاشية القديمة۔

(۵)......حاشیه شرح مواقف۔

(۶)......حاشیه شرح مقاصد۔

(۷)......حاشیه شرح مطالع۔

(۸)......حاشیه تلویح۔

(۹)......حاشیه عضدیه۔

(۱۰)......حاشیه شرح وقایه۔

(۱۲)......حاشیه مطول۔

(۱۳)......شرح مطول۔

(۱۴)......شرح ملا۔

(۱۵)......حاشیه قطبی۔

(۱۶)......حاشیه شرح کافیه۔

(۱۷)......حاشیه بر منهل۔

(۱۸)......شرح تهذیب المنطق۔

(۱۹)......شرح فصوص الحکمؒ" وغیرہ ہیں۔

سورۂ فاتحہ کی تفسیر نظم میں ہے، جس میں بارہ ہزار بیت ہیں۔ اسی طرح پارہ الم کی تفسیر چھ ہزار بیت میں آپ نے فرمائی۔ یہ تصانیف آپ کے علم وفضل فصاحت وبلاغت کی شاہد ہیں۔

آپ کی وفات: ۹۱ رسال کی عمر میں سہ شنبہ کی دوپہر ۹ رشعبان المعظم ۱۱۵۵ھ مطابق ۱۸ را کتوبر ۱۷۴۲ء کو ہوئی اور اپنے مدرسہ کے قریب احمد آباد میں مدفون ہیں۔ تاریخ وفات

اس قدر کہی گئی کہ ایک رسالہ تیار ہو گیا، جن میں سب سے اکمل تاریخ یہ ہے:

''وارث اہل سنت است''

(۲۸)......مولانا محمد صدیق بن شریف پٹنی رحمہ اللہ

گجرات کے علماء تفسیر میں سب سے زیادہ گمنام مفسر مولانا محمد صدیق بن شریف پٹنی رحمہ اللہ ہیں۔آپ کا زمانہ گیارہویں صدی ہجری کا ہے۔''بدیع التفسیر فی بیان الکلام الربانی'' آپ کی عربی تفسیر ہے۔آپ صف اول کے عالم و فاضل تھے، زمانہ کے لوگوں کے پیشوا مانے جاتے تھے۔ بڑے فیاض اور سخی تھے، لوگوں کو کھانا کھلاتے اور ان سے احسان کا معاملہ فرماتے تھے، بڑے اخلاق کے مالک تھے۔انہیں زندگی میں کافی شہرت ملی۔مولانا زبردست محی السنّت اور ماحی بدعت تھے، ناصح امت' نباض شریعت' طبیب امراض نفسانی' دین حنیف کے پاس دار' قرآن وحدیث کے رموز کے راز دار' حدود اللہ کے محافظ' قلم کے مجاہد' بدعات وسئیات ومنکرات ومحرمات کے خلاف مبارز' عالم باعمل' شفاف کردار کے مالک' اولوالعزم عالی ہمت' اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے کوشاں' لومۃ لائم کو خاطر میں نہ لانے والے' فعال' فقیہ' بیدار مغز محدث اور نکتہ داں مفسر تھے۔علوم تفسیر اور حدیث پر آپ نے کئی کتابیں لکھیں۔

مولانا نہایت سخت گیر اور خشک مزاج واقع ہوئے تھے، معاشرہ کے ہر طبقہ' ہر جماعت بلکہ ایک ایک فرد کے خلاف محاذ قائم کیا، ایک ایک بدعت کو فرداً فرداً للکارا، بیک وقت وہ اکیلے کئی محاذ پر لڑتے رہے، حق گوئی کی وجہ سے وہ آزمائش سے بھی دو چار ہوئے، اپنی کتابوں میں جگہ جگہ ان اذیتوں کا ذکر کیا ہے جو ان کو پہنچائی گئیں، کئی مرتبہ قتل تک کی نوبت آئی، مگر اللہ نے حفاظت فرمائی۔زمانہ کے حکام وتجار اور علماء تک کو غلطیوں پر ٹوکا۔یہ کہا

جائے تو شاید غلط نہ ہوگا کہ آپ گجرات کے ابن جوزی تھے۔

آپ کی تصانیف کئی ہیں، ان میں تین یہ ہیں:

(۱)......بديع التفسير فی بيان الكلام الربانی۔

(۲)......شرح الزواجر۔اس میں ہے کہ:'' قال المؤلف : تم فی ليلة ثلثاء خامس عشر من ذی القعدة سنة اثنين و ثلا ثين بعد الف ''یعنی یہ کتاب منگل کی رات: ۱۵/ ذی القعدہ ۱۰۳۲ھ میں مکمل ہوئی۔

(۳)......نجوم المشكوة شرح مشكوة المصابيح۔

(۴)......كشف البيان لما يجب على الانسان۔

(۵)......صفات المؤمنين والمنافقين۔

(۶)......تبيان الطريق فی شرح معانی عين العلم۔

(۷)......مواعظ الاتقياء۔

(۸)......نور اليقين لمن طلب الدين۔

(۹)......ميزان العدل والانساف لاهل الاعتدال والاعتساف۔

(۱۰)......الصراط المستقيم لمن طلب الدين۔

(۱۱)......فوائد الجوع وآفات الشبع۔

(۱۲)......كشف البيان واليقين۔

(۱۳)......آفات السفر لمن ركب للتجارة فی البر والبحر۔

(۱۴)......ذم تنباكو۔

(۱۵)......ايمان۔

(۱۶)......فوائد العلم۔

(۱۷)......معرفة مشيخية لمن يريد الطريقة۔

(۱۸)...... كشف الغين۔

(۱۹)......الفصول فی شرح مقاصد جامع الاصول۔

(۲۰)......عين العلم ۔اس کا آغاز شعبان ۱۰۳۹ھ میں کیا،اور:۱۲/محرم الحرام ۱۰۴۰ھ میں تقریبا چار مہینوں میں اس کو مکمل کیا،اس پر یہ عبارت ہے : تم يوم الخميس الذی هو الثانی عشر المحرم سنة اربعين و الف ، و الشروع كان فی آخر شعبان سنة تسع و ثلا ثين بحمد الله۔

آخری عبارت یہ ہے:

مؤلف هذا الكتاب و راقمه مولانا و استاذنا واستاذ سلطاننا و مستندنا و معتمدنا محمد صديق بن محمد شريف سقى الله ثراه و جعل الجنة مثواه۔

مولانا کی تحریر میں تسلسل نہیں تھا، تردید بدعت اور تقویت سنت میں جو بات یاد آئی درج کرتے جاتے۔مولانا اکبر اور جہانگیر کے عہد کے ایک عظیم الشان عالم تھے،اس دور میں شنیع بدعات کا رواج ہوا، تنبا کو نوشی بھی عام تھی، اس لئے آپ نے تنبا کو کی حرمت پر رسالہ لکھا،اس میں لکھتے ہیں کہ:

اے دینی بھائی! جان لو کہ:تمبا کو کے نام سے جو پتہ مشہور ہے، وہ خبیث ترین اور قبیح ترین ہے،شیطان نے تمبا کو کو مزین کیا، دین کو منہدم کرنے اور کفر کو قائم کرنے کے لئے، تمبا کو ایک استقذار ہے،منہ میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے، یہ بدن اور عقل دونوں کے لئے مضر ہے،اس کی ایک مصیبت یہی ہے کہ جو شخص تمبا کو نوشی میں ایک بار مبتلا ہو جاتا ہے وہ اسے

چھوڑ نہیں سکتا، اور یہ علامت سکر ہے، مسکرات کا خاصہ بھی یہی ہے، تمبا کو نوشی سے مسلمانوں کو (یعنی قرب وجوار میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو) اذیت پہنچتی ہے، اور یہ ایک بہت بری بات ہے۔ جہاں ایک دفعہ اس کی محفل رونق پذیر ہوئی کہ لہولعب، مزاح، جھوٹ، غیبت چغلی وغیرہ کا دوردورہ ہوجاتا ہے، علاوہ ازیں لوگ لایعنی باتوں اور فحش گالی گلوچ میں مبتلا ہوجاتے ہیں، استہزاء کی وجہ سے بات جدال تک پہنچ جاتی ہے اور یہ سب حرام ہیں، کپڑے اور گھر کے جل جانے کا خطرہ رہتا ہے، تمباکو نوشی کی وجہ سے دماغ میں افکار ردیہ پیدا ہوتے ہیں، رطوبات میں تخفیف واقع ہوتی ہے، بدن مختلف امراض کا شکار ہوجاتا ہے، نسیان کا عارضہ لاحق ہوجاتا ہے، سر میں درد ہونے لگتا ہے، منی میں خلل ہوتا ہے، اور نسل منقطع ہوجاتی ہے، اس میں آج کل وہ لوگ شامل ہوگئے ہیں جنہیں علماء، مشائخ ہونے کا دعوی ہے، تمباکو نوشی اہل طغیان کا شعار ہے۔ (آگے اور بھی بہت سخت باتیں لکھی ہیں، جن کا نقل کرنا مناسب نہیں)۔

(۲۹)......خواجہ قطب

خواجہ قطب ایک غیر معروف مفسر اور شاعر تھے، ان کی ایک تفسیر اردو میں ملی ہے۔ یہ مخطوطہ تیرہویں صدی میں مصنف کا خود نوشت نسخہ ہے۔ تفسیر میں مضمون کی وضاحت کے لئے حافظ شیرازی کے اشعار اور خود اپنے اردو اشعار بھی نقل کئے ہیں۔ کثرت سے احادیث نقل کی گئی ہیں۔

آیت کریمہ ﴿ من كان يريد حرث الآخرة نزد له فی حرثه ﴾ کی تفسیر اس طرح بیان کی گئی ہے:

فرمایا خدا تعالی نے کہ: جو شخص دنیا کو ترک کر کے خدا تعالی کے عشق کے دریا میں غرق

ہوترک آخرت کی کھیتی کرے تب زیادہ کرتے ہیں، ہم اس کی زراعت میں، یعنی سدا وہ تجلیات جمالی اور جلالی اور ناز و نیاز میں رہتا ہے، اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کے دل میں سوز وگداز شب وروز رہتا ہے، ایک آن قرار پکڑتا نہیں، پھر حافظ شیرازی کا شعر لکھا ہے، اور آخر میں اپنا اردو شعر نقل کرتے ہیں۔

میں عشق کے مکتب میں جب سبق لگا لینے تب آہ کا دم بھر کے استاد بہت رویا

آپ کی جزوی تفسیر تفسیر سورۃ القدر بھی اسی انداز پر ہے۔ تفسیر کے بیان کے آخر میں قطب تخلص کے ساتھ حسب ذیل شعر لکھا ہے۔

قطب گر تجھے ہے بصارت آرزو خاک پا احمد کی سرمہ کی جیسی

یعنی اے قطب اگر تجھے بصارت کی آرزو ہے تو رسول مقبول ﷺ کے قدم پاک کی خاک کا سرما اپنی آنکھوں میں لگالے، بصارت حاصل ہو جائے گی۔

(۳۰)......محمد الکندی تھانیسری رحمہ اللہ

محمد بن احمد بن محمد الشریحی تھانیسری کی ایک تفسیر ''کاشف الحقائق وقاموس الدقائق'' ہے۔

(۳۱)......سید سلطان جی شاہی رحمہ اللہ

سید سلطان جی شاہی رحمہ اللہ نے تفسیر القرآن لکھی، بعد میں اس پر حواشی لکھے، اور اس کا نام ''حاشیہ علی تفسیر القرآن'' رکھا۔

(۳۲)......مولانا محمد بن احمد محمد الشریحی گجراتی رحمہ اللہ

مولانا محمد بن احمد محمد الشریحی گجراتی رحمہ اللہ گجرات کے علماء تفسیر میں ایک اہم مقام رکھتے ہیں۔ آپ کی تفسیر ''کاشف الحقائق'' متوسط حجم کی بلیغ زبان میں آسان تفسیر ہے،

رموز تصوف اور اسرار شریعت بیان کئے گئے ہیں، طریقت اور حقیقت کے بارے میں نکتے بیان کئے گئے ہیں۔ الہیات کے اسرار و رموز اور قرآن کریم کے حقائق بیان کئے گئے ہیں، اکثر مقامات پر ایسے لطائف بیان کئے گئے ہیں کہ جن سے اہل دانش واقف نہیں تھے۔ سورۂ ضحیٰ میں ﴿ ووجدک ضالا فھدی و وجدک عائلا فاغنی ﴾ کی تفسیر تحریر فرماتے ہیں:

اشیاء کی حقیقت و ماہیت کا ادراک آپ کو نہیں تھا، آپ ﷺ نے ہماری جناب میں اس طرح دعا مانگی: اللہ! ہمیں اشیاء کی ماہیت و حقیقت کا ادراک عطا فرما، تو اللہ تعالی کی حقائق اشیاء کی معرفت کا راستہ دکھایا، ہم نے اپنے انوار ربوبیت کا سرمہ آپ کی آنکھوں میں لگا دیا جس سے آپ کو حقائق و ماہیت کا ادراک ہو گیا اور آپ کو علوم قدم کے اسرار اور اپنی ذات کے خزانوں سے خالی پایا تو غنی کر دیا، اخلاق حمیدہ عطا کر کے اور اپنی صداقت کا پرتو ڈال کر، مفسر کی یہ فکر متصوفانہ ہے۔ حروف مقطعات کی تفسیر بھی متصوفانہ ہے۔

(۳۴)......سید ہبت اللہ رحمہ اللہ

سید ہبت اللہ رحمہ اللہ شاہ میرک کے نام سے مشہور تھے۔ آپ حسنی و حسینی سادات میں تھے۔ شیراز کے بڑے علماء میں آپ کا شمار تھا، امیر صدر الدین محمد شیرازی رحمہ اللہ کے ہم نشین تھے، اور مولانا جلال الدین محمد دوانی رحمہ اللہ کے ہم عصر تھے۔ سلطان محمود بیگڑہ کے زمانہ میں شیراز سے گجرات تشریف لائے، سلطان نے آپ کی نہایت تعظیم و تکریم کی۔

آپ کی تصانیف بکثرت ہیں چند کے نام یہ ہیں:

(۱)......علم ہیئت کے بارے میں ایک شرح ان کے زمانہ اسباق میں تحریر فرمائی۔

(۲)......اسنی الکواشف فی شرح المواقف۔

(۳)......لوامع البرهان فی قدم القرآن۔(۴)......محاکمہ شرح شمسیہ۔
(۵)......علم حدیث اور اصول حدیث کے بارے میں ایک رسالہ۔
آپ کے صاحبزادوں میں شیخ رشید شاہ کمال الدین محمد تھے، جو کمالات اور محاسن سے آراستہ تھے۔آپ کا مزار احمد آباد میں ہے۔

(۳۴)......شیخ فیض اللہ بن زین العابدین بنبانی رحمہ اللہ

آپ گجرات کے مشہور سلطان محمود بیگڑہ کے خزانچی تھے۔آپ نے قرآن مجید کی تفسیر:
(۱)......''دستور الحفاظ'' کے نام سے لکھی۔
(۲)......اس کے علاوہ تاریخ میں ''صدر جہاں''۔
(۳)......اور ''مجمع النوادر'' نہایت مفید تصانیف ہیں۔

(۳۵)......سید علی بن سید نور رحمہ اللہ

گیارہویں صدی میں کے علماء میں ایک سید علی بن سید نور رحمہ اللہ ہیں، آپ کے حالات موصول نہ ہوسکے۔قرآن کریم کی بعض آیات کی تفسیر میں ''تفسیر بعض الآيات ما فيه من الشبهات''، لکھی۔

(۳۶)......حضرت العلام مولانا سید ابرار احمد صاحب دھلیوی رحمہ اللہ

نوٹ:......حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب رحمہ اللہ کا تذکرہ ''ذکر صالحین'' جلد:۴/ص ۱۷۹/پر آچکا ہے۔

(۳۷)......حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری رحمہ اللہ۔

نوٹ:......موصوف کے حالات کے لئے دیکھئے! ذکر صالحین ص ج ۷۔

مراجع

۱	النور السافر..................	شیخ عبدالقادر حضرمی احمد آبادی رحمہ اللہ...........
۲	کنز العمال..................	شیخ علی متقی رحمہ اللہ............................
۳	اخبار الاخیار ''(اردو)........	شیخ عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ........................
۴	علماء ہند کا شاندار ماضی.........	مولانا محمد میاں صاحب رحمہ اللہ...................
۵	عربی زبان و ادب کی ترقی میں گجرات کے دانشوروں کا حصہ....	ڈاکٹر باقر محمد علی.................................. ترجمہ.....محبوب احمد حسین عباسی........................
۶	یادِ ایام......................	مولانا سید عبدالحئی عبدالحئی حسنی رحمہ اللہ..........
۷	مشائخ احمد آباد................	مولانا محمد یوسف متالا مدظلہ........................
۸	تذکرہ قاریان گجرات..........	اساتذۂ تجوید و قراءات جامعۃ القراءات کفلیتہ
۹	گجرات کی علمی و ادبی شخصیات.	جامعہ علوم القرآن جمبوسر............................
۱۰	ذکر صالحین..................	مرغوب احمد لاجپوری................................

مقالہ برائے تاریخی سیمینار منعقدہ جامعۃ القراءات کفلیتہ

مؤرخہ ۱۲/۱۳/ جمادی الاولی ۱۴۳۳ھ مطابق ۴/۵/ اپریل ۲۰۱۲ء

گجرات کے چند قرّاء

اس رسالہ میں گجرات کے چند قراء کے مختصر حالات جمع کئے گئے ہیں

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

عریضہ بنام حضرت الحاج قاری اسماعیل بسم اللہ صاحب مدظلہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم المقام قابل صد احترام جناب الحاج قاری اسماعیل بسم اللہ صاحب مدظلہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔

از: ڈیوز بری مرغوب احمد لاجپوری الحمدللہ آپ کی دعا واللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے خیریت سے رہ کر بارگاہ ایزدی میں آپ کی خیر وعافیت کا طالب ہوں۔

ماشاءاللہ جامعۃ القراءات کا تاریخ ساز اوراپنی نوعیت کا انوکھا سیمینار بحسن وخوبی اختتام کو پہنچا، کارگذاری سنی، کچھ مقالات کے سننے کا موقع بھی ملا۔ افسوس ہوا کہ کاش میں بھی سفر کی تاریخ مؤخر کرکے شرکت کرلیتا تو اس عظیم موقع پر شرکت سے محرومی کا غم نہ ہوتا، مگر مقدرات کے سامنے آدمی بے بس ہے۔ کسی عربی شاعر نے صحیح کہا ہے ؎

ما کل مایتمنی المرء یدرکہ تجری الریاح بما لا تشتھی السفن

(ہمیشہ) ایسا نہیں ہوتا کہ جو کچھ انسان تمنا کرے اس کو پا ہی لے، (بعض مرتبہ) ہوائیں اس رخ چلتی ہیں جو کشتیاں نہیں چاہتیں۔

یہاں بلا تکلف اس بات کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں کہ گرچہ میں جسما سیمینار میں موجود نہ تھا مگر قلبا و ذہنا برابر متوجہ رہا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے حرمین شریفین کی حاضری کی سعادت بھی نصیب فرمائی، اس میں آپ کی محنت کا بڑا دخل تھا کہ ویزا کا حصول آپ ہی کی توجہ سے ہوا، ورنہ میں تو ایک وقت پر ناامید ہوچکا تھا، اس لئے میرا اخلاقی فرض تھا کہ جامعہ اور جامعہ کے عظیم سیمینار کے لئے دعا کا اہتمام کروں۔ الحمدللہ تقریبا حرمین شریفین

کے تمام ہی متبرک مقامات پر جہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں برابر دعا کی توفیق ملی۔

آپ کے حکم کی تعمیل میں یہ عریضہ لکھ رہا ہوں۔سیمینار کے وقت تو سفر کی مشغولی کی وجہ مقالہ ارسال نہ کرسکا، اب بے وقت ہی سہی، اس عریضہ میں چند باتیں عرض ہیں۔

ماشاء اللہ آپ نے اس تاریخی سیمینار کے ذریعہ اس عظیم فن کی اہمیت وعظمت کی کئی لوگوں کے قلوب متوجہ کیا۔بعض مرتبہ کسی بڑے مشہور خطیب کا بیان سننے کا موقع ملا تو حیرت کی انتہا نہ رہی کہ بیان تو خوب مگر قرآن ایسا پڑھا کہ لحن جلی کا ارتکاب۔ایسا لگتا ہے کہ زمانۂ طالب علمی ہی سے دوسرے علوم کی طرف توجہ رہی مگر اس فن کو ضروری نہیں سمجھا گیا، اسی کا نتیجہ ہے کہ قرآن کریم سن کر بیان کی عظمت بھی ختم ہوجاتی ہے، ظاہر ہے کہ بیان تو اتنا اہم نہیں، جتنا قرآن کریم کے پڑھنے میں تجوید کی رعایت ضروری ہے۔متقدمین میں اور ہمارے متأخرین میں بھی کئی حضرات علماء جو حدیث وتفسیر اور فقہ میں اپنا ایک مقام رکھتے ہیں، انہوں نے فن قرأت وتجوید سے لاپرواہی نہیں برتی بلکہ اس فن میں بھی کمال پیدا کیا، تاریخ کی کتابوں میں اس کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں، خصوصاً امام ذہبی رحمہ اللہ کی ’’معرفة قراء الكبار على الطبقات والاعصار‘‘ میں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لے کر آٹھویں صدی کے اوائل تک کے: ۷۲۹/اور ابن جزری رحمہ اللہ کی ’’غاية النهاية فی طبقات القراء‘‘ میں: ۳۹۵۵/یعنی تقریباً چار ہزار (۴۰۰۰) قرّاء واس فن کے خدام کا تذکرہ موجود ہیں۔ان ہی دو کتابوں کا مطالعہ کوئی کرلیں تو کئی حضرات کے حالات مل جائیں گے۔ہمارے اس دور میں حضرت مولانا قاری ابوالحسن صاحب اعظمی دامت مدظلہ صدر قاری دارالعلوم دیوبند نے ’’حسن المحاضرات‘‘ کی دو ضخیم جلدوں میں خادمان قرآن کی تاریخ کو بہت عمدگی سے جمع فرمادیا ہے، فجزاهم الله احسن الجزاء۔

(۱)......شیخ القراء امام شاطبی رحمہ اللہ

شیخ القراء امام شاطبی رحمہ اللہ صرف فنِ قرأت کے امام ہی نہ تھے۔ آپ کو قرأت و رسم قرآنی کے علاوہ نحو، فقہ حدیث میں بھی ید طولی حاصل تھا۔ آپ غیر معمولی حافظہ کے مالک تھے۔ آپ ورع و تقوی و تعلق مع اللہ اور عبادت و ریاضت میں بھی سلف کا نمونہ تھے۔ آپ کے تقوی کا یہ عالم تھا اپنا وطن صرف اس لئے چھوڑا کہ اہل وطن آپ کو منصب خطابت پر فائز کرنا چاہتے تھے، اور آپ اس منصب سے علیحدہ رہنا چاہتے تھے، اس لئے کہ آپ کا خیال تھا کہ خطباء کو بعض مرتبہ چارونا چار امراء کے ایسے اوصاف بیان کرنے پڑتے ہیں جو غیر مناسب ہوتے ہیں۔ حصول علم کی ترقی میں مزید تعجب کی بات یہ ہے کہ آپ نابینا تھے۔ آپ کی پیدائش: ۵۳۸ھ اور وفات مصر میں: ۵۹۵ھ میں ہوئی۔

(حصول علم میں علماء ربانیین کے حیرت انگیز کارنامے، ص ۱۷۴)

(۲)......خلف بن ہشام الاسدی البزار بغدادی رحمہ اللہ

خلف بن ہشام الاسدی البزار بغدادی رحمہ اللہ (ولادت: ۱۵۰ھ وفات: ۲۲۹ھ) اپنے زمانہ کے مشہور محدث اور فنِ قرأت کے امام سمجھے جاتے تھے۔ بڑے صاحب تقوی اور چوٹی کے علماء میں سے تھے۔

ان کے شوقِ علم کا یہ دلچسپ واقعہ بھی قابل ذکر ہے کہ ایک مرتبہ فنِ نحو کا ایک باب ان پر مشتبہ ہو گیا تو اس کے خاطر اسّی ہزار (۸۰۰۰۰) درہم صرف فرمادیئے حتی کہ فنِ نحو میں بھی مہارت تامہ حاصل کی۔ (حوالۂ بالا ص ۲۸۶)

(۳)......شیخ القراء محمد بن عبد الرحیم ابو بکر الاصفہانی رحمہ اللہ

اسی قسم کا ایک واقعہ مشہور شیخ القراء محمد بن عبد الرحیم ابو بکر الاصفہانی رحمہ اللہ (وفات

۲۹۶ھ) کے حالات میں ہے کہ آپ نے اصفہان نے مصر کا سفر کیا، اوران کے پاس اسّی ہزار (۸۰۰۰۰) درہم تھے، انہوں نے اسّی (۸۰) مرتبہ قرآن پاک کے مکمل کرنے پر ساری رقم خرچ فرمادی۔یعنی انہوں نے قرآن پاک کو اپنی قرأت کے ساتھ اور قرأت کے شیوخ کے سامنے اسّی (۸۰) مرتبہ ختم کیا، اوراس کے لئے اسی ہزار (۸۰۰۰۰) درہم خرچ فرمادیئے۔ (حوالۂ بالاص ۲۹۳)

(۴)......ابوالعلاء الہمذ ان (الحسن بن احمد سہل العطار)

ابوالعلاء الہمذ ان (الحسن بن احمد سہل العطار۔ ولادت ۴۸۸ھ وفات ۵۶۹ھ) ادیب لغوی، مؤرخ، علم انساب کے شناور، حافظ حدیث اور فقہاء حنابلہ کے ممتاز فقیہ ہونے ساتھ زبردست قاری ومقری بھی تھے۔ شیخ الاسلام کے لقب سے ملقب ہوئے۔ علماء بغداد سے حصول علم کی سعادت حاصل کی۔ اللہ تعالی نے زہد بھی مثالی عطا فرمایا تھا، باوجود تاجر زادے ہونے کے دنیا سے بے رغبت رہے۔ وراثت میں جو دولت حاصل ہوئی علم کی جستجو میں صرف فرمادی۔ حصول علم میں پا پیادہ سفر کے دلدادہ تھے۔ اصفہان سے بغداد کے کئی اسفار پیٹھ پر کتابیں لدے ہوئے کئے۔ چلنے پر قدرت بھی کرامت سے کم نہیں تھی۔ تقریبا یومیہ تیس فرسخ چل لیتے (ایک فرسخ تین میل شرعی کا ہوتا ہے)۔اس پر مزید مجاہدہ کا یہ عالم تھا کہ بغداد کی مساجد میں رات بسر فرمالیتے اور باجرا کی روٹی پر کفایت کرلیتے۔ بغداد میں ابن الجوالیقی کی کتابیں نیلام ہورہی تھیں، آپ وہاں پہنچے تو تاجر نے ایک ڈھیر کی قیمت ساٹھ دینار لگائی، آپ نے اس کو خرید لیا اور ہفتہ کی مہلت مانگی، سیدھے گھر پہنچ کر ساٹھ دینار میں مکان فروخت کردیا، لوگوں نے کہا بھی زیادہ قیمت کی امید قوی ہے، مگر آپ نے وہی قیمت لی اور بغداد پہنچ کر کتابیں وصول کیں۔

ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے وفات کے بعد خواب میں دیکھا کہ ان کی قبر کی ساری دیواریں کتابوں کی بنی ہوئی ہیں اور آپ کے اردگرد کتابیں رکھی ہوئی ہیں اور مطالعہ میں مشغول ہیں، میں نے پوچھا: یہ کتابیں کیسی ہیں؟ فرمایا کہ: میں نے اللہ تعالی سے درخواست کی کہ مجھے اسی میں مشغول فرمادیں جس میں دنیا میں تھا، اللہ تعالی نے میری درخواست قبول فرمالی۔ (حوالۂ بالا:۳۰۰)

(۵)......علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ

فقہ حنفی کے سرتاج علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ بھی فقہ وحدیث وغیرہ علوم میں بحر ذخار ہونے کے ساتھ ساتھ فن قرأت و تجوید میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے۔موصوف کی فن تجوید میں مشغولی کا واقعہ راقم نے ''ذکر صالحین'' میں ان الفاظ میں لکھا ہے:

فنِ تجوید میں مشغولی کا عجیب واقعہ

علامہ شامی رحمہ اللہ کے والد محترم تاجر تھے لہذا لخت جگر کو حفظ قرآن کی تکمیل کے بعد دکان پر بٹھادیا تاکہ تجارت میں مہارت اور بیع وشراء کی تربیت حاصل کرلے۔ایک دن ایسا ہوا کہ آپ دکان پر قرآن مجید کی تلاوت بلند آواز سے کررہے تھے کہ ایک غیر معروف بزرگ کا اس طرف گذر ہوا' انہوں نے قرأت سنی اور کہا تمہارا اس طرح سر بازار تلاوت کرنا دو وجہ سے جائز نہیں:

''اولا لأن هذا المحل محل التجارة والناس لا يستمعون قراء تک فيرتكبون الاثم بسببک ، وانت ايضا آثم''۔

پہلی وجہ تو یہ ہے کہ جس جگہ آپ تلاوت میں مصروف ہیں یہ محل تجارت یعنی بازار ہے اور لوگ یہاں آپ کی تلاوت نہیں سن سکتے پس وہ گناہ کے مرتکب ہوں گے اور سبب آپ

ہوں گے اور آپ خود بھی گنہگار رہوں گے (گویا آپ خود بھی گنہگار رہوتے ہو اور دوسروں کو بھی گنہگار بناتے ہو)''و ثانیا قراء تک ملحونة ''دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ کی قرأت میں قواعد تجوید کے لحاظ سے اغلاط بہت ہیں۔

پس اسی وقت علامہ شامی رحمہ اللہ اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے زمانہ کے بہترین قاری کی جستجو میں لگ گئے، کسی صاحب نے شیخ القراء فی العصر شیخ سعید الحموی رحمہ اللہ کی طرف رہنمائی فرمائی، چنانچہ ان کی خدمت میں پہنچ گئے، اور ان سے قرأت و تجوید سیکھنے کی درخواست کی۔ شیخ حموی رحمہ اللہ کے منظور فرمانے پر فن قرأت کی اہم کتابیں میدانیہ' شاطبیہ' جزریہ حفظ کرلیں اور بلوغت سے پہلے ہی فن قرأت و تجوید میں مہارت تامہ حاصل کرلی۔ (ذکرصالحین ص۱۵۲ ج ۳)

علم قرأت کی خاطر اسفار و محنت کرنے والے شیخ مقری ابوالقاسم الہذلی کے حالات بھی قابل مطالعہ ہیں۔

(۶)......قاری ومقری ابوالقاسم الہذلی البسکری المغربی رحمہ اللہ

شیخ ابوالقاسم الہذلی البسکری المغربی (ولادت ۳۹۵ھ وفات ۴۶۵ھ) استاد کبیر' مشہور عالم اور مقری تھے۔ علامہ زجری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ نے علم قرأت کے حصول میں ملکوں کی خاک چھانی، اس امت میں کسی ایسے شخص کو میں نہیں جانتا جس نے علم قرأت کے خاطر آپ کے برابر سفر کیا ہو، نہ ہی آپ کے برابر شیوخ سے ملاقات کی ہو۔ موصوف خود اپنی کتاب ''الکامل'' میں لکھتے ہیں: فن قرأت کی خاطر میں نے تین سو پینسٹھ (۳۶۵) شیوخ سے ملاقات کی، مغرب کے سرے سے باب فراغنہ تک' دائیں بائیں' برو بحر، اگر مجھے پتہ چلے کہ بلاد اسلامیہ میں اس فن میں مجھ سے زیادہ کوئی ماہر ہے تو میں ان کی

خدمت میں ضرور حاضر ہوتا۔ (حصول علم میں علماء ربانیین کے حیرت انگیز کارنامے ص ۳۲۰)

علماءِ گجرات نے فن قراءت و تجوید کی جو خدمات انجام دی ہیں وہ ماشاءاللہ ان مقالات میں بہت تفصیل سے آ گئی ہوگی، جو آپ کی خدمات میں اہل قلم نے ارسال کئے ہیں۔

میں نے صرف حضرت مولانا محمد یوسف متالا صاحب دامت برکاتہم کی کتاب ''مشائخ احمد آباد'' کا مطالعہ کیا تو اس میں کئی حضرات کے حالات مل گئے۔ اس لئے میری رائے ہے کہ اگر آپ دس بارہ طلباء کو اس پر مامور فرمادیں کہ مولانا عبدالحیٔ صاحب کفلیتوی رحمہ اللہ کی ''اکابرین گجرات'' کا مطالعہ اس نیت سے کریں کہ اس میں جن جن بزرگ کے حالات میں قراءت کا تذکرہ مل جائے ان کو علیحدہ جمع کرلیا جائے تو مجھے امید ہے کہ ایک ضخیم کتاب نہ ہوتو ایک رسالہ تو ضرور تیار ہو جائے گا۔ میرا ذوق گجراتی کا بہت ہی کم ہے، ورنہ میں خود ہی یہ کام کرلیتا۔ امید کہ آپ توجہ فرمائیں گے۔

گجرات میں قرأت و تجوید کی تعلیم کوئی زمانۂ حال ہی کی ایجاد نہیں، جن حضرات کی تاریخ پر نظر ہیں، وہ جانتے ہیں کہ بہت پہلے سے اہل گجرات اس عظیم فن کی خدمت سے غافل نہیں تھے۔

محمد بن قاسم رحمہ اللہ کے دور خلافت کی تاریخ پڑھنے والا اس بات سے ناواقف نہیں ہے کہ انہوں نے مدارس کے قیام اور قرآن وحدیث کی اشاعت میں جو کارنامے انجام دیئے ہیں دیگر بادشاہوں کی تاریخ میں (چند بادشاہوں کے علاوہ) اس کی مثال کم ملتی ہے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ کے شاگرد رشید جنید بن عمروالعدوانی جیسے مشہور قاری کو شہر بھروچ روانہ کرنا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ وہ اسلامی فتوحات کے ساتھ فن قراءت اور قرآن کریم کی تصحیح سے بھی غافل نہیں تھے۔ (عرب ممالک اور صوبۂ گجرات کے تعلقات ص ۳۸)

(۷)......جنید بن عمرو العدوانی المکی رحمہ اللہ

جنید بن عمرو العدوانی المکی رحمہ اللہ اہل مکہ کے ممتاز و مشہور قاری تھے، علم حدیث میں بھی ان کا مرتبہ بڑا اونچا تھا، ثقہ اور کثیر الحدیث راوی تھے، آل زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے، انہوں نے حمید بن قیس سے روایت کی اور خود ان سے محمد بن عبد اللہ بن قاسم رحمہ اللہ نے درس حدیث لیا۔ قراءت مجاہد رحمہ اللہ سے سیکھی۔ منقول ہے مکہ مکرمہ میں آپ اور شیخ عبد اللہ بن کثیر رحمہ اللہ سے بڑھ کو کوئی قاری نہ تھے۔ آپ کا شمار تابعین میں تھا۔

(رجال السند والہند ص:۳۔۳۷۲۔ العقد الثمین ص۲۱۲۔ برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش ص۲۰۵۔
عرب ممالک اور صوبۂ گجرات کے تعلقات ص۱۷۲)

نوٹ:...... ''حصول علم میں علماء ربانیین کے حیرت انگیز کارنامے'' کے جو حوالے دیئے گئے ہیں ان میں راقم من وعن مترجم کے الفاظ کا پابند نہیں رہا۔

علامہ طاہر پٹنی رحمہ اللہ کے علمی مقام و مرتبہ اہل سے مخفی نہیں، لیکن ان کے علوم حدیث کی شہرت کی وجہ سے بعض دوسری خدمات لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہوگئی ہیں۔ علامہ کا مخطوطہ رسالہ ''منہاج السالکین'' کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ فن تجوید میں بھی آپ کی ایک تصنیف ''دریتیم'' کے نام سے ہے۔ (عرب ممالک اور صوبۂ گجرات کے تعلقات ص:۴۴۶)

خود راقم کے قریہ لاجپور میں آج سے سو سال زائد عرصہ پہلے: ۱۳۲۷ھ میں میرے جد امجد حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب رحمہ اللہ نے ''مدرسہ اسلامیہ لاجپور'' کا اجراء فرمایا تو فارسی، عربی اور اردو کے ساتھ باقاعدہ قرأت و تجوید کا خاص اہتمام فرمایا۔

(ذکرِ صالحین ص۴۸۲ ج۳)

حضرت مفتی مرغوب احمد صاحب رحمہ اللہ کو تجوید کے سیکھنے کا کتنا اہتمام تھا' اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ فراغت کے بعد صرف اسی مبارک فن کے حصول کے لئے حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب الہ آبادی رحمہ اللہ کی خدمت میں الہ آباد تشریف لے گئے۔ (ذکر صالحین ص ۲۶۱ و ۳۹۷ ج ۳۔ تذکرۃ المرغوب ص ۳۰)

دور اخیر میں ہمارے علاقہ میں اس فن کی خدمت کرنے والے میں قاری محمد رمضان صاحب میواتی رحمہ اللہ، قاری بندالٰہی صاحب میرٹھی، قاری عباس صاحب دھرمپوری، قاری محمد صالح صاحب جوگواڑی مدظلہم کا نام نامی فراموش نہیں کیا جا سکتا، ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ گجرات میں اس فن کی نشأۃ ثانیہ استاذ محترم حضرت مولانا قاری احمد اللہ صاحب دامت برکاتہم اور حضرت قاری انیس صاحب رحمہ اللہ کی مثالی جدو جہد اور جاں فشانی و عرق ریزی کی رہین منت ہے۔

''مشائخ احمد آباد'' عرب ممالک اور صوبۂ گجرات کے تعلقات'' ذکر صالحین'' وغیرہ چند کتب سے بعض حضرات قرّاء کا مختصر تذکرہ نقل کرتا ہوں:

(۸)......حضرت سید جلال الدین حسین المعروف بہ مخدوم جہاں نیاں

حضرت سید جلال الدین حسین بن حضرت سید احمد کبیر المعروف بہ مخدوم جہاں نیاں جہانگشت رحمہ اللہ ۱۴ رشعبان المعظم ۷۰۷ھ میں پیدا ہوئے۔ والد بزرگوار کے علاوہ عم محترم حضرت سید صدر الدین محمد' حضرت شیخ جمال خنداں رو' علامہ شیخ بہاء الدین اوچی' حضرت شیخ رکن الدین' شیخ ابو الفتح 'حضرت مولانا موسیٰ (نبیرہ حضرت زکریا ملتانی) حضرت مولانا مجد الدین رحمہم اللہ جیسے اساطین علم وفن سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ سبعہ قراءت کی تعلیم بھی لی۔ مکہ مکرمہ میں شیخ عبداللہ یافعی رحمہ اللہ اور مدینہ منورہ میں شیخ عبداللہ

مطری رحمہ اللہ سے حدیث میں صحاح ستہ وتصوف کتابیں پڑھیں۔شیخ عبداللہ مطری کوآپ کے حال پر خصوصی شفقت وعنایت تھی۔مدینہ منورہ کے زمانہ میں مسجد نبوی میں ایک مرتبہ امامت کا شرف بھی حاصل کیا۔اطراف عالم میں اسفار کے مواقع بھی خوب ملے۔۱۴/ سلسلوں کے:۱۳۰/سے زائد مشائخ سے اکتساب فیض کیا۔۴۰/خانقاہیں تحویل میں تھیں۔ پیادہ پا حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوئے اورانواع وقسام کی نعمتوں سے نوازے گئے۔ بڑے صاحب کرامت بزرگ تھے،مگران کرامات کوشرف کمالات نہیں سمجھتے تھے، بلکہ فرماتے تھے کہ:سنت کی اتباع کی بغیر ولایت کاحصول نہیں ہوسکتا۔اسی لئے جاہل صوفیوں کے بارے میں فرماتے تھے:''مسائل فقہیہ کاعلم ضروری ہے، جاہل صوفی من بنوکہ یہ لوگ دین کے چوراورڈاکو ہیں جومسلمانوں کے متاع دین پرڈاکہ ڈال رہے ہیں۔اورفرماتے تھے کہ:''قیامت کی ایک نشانی یہ ہے کہ علماء بدراہ ہوجائیں اورصوفی جاہل ہوں۔حق گوئی بھی مثالی تھی۔ایک دفعہ بادشاہ کے ہاتھ میں سونے کے قبضہ والی تلوار دیکھی تو فوراًٹوکا، بادشاہ نے اسی وقت تلواراسلحہ خانہ میں جمع کرادی۔ایک مرتبہ شاہی خاندان کے بچوں پر ریشم کا لباس دیکھا تو فرمایا'' یہ مردوں کے لئے حرام ہے اس کا وبال شہزادوں کے سرپرستوں پرآئے گا۔تاریخ وفات ۱۰/ذی الحجہ ۸۵۷ھ ہے۔(مشائخ احمدآباد ص۱۰۰تا۱۰۸ج۱)

(۹)......قاضی علم الدین بن عین الدین صدیقی شاطبی گجراتی رحمہ اللہ

قاضی علم الدین بن عین الدین بن نجم الدین صدیقی شاطبی گجراتی رحمہ اللہ تجوید و قراءت اورفقہ وعربیت کے نامور علماء میں سے تھے۔۸۸/سال کی عمرپائی۔آپ کی وفات ۲۰/رمضان المبارک ۸۶۰ھ بروز پیر ہوئی۔

(عرب ممالک اورصوبۂ گجرات کے تعلقات ص۴۴۴)

(۱۰)......شیخ عبداللطیف احمد آبادی رحمہ اللہ

(۳)......شیخ عبداللطیف احمد آبادی: آپ حضرت قطب عالم برہان الدین بخاری رحمہ اللہ کے خلیفۂ خاص تھے، شیخ انہیں بارہویں صاحبزادے فرمایا کرتے تھے۔ظاہری و باطنی علوم میں کمال حاصل تھا۔نو کتابیں تصنیف فرمائیں۔

بڑے زبردست متقی ومتوکل عالم ربانی تھے۔گذراوقات توکل پر تھا،کوئی وجہ معیشت اپنے لئے مقرر نہیں کی۔اکثر اوقات فقروفاقہ میں گذارتے۔ایک روز اہل وعیال نے آکر تنگ کیا کہ آپ حکومت سے کوئی چیز قبول نہیں کرتے تو کیا ہماری روزی آپ کے مصلی کے نیچے سے آئے گی؟ حضرت نے تسلی دی اور فرمایا: آپ ﷺ نے فقروفاقہ کی قدرومنزلت معلوم کرکے فرمایا تھا'' الفقر فخری ''اور ہم بھی آپ ﷺ کے غلام ہیں، جتنا ہوسکے آپ ﷺ کی پیروی ہمیں کرنی چاہئے ،اگر چہ ہمارے شیخ نے کئی دفعہ خزائن الٰہی میں تصرف کرنا عطا کیا تھا،لیکن ہم نے گوشۂ چشم سے اس کی طرف نگاہ نہیں کی،حجرے میں آکر اپنی ضرورت کے موافق لے لو،وہ حجرے میں آئے تو دیکھا کہ پورا حجرہ جواہر واشرفیوں سے بھرا ہوا ہے۔

آپ قرأت وتجوید کے بہت اچھے استاذ تھے۔سید جعفر شیرازی رحمہ اللہ نے آپ سے قرأت سبعہ پڑھ کر درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔

آپ کی مشہور تصنیف ''لطائف برہانی'' ہے۔ایک اور معرکۂ آراء کتاب'' منشور خلافت'' ہے۔

۴/رمضان المبارک ۸۸۵ھ مطابق ۱۷/۱اکتوبر ۱۴۸۰ء میں وفات ہوئی۔پٹن میں مدفون ہیں۔(مشائخ احمد آباد ص ۲۵۵ ج۱)

(۱۱)......سید محمد زاہد بن قطب عالم بخاری رحمہ اللہ

سید محمد زاہد بن قطب عالم بخاری رحمہ اللہ: ۹؍رجب ۸۴۸ھ مطابق :۲۱؍اکتوبر کو احمد آباد میں پیدا ہوئے۔

بچپن میں حفظ قرآن کے بعد: ۲۰؍سال کی عمر میں تجوید فقہ حدیث اور جملہ علوم وفنون کی تحصیل سے فراغت پائی۔ آپ نہایت خوش الحان قاری تھے۔ قطب عالم کی حیات میں نماز باجماعت کے امام تھے۔

برادر اکبر شاہ عالم کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے اور ان کی خصوصی توجہات سے جلد ہی مقصد کو پہنچے اور حصول نسبت پر خلافت پائی۔ بعض حضرات نے آپ کو بلا واسطہ والد ماجد کا خلیفہ بھی بتایا ہے۔

آپ کو قطرات سے حفاظت کی خاطر استنجاء میں دیر ہوتی اور اس میں کافی احتیاط برتتے، اس لئے شاہ عالم رحمہ اللہ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ: سید زاہد کا استنجاء دوسروں کے بہت سے مجاہدات اور ریاضتوں سے بہتر ہے۔ شاہ عالم کا خصوصی فیض آپ کو پہنچا۔

حضرت شاہ عالم نے وصال سے قریب ایک واقعہ کی وجہ سے فرمایا: محمد زاہد جیسا تیرا نام ہے تو زہد اور بے رغبتی کی صفت سے بدرجۂ اکمل واتم متصف ہے۔

۶؍شعبان ۸۹۲ھ مطابق ۲۶؍جولائی ۱۴۸۷ء کو بٹوہ میں رحلت فرمائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ (مشائخ احمد آباد ص ۲۵۸ ج۱)

(۱۲)......شیخ ابراہیم برہانپوری رحمہ اللہ

شیخ ابراہیم برہانپوری رحمہ اللہ: آپ اصلا احمد آباد کے رہنے والے تھے۔ قراءت و تجوید کے ماہر تھے، احمد آباد میں بھی اور وہاں سے برہان پور جانے کے بعد بھی اپنے درس کو

جاری رکھا۔۹۰۱ھ میں وفات پائی۔

(تاریخ احمد آباد ص۳۴، بحوالۂ عرب ممالک اور صوبۂ گجرات کے تعلقات ص۴۴۴)

(۱۳)......شیخ، مقری محمود بن محمد گجراتی

شیخ مقری محمود بن محمد گجراتی: مشہور عالم دین راجح بن داؤد رحمہ اللہ کے استاذ ہیں۔ حضرت مولانا عبدالحئی صاحب رحمہ اللہ آپ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: **الشیخ الفاضل محمود بن محمد المقری الحنفی الگجراتی، احد العماء المشهورین فی عصره۔**

(نزھۃ الخواطر ص۱۳۷ ج۳۔ عرب ممالک اور صوبۂ گجرات کے تعلقات ص۴۴۴)

(۱۴)......شیخ مودود بن قاضی علم الدین رحمہ اللہ

شیخ مودود بن قاضی علم الدین رحمہ اللہ: علم قراءت وتجوید میں مہارت ولیاقت تامہ رکھتے تھے۔ علماء کرام کی ایک بڑی جماعت آپ سے استفادہ کرتی تھی۔۸۵؍سال کی عمر پائی، پٹن میں آپ کا:۹۱۳ھ میں انتقال ہوااور وہیں مدفون ہوئے۔

(نزھۃ الخواطر ص۳۲۸ ج۴۔ عرب ممالک اور صوبۂ گجرات کے تعلقات ۴۴۵)

(۱۵)......سید احمد بن سید جعفر شیرازی رحمہ اللہ

سید احمد بن سید جعفر شیرازی رحمہ اللہ علم قراءت وتجوید میں بڑے ماہر تھے۔ اکابر سے فیوض وبرکات کی نعمتیں بھی خوب پائیں۔ اس پر ریاضت ومجاہدہ مزید براں، ہر رات کی دو رکعت میں پندرہ پارہ تلاوت کا معمول تھا۔ خشکی کے راستہ سے حرمین شریفین کا سفر فرمایا، بعض اوقات کھانا بھی میسر نہ ہوتا تو خفیہ طور پر درختوں کے پتے کھا کر گذارا فرماتے۔ اپنے حالات فقر کے اخفاء کے لئے عمدہ لباس تن فرماتے۔ حکام وقت کا وظیفہ قبول نہ

فرماتے۔ ہمایوں کے دور میں جب اکثر علماء و مشائخ ترک وطن پر مجبور ہوئے، مگر آپ وہیں مقیم رہے اور ہر ایک کو حسب ضرورت غلہ' کھانا پینا برابر پہنچاتے رہے۔ چالیس سال خلوت میں گذارے، صرف جمعہ و عیدین کے لئے باہر تشریف لے جاتے، ورنہ فرض نمازیں باجماعت اپنے گھر میں ادا فرماتے۔ پھر ایک واقعہ کی وجہ سے بارہ سال تک جمعہ و عیدین کے لئے باہر نکلنا چھوڑ دیا۔ صفر ۹۴۴ھ میں انتقال ہوا۔ (مشائخ احمد آباد ص۹۴ ج ۲)

(۱۶)......شاہ فضل اللہ کاشانی ثم احمد آبادی رحمہ اللہ

شاہ فضل اللہ کاشانی ثم احمد آبادی رحمہ اللہ: کاشان سے منتقل ہو کر احمد آباد میں مقیم ہو گئے، اور شاہ غزنی رحمہ اللہ کے دامن ارادت سے وابستہ ہو کر ان کے خلیفہ ہوئے۔ قرآن کریم سے آپ کو خصوصی شغف تھا، تجوید کی تعلیم پر خصوصی اہتمام فرماتے۔ کتب تصوف کے درس کا بھی معمول تھا۔ ۱۵/ جمادی الاولی ۹۴۶ھ میں وفات پائی۔

(مشائخ احمد آباد ص۹۷ ج۲)

(۱۷)......شیخ ابراہیم قاری شطاری رحمہ اللہ

شیخ ابراہیم قاری شطاری رحمہ اللہ کا آبائی وطن سندھ ہے۔ شیخ محمد عارف باللہ رحمہ اللہ خلیفہ تھے۔ ظاہری و باطنی کمالات سے آراستہ تھے۔ تجوید پر عبور حاصل تھا۔ دل گداز آواز سے قرآن مجید پڑھتے تھے۔ حضرت مسیح الاولیاء اور آپ کے پیر و شیخ علم قرأت میں آپ کے شاگرد تھے۔ حضرت غوث الاولیاء جب احمد آباد تشریف لائے تو شیخ ابراہیم کے کمالات اور حسن قرأت کا ذکر کیا' غوث الاولیاء کو قرأت سے بڑا شغف تھا، یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ نمازوں میں آپ ہی امامت کیا کریں، اور آپ کی خوش الحانی سے متأثر ہو کر ''مرغ لاہوتی'' کا خطاب دیا۔ پوری زندگی نہایت سادہ اور بے تکلفی متواضع و متوکل

وضع پر قائم رہے، لباس میں سلے اور بے سلے کی تخصیص نہ تھی۔ روحانیت میں آپ کا مقام یہ تھا کہ ایک مرتبہ کسی نے کہا تھا کہ کھانا کھاتے وقت رب کا نام یاد رکھنا چاہئے، آپ نے فرمایا: ابراہیم کے نزدیک صوفی وہ ہے جو رازقِ حقیقی کے مشاہدے کے بغیر کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھائے۔

آپ کی وفات: ۹۹۱ھ میں ہوئی، مادہ تاریخ ''صاحب فیض'' ہے۔ برہان پور میں مدفون ہیں۔ (مشائخ احمد آباد ص ۱۸۹ ج ۲)

(۱۸)......شیخ شہاب الدین احمد بن بدرالدین مصری شافعی رحمہ اللہ

شیخ شہاب الدین احمد بن بدرالدین مصری شافعی رحمہ اللہ علم و فضل میں نامور، صلاح و تقوی میں مشہور تھے۔ قلیل الاختلاط تھے۔ آپ کی ولادت: ۹۰۳ھ میں مصر میں ہوئی، مشائخ مصر سے تعلیم حاصل کی، شیخ الاسلام زین الدین زکریا انصاری رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سے تھے۔

آپ کی ولادت سے قبل والد محترم صاحب فراش ہوگئے، تو انہوں نے بواسطہ نبی اکرم ﷺ اپنی صحت کے لئے دعا کی، خواب میں دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے کندھے پر تھپکی دے کر فرمایا: اے ابو احمد کھڑے ہو جاؤ، تو وہ صحت یاب ہوگئے۔ ان کے فرزند متولد ہوا، اس کا نام احمد رکھا، تب سے ان کی کنیت ''ابو احمد'' قرار پائی۔

فقہ میں ''منہاج'' قرأت میں ''شاطبیہ'' حدیث میں مقدسی کی ''عمدۃ'' اور نووی کی ''اربعین'' نحو میں ''اجرومیہ'' اور ''مختصر ابی الشجاع'' ازبر اور حفظ تھیں۔ تمام ہی علوم میں دسترس حاصل تھا، مگر علم الحرف، علم الفلک اور علم المیقات، میں آپ کو ید طولی حاصل تھا۔

آپ کی کئی تصانیف ہیں:

(ا)......شرح المنهاج للنووی۔

(۲)......شرح شاطبیہ۔

(۳)......العمدة للمقدسی۔

(۴)......الاربعین۔

۴؍صفر۹۹۲ھ مطابق:۱۵۸۴ءشب جمعہ احمدآباد میں داعی اجل کو لبیک کہا،انتقال کے وقت عمر:۹۰؍سال تھی۔(مشائخ احمدآبادص۲۱۵ج۲)

(۱۹)......شیخ محمد بن احمد فاکہی رحمہ اللہ

شیخ محمد بن احمد فاکہی رحمہ اللہ کی ولادت مکہ مکرمہ میں:۹۲۳ھ میں ہوئی۔جمیع علوم میں یدطولی حاصل تھا۔آپ کے اساتذہ کی تعداد:۹۰؍سے زیادہ ہے۔اشتغال بالعلم کا یہ عالم تھا کہ اربعین نوویہ،عقائدنسفیہ،المقنع درفقہ حنبلیہ،جمع الجوامع،الفیہ ابن مالک،تلخیص المفتاح شاطبیہ درقرأت،نورالسعیدلابن سیدالناس،یہ ساری کتابیں ازبریادتھیں۔

مذاہب اربعہ کی کتب بھی پڑھیں۔قرآن مجید کے بھی جید حافظ تھے،اورقرآن کریم ساتوں قرأتوں میں تلاوت کرتے۔آپ نے نظم ونثر دونوں میں کئی مفید رسالے تحریر فرمائے،منجملہ ان کے:

(ا)......آیت الکرسی کی تفسیر۔

(۲)......نورالابصارشرح مختصرالانوار۔

(۳)......رسالہ درلغت۔

(۴)......باب السلاطین۔

مشہورر ہیں۔شعرگوئی کا ملکہ بہت عمدہ تھا۔آپ بڑے فیاض تھے،اشراف اورعرب کے

لوگوں میں سے کوئی بھی ہندستان آیا وہ آپ کا احسان مند رہا۔

تیس سال تک درس و تدریس اور خدمت خلق کے بعد بروز جمعہ ۲۱/ جمادی الاولی ۹۹۲ھ میں احمد آباد میں ہوئی۔(مشائخ احمد آباد ص ۲۱۱ ج ۲)

(۲۰)......شیخ وجیہ الدین علوی رحمہ اللہ

شیخ وجیہ الدین علوی رحمہ اللہ، اپنے زمانہ کے مشہور اکابر علماء میں سے تھے، علوم دینی میں بے پناہ تبحر رکھتے تھے۔ کثرت تصانیف اور تدریس میں کوئی معاصر ان کی برابری نہیں کرسکتا، بلکہ بعد کے لوگوں میں ایسے مرجع الخواص مشائخ کم ہی رہے ہیں۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد: ۸۴/ ہزار تک پہنچ گئی تھی۔

۲۲/ محرم الحرام ۹۱۰ھ مطابق ۱۵۰۰ء میں چانپانیر میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے نیک طینت تھے، ذہانت و یادداشت بلا کی پائی تھی، پانچ سال کی عمر میں ناظرہ اور سات سال میں تجوید کے ساتھ قرآن مجید حفظ مکمل کرلیا۔ پھر علوم متداولہ کی تحصیل میں مشغول ہوئے اور اپنے چچا سید شمس الدین رحمہ اللہ سے عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، پھر اپنے ماموں سید ابوالقاسم رحمہ اللہ سے حدیث کا درس لیا، چودہ پندرہ سال کی عمر میں فن حدیث میں اس درجہ مہارت حاصل کرلی کہ اس زمانہ کے مشہور محدث علامہ محمد بن مالکی اور حضرت ابو البرکات' شاہ عبدالملک عباسی سے باقاعدہ تحصیل کرکے سند فراغت حاصل کی۔

اس کے بعد علوم عقلیہ کی طرف توجہ کی اور مولانا عمادالدین اور ابوالفضل محمد مظہر الدین کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور چوبیس سال کی عمر میں علوم ظاہری کی تکمیل کرلی، پھر تقریبا: ۶۷/ سال تک احمد آباد میں معقول و منقول کے پڑھانے میں اپنے اوقات بسر کئے آپ کی حیات ہی میں آپ کے شاگردوں نے احمد آباد سے لاہور تک علم دین کو پھیلایا۔

فراغت کے بعد سے: ۸۴؍سال کی عمر تک درس و تدریس کا سلسلہ قائم رہا۔ آپ کی طبیعت پر طریقت و سلسلہ اور باطنی شغل کا اس قدر غلبہ ہوا کہ کبر سنی میں درس بھی موقوف فرما دیا، اور ہمہ تن طریقت ہی کے ہو کے رہ گئے، اسی اثناء میں ایک رات آپ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ’’مدرسہ میں درس دینا نہ چھوڑو‘‘ اس ارشاد عالی پر دوبارہ درس دینا شروع کر دیا اور تادم آخر یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ مذکورہ خواب کے بعد مدرسہ کا نام تبدیل کر دیا، اور ’’مدرسہ عالیہ علویہ‘‘ سے ’’مدرسہ محمدیہ‘‘ رکھ دیا۔

آپ نے متعدد بزرگوں سے فیض پایا، پہلے اپنے والد رحمہ اللہ سے چشتیہ اور مغربیہ سلسلہ کی تعلیم لی، پھر شیخ قاضی خان چشتی رحمہ اللہ کی صحبت میں رہ کر علوم باطنی حاصل کرتے رہے۔ ان کی وفات کے بعد شیخ میاں بدرالدین ابوالقاسم سہروردی رحمہ اللہ سے تعلق قائم کیا، جب جذبۂ شوق کا غلبہ ہوا تو سید کبیر الدین مجذوب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، نیز آپ نے شیخ نجم الدین صدیقی رحمہ اللہ سے بھی فیض پایا، آخر میں سید غوث گوالیاری شطاری رحمہ اللہ کے دامن تربیت سے وابستہ ہوئے اور خلافت حاصل کی۔ شیخ وجیہ الدین رحمہ اللہ، شیخ گوالیاری رحمہ اللہ کے خلیفہ ضرور تھے، مگر ایسے خلیفہ تھے کہ مرشد کو بھی ان پر فخر تھا۔

آپ بڑے صاحب صدق وصفا، قناعت کے پیکر تھے، جو حاصل ہوتا طلبہ پر صرف کر دیتے، اپنے دولت کدہ اور مسجد کے علاوہ کوئی مشغلہ نہ تھا۔ زندگی نہایت سادہ تھی، موٹا کپڑا پہنتے اور عام لوگوں کی طرح رہتے۔ امیروں کے گھر پر خود کبھی نہ جاتے، ایک دو مرتبہ حکام وقت کی طلب پر مجبوراً جانا پڑا۔

شیخ وجیہ الدین رحمہ اللہ کثیر التصانیف تھے، ان کی تصانیف میں سے چند کے اسماء یہ

ہیں:

(۱)......حاشیہ تفسیر بیضاوی۔

(۲)......حاشیہ کشف الاصول بزدوی۔

(۳)......حاشیہ ہدایہ۔

(۴)......حاشیہ شرح مقاصد۔

(۵)......حاشیہ شرح نخبۃ الفکر۔

(۶)......حاشیہ عضدیہ۔

(۷)......حاشیہ مطول۔

(۸)......حاشیہ شرح چغمنی۔

(۹)......حاشیہ شرح ملا۔

(۱۰)......حاشیہ مختصر المعانی۔

(۱۱)......حاشیہ تلویح۔

(۱۲)......حاشیہ علی المواقف۔

(۱۳)......حاشیہ شرح عقائد۔

(۱۴)......حاشیہ شرح تجرید۔

(۱۵)......حاشیہ علی شرح الوقایہ۔

(۱۶)......حاشیہ شرح جامی۔

(۱۷)......حاشیہ مختصر۔

(۱۸)......حاشیہ قطبی۔

(۱۹)......شرح ارشاد النحو۔

(۲۰)......وافیہ شرح کافیہ۔

۸۸ر سال کی عمر میں محرم ۹۹۸ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔ (مشائخ احمد آباد ۱۷۲ج ۱)

(۲۱)......شیخ مبارک بن شیخ خضر ناگوری رحمہ اللہ

شیخ مبارک بن شیخ خضر ناگوری رحمہ اللہ قریشی النسل تھے۔ ۹۱۱ھ میں ولادت ہوئی، چار سال کی عمر سے تعلیم شروع ہوئی، چودہ سال کی عمر میں علوم متداولہ سے فارغ ہوئے۔ احمد آباد پہنچ کر ابوالفضل اور مولانا عماد عطاری سے بھی استفادہ کیا۔

سلوک وتصوف میں بھی اعلی مقام حاصل تھا، شیخ یوسف و شیخ عمر سے سلسلہ شطاریہ، چشتیہ، سہروردیہ میں اجازت حاصل کی۔ ۹۵۰ھ میں آگرہ پہنچے، اس وقت عمر: ۳۹ر سال تھی۔ میر رفیع الدین صفوی کی خانقاہ میں قام کیا۔

شیخ چندن قریشی کی صاحبزادی سے نکاح ہوا، پھر درس وتدریس میں لگ گئے، آپ چاروں ائمہ کے احکام سے واقف تھے۔ آپ کے درس میں ہر مذہب وملت کا آدمی شامل ہوتا۔ اپنے زمانہ کے بڑے کامل شخص تھے، صلاح وتوکل، زہد وتقوی میں فائق اقران تھے۔ ہمیشہ علوم دینیہ کے درس میں مشغول رہے، علم تصوف کو کمال درجہ پر پہنچایا تھا۔ شاطبی آپ کو زبانی یاد تھی۔ قرآن شریف مع قرأت عشرہ کے یاد تھا۔

آپ کے کتب خانہ میں پانچ سو کتابیں ضخیم خود آپ کے قلم سے لکھی ہوئی موجود تھیں۔ آپ کی ایک تصنیف ’’منبع نفائس العلوم‘‘ یا ’’منبع عیون المعانی‘‘ ہے۔

۱۷ر ذیقعدہ ۱۰۰۹ھ مطابق: ۱۹ر مئی ۱۶۰۱ء میں وصال ہوا، آگرہ میں مدفون ہیں۔

(مشائخ احمد آباد ص ۲۷۴ ج ۲)

(۲۲)......شاہ محمد بن فضل اللہ جونپوری ثم برہانپوری رحمہ اللہ

شاہ محمد بن فضل اللہ جونپوری ثم برہانپوری: آپ کا نسب نامہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ سے ملتا ہے۔ ۹۵۱ھ کے قریب احمد آباد میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے یتیمی کا دور دیکھا، نوجوانی میں حضرت شیخ صفی الدین رحمہ اللہ کی خدمت حاضر ہوئے، بیعت کی اور انہیں سے خلافت حاصل کی۔ پھر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور بارہ سال تک شیخ علی متقی رحمہ اللہ کی صحبت میں رہ کر ظاہری و باطنی فیض حاصل کیا۔ وہاں سے احمد آباد آ کر شیخ وجیہ الدین رحمہ اللہ کی خدمت میں زانوئے تلمذ تہ کیا اور بارہ سال آپ سے علوم وفنون میں مہارت پیدا کی، پھر شیخ ابومحمد بن خضر تمیمی کی خدمت میں روحانی نعمتیں حاصل کیں۔

علوم ظاہری و باطنی سے فراغت پر برہانپور مدرسہ اور مسند ارشاد و ہدایت کو زینت بخشی۔ چشتیوں کے مشہور بزرگوں میں آپ کا شمار تھا۔ شیخو پورہ کے نام سے ایک محلّہ آباد کیا، جس میں حفاظ کے تین سو گھر تھے، آپ کا یہ محیر العقول فیض تھا کہ فجر کے بعد پوری بستی سے قرآن کے علاوہ کوئی آواز نہیں سنائی دیتی۔

آپ کی خدمت میں جو ہدایا آتے ان کے تین حصے فرماتے: ایک حصہ بیوی بچوں کے لئے، ایک فقراء وطلبہ کے لئے، اور ایک مدینہ منورہ بھیج دیتے۔ آپ حقیقی معنی میں عاشق رسول (ﷺ) تھے۔ سنت کے بیحد پابند تھے۔ آخری عمر میں درس وتدریس سے فراغت حاصل کر لی اور یاد خدا اور خلق کی روحانی رہنمائی کے لئے اپنے کو وقف کر دیا تھا۔ تصنیف و تالیف میں بھی آپ کا مقام بلند تھا۔ وحدۃ الوجود کے زبردست حامی تھے، اسی مسئلہ میں آپ کا رسالہ ”التحفة المرسلة الی النبی“ (ﷺ) مشہور ہے۔ اس رسالہ میں قرآن و حدیث وغیرہ دلائل سے مسئلہ وحدۃ الوجود کو خوب مدلل فرمایا ہے۔

۸۶؍سال کی عمر میں ۲؍رمضان المبارک ۱۰۲۵ھ (یا ۱۰۲۹) میں وفات پائی۔

(مشائخ احمد آباد ص ۳۰۶ ج ۱)

(۲۳)......شیخ محمد بن الحسن بن موسی المندوی رحمہ اللہ

شیخ محمد بن الحسن بن موسی المندوی رحمہ اللہ کی ولادت: ۱۱؍رجب کو ''مندو'' بستی میں ہوئی۔ فارسی کے ابتدائی رسائل اور قرآن پاک کی قواعد تجوید کی رعایت کے ساتھ مکمل تعلیم شیخ کمال الدین القرشی رحمہ اللہ سے حاصل کی، گیارہ سال کی عمر میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، والدہ نے سترہ سال کی عمر میں نکاح کروادیا۔ بعد نکاح بھی حصول علم میں مشغول رہے۔ آگرہ کا سفر کر کے وہاں بھی علم حاصل کیا، پھر: ۹۹۰ھ میں گجرات لوٹے اور مدرسہ شیخ وجیہ الدین میں کتب درسیہ پڑھی۔ ۹۹۴ھ میں واپس مندو لوٹ گئے۔ ۱۰۲۲ھ تک آپ وہی مقیم رہے۔ تاریخ وفات معلوم نہ ہوسکی۔ (عرب ممالک اور صوبۂ گجرات کے تعلقات ۴۴۸)

(۲۴)......شیخ احمد بن ابوبکر ابن الشلی یمنی رحمہ اللہ

شیخ احمد بن ابوبکر ابن الشلی یمنی: تریم میں ۱۰۱۹ھ مطابق ۱۶۱۰ء میں پیدا ہوئے۔ حفظ اور تجوید شیخ محمد باعیشہ سے پڑھی۔ جزری، عقیدۂ غزالیہ، اربعین نوویہ وغیرہ کتابیں حفظ کیں، متعدد مشائخ سے فقہ، حدیث اور علوم عربیہ میں مہارت حاصل کی۔ علوم باطنی میں بھی متعدد مشائخ سے اجازت وخلافت پائی۔ علم کے شوق میں ہندوستان کا سفر کیا، یہاں بھی مشائخ سے علم ظاہری وباطنی حاصل کیا، پھر حرمین شریفین کا قصد کیا اور وہاں کے مشائخ سے استفادہ فرمایا۔ حساب وفرائض اور لغت میں بہت اونچے مرتبے پر فائز تھے۔ نہایت خوش اخلاق تھے۔ مخلوق کی اذیت پر صبر فرماتے، اذیت پہنچانے والے کی بھی برائی نہیں فرماتے، مساکین وفقراء سے محبت رکھتے۔ فرماتے: جس کو اللہ تعالی اس زمانہ میں فقر میں رکھے اس

کا معتقد ہونا چاہئے۔ کسی پر غصہ نہ فرماتے۔ غیبت سے بہت محترز رہتے۔ رات رات قیام میں گذارتے۔ ۱۰۵۷ھ مطابق ۱۶۴۷ء میں وفات پائی۔ (مشائخ احمد آباد ص ۳۵۸ ج ۲)

(۲۵)......شیخ سید جعفر مجید عالم رحمہ اللہ

شیخ سید جعفر مجید عالم رحمہ اللہ: فقہ وتصوف کے مشہور عالم سید جلال حمید عالم کے فرزند ہیں، آپ کی ولادت احمد آباد میں ربیع الثانی ۱۰۸۱ھ میں ہوئی۔ نو سال کی عمر میں قرآن مجید تجوید کے ساتھ حاصل کیا۔ احمد آباد ہی میں نشو نما پائی۔ فضل وصلاح میں مشہور ہوئے۔ اپنے والد ماجد سے علوم دین اور تصوف وسلوک کی منزلیں طے کیں، پھر درس وتدریس میں مشغول ہوگئے اور والد صاحب کے جانشین ہوئے۔ آپ صاحب کشف وکرامات تھے۔ آپ کی وفات محرم الحرام: ۱۱۲۰ھ میں والد ماجد کی حیات ہی میں احمد آباد میں ہوئی۔

(مشائخ احمد آباد ص ۱۸۳ ج ۱)

(۲۶)......قاضی عبدالرسول بن محمد بن عبدالوہاب عثمانی رحمہ اللہ

قاضی عبدالرسول بن محمد بن عبدالوہاب عثمانی رحمہ اللہ احمد آباد کے قریب پیدا ہوئے۔ علمائے صالحین میں سے تھے۔ علوم ظاہری وباطنی میں کمال حاصل کیا۔ قرأت وتجوید شیخ فریدالدین رحمہ اللہ سے پڑھی۔ پھر دہلی کا سفر کیا، وہاں سے دھولقہ کی قضا کا منصب سپرد ہوا اور پانچ سال تک اسے نبھایا۔ کلکتہ کا سفر بھی ہوا، عالمگیر رحمہ اللہ سے جب ملاقات ہوئی تو احمد نگر کی قضا کا عہدہ سپرد کیا اور تادم حیات اس پر فائز رہے۔ درس وتدریس کا مشغلہ بھی برابر جاری رکھا۔ ۱۰ر شوال ۱۱۳۰ھ مطابق ۱۴ر ستمبر ۱۷۱۸ء کو پیر کی شب میں انتقال فرمایا۔

(مشائخ احمد آباد ص ۴۳۰ ج ۲)

(۲۷)......شیخ محمد صالح بن شیخ نورالدین رحمہ اللہ

شیخ محمد صالح، آپ شیخ نورالدین کے صاحبزادے اسم بامسی تھے۔صاحب علم وتقوی اورصاحب جودوسخا تھے، والد ماجد کے صحیح جانشین، شاگرداورمرید تھے۔تمام علوم والد ماجد سے حاصل کئے، سات سال کی عمر میں قرآن مجید مع تجوید کے حفظ کرلیا اورخوب یاد تھا۔امراء وفضلاء وقت آپ کی قابلیت واستعداد کے معترف تھے۔ ۱۶/ جمادی الثانی ۱۱۴۷ھ میں شاہ جہاں آباد میں انتقال ہوا۔(مشائخ احمد آباد ص۱۹۲ ج۱)

(۲۸)......حضرت مولانا غلام برہانپوری رحمہ اللہ

حضرت مولانا غلام برہانپوری رحمہ اللہ: احمد آباد میں پیدا ہوئے اورابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی، پھر لکھنؤ ودہلی کا سفر فرمایا۔ برہانپور کے والی شیخ انور گوپاموی اپنے ساتھ برہانپور لے گئے اوران کے لئے ایک مدرسہ بنوایا اور سالانہ: ۳۶/ ہزارروپیہ وظیفہ مقرر کیا، ایک مدت تک آپ نے اس مدرسہ میں تدریسی کی خدمات انجام دیں۔ جب آصف جاہ برہانپور آیا تو آپ نے اس کی خدمت میں حاضری نہ دی، جس سے وہ ناراض ہوگیا اور وظیفہ بند کردیا، شیخ محمد انور کی سفارش پرآصف جاہ نے حضرت کی مہر طلب کی، آپ کے پاس کوئی مہر نہ تھی، ایک شاگرد محمد فاضل نے مہر بنوائی، مولانا نے توڑ دی کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔۱۱۴۹ھ مطابق ۱۷۳۶ء میں وفات پائی۔(مشائخ احمد آباد ص۱۴۱ ج۲)

حاجی رفیع الدین مرادآبادی اپنے کتاب ''اخبارالحرمین الشریفین'' میں لکھتے ہیں: انہ کان عالما مفردا فی التجوید والقراءۃ، متبحرا فی العلوم والفنون'' دیگرعلوم وفنون کے ساتھ آپ علم قراءت وتجوید میں بھی یکتائے روزگار تھے۔

(عرب ممالک اورصوبۂ گجرات کے تعلقات ص۴۴۹)

آپ ہی کی بدولت سورت میں علم قراءت مشہور ہوا۔قادریہ سلسلہ میں خلافت شیخ حبیب اللہ سے حاصل کی۔(حقیقت السورت ص ۱۷۶)

(۲۹)......شیخ نورالدین بن محمد صالح احمد آبادی رحمہ اللہ

شیخ نورالدین بن محمد صالح احمد آبادی کا شماران علماء میں ہے جنہوں نے اپنی زندگی علم کی خدمت کے لئے فنا کردی تھی اور دنیا کے عیش وآرام سے کوئی تمتع حاصل نہ کیا حتی کہ شاہی وظیفہ بھی کبھی قبول نہیں فرمایا۔آپ یگانۂ روزگار عالم، متقی، صوفی، فلسفہ و منطق اور ریاضی کے بڑے ماہر تھے۔

آپ کی ولادت: ۹؍جمادی الاولی ۱۰۶۳ھ مطابق ۱۶۴۳ء میں ہوئی۔آپ کی والدہ ماجدہ بھی عالمہ، زاہدہ تھیں، اپنے لڑکے کو فارسی خود پڑھائی۔''گلستاں'' بچپن ہی میں معنی سمیت اپنے والد ماجد سے صرف سات روز میں پڑھی۔دس سال کی عمر میں حفظ قرآن مجید کی تکمیل کی۔

علوم ظاہری کی اکثر کتابیں شیخ احمد بن سلیمان اور شیخ فرید الدین رحمہما اللہ سے پڑھیں۔علوم حدیث شیخ محمد بن جعفر حسینی بخاری رحمہ اللہ سے حاصل کئے، نیز سلوک بھی ان کی خدمت میں رہ کر طے کیا اور بڑا مقام حاصل کیا۔علامہ وجیہ الدین رحمہ اللہ کے بعد گجرات میں باعتبار درس و تدریس اور کثرت تصانیف کے ان سے بڑھ کر کوئی نہیں تھا۔ علامہ کی تمام کتب درسیہ کی شروح وحواشی لکھے۔آپ نے ایک سوستر کتابیں تصنیف کیں۔

شیخ بڑے عابد وزاہد تھے،شب میں دو مرتبہ اٹھ کر نماز پڑھتے اور سونے سے پہلے ایک ہزار مرتبہ''لا الہ الا اللہ''اور ایک ہزار مرتبہ درود شریف کا معمول تھا،اس کے علاوہ روزانہ قرآن کریم ختم کرنے کا بھی معمول تھا۔

۱۱۴۳ھ میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ پندرہ سال کی عمر سے اخیر تک آپ کا اربعینہ چلہ اور اعتکاف کبھی فوت نہیں ہوا۔

آپ کی تصنیفات میں:

(۱)......التفیسر النورانی للسبع المثانی۔

(۲)...... حاشیه تفسیر بیضاوی۔

(۳)......نور القاری شرح صحیح البخاری۔

(۴)......الحاشیة القویمه علی الحاشیة القدیمه۔

(۵)......حاشیه شرح مواقف۔

(۶)......حاشیه شرح مقاصد۔

(۷)......حاشیه شرح مطالع۔

(۸)......حاشیه تلویح۔

(۹)......حاشیه عضدیه۔

(۱۰)......حاشیه شرح وقایه۔

(۱۱)......حاشیه مطول۔

(۱۲)......شرح مطول۔

(۱۳)......شرح ملا۔

(۱۴)......حاشیه قطبی۔

(۱۵)......حاشیه شرح کافیه۔

(۱۶)......حاشیه بر منهل۔

(۱۷)......شرح تهذيب المنطق۔

(۱۸)......شرح فصوص الحكم۔ وغیرہ ہیں۔

سورۂ فاتحہ کی تفسیر نظم میں ہے، جس میں بارہ ہزار بیت ہیں۔ اسی طرح پارہ الم کی تفسیر چھ ہزار بیت میں آپ نے فرمائی۔ یہ تصانیف آپ کے علم وفضل فصاحت وبلاغت کی شاہد ہیں۔

آپ کی وفات: ۹۱؍سال کی عمر میں سہ شنبہ کی دوپہر: ۹؍شعبان المعظم ۱۱۵۵ھ مطابق ۱۸؍اکتوبر ۱۷۴۲ء کو ہوئی اور اپنے مدرسہ کے قریب احمد آباد میں مدفون ہیں۔ تاریخ وفات اس قدر کہی گئیں کہ ایک رسالہ تیار ہوگیا، جن میں سب سے اکمل تاریخ یہ ہے:

''وارث اہل سنت است'' (مشائخ احمد آباد ص۱۸۴ ج۱)

(۳۰)......قاضی سید رحمت اللہ صاحب رحمہ اللہ

راقم الحروف نے ''ذکر صالحین'' (ص۳۴۴ ج۳) میں موصوف کے حالات میں لکھا ہے:

مولانا رحمت اللہ صاحب لاجپوری رحمہ اللہ کے دادا قاضی سید رحمت اللہ صاحب رحمہ اللہ بھی عالم باعمل اور ممتاز قراء میں تھے۔ قراءۃ سبعہ میں ملکۂ تامہ حاصل تھا۔ خوش الحانی میں بے مثال تھے۔ حکیم عبدالحئی صاحب رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''كان يقرأ القرآن على سبع قراء ات ولم يكن في بلاده مثله في القراء ة''۔

فقہ اور اصول عربیہ سے بھی کامل مناسبت تھی۔ سورت میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔

دومرتبہ حج بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ دوسری مرتبہ حج سے واپسی پر جہاز طوفان آب میں غرق ہوجانے کے سبب شہادت کی موت پائی، یہ واقعہ: ۱۲۶۴ھ میں پیش

آیا۔ ؎

قاری سبع قرأت خوش لحن		بود سید رحمت اللہ نام شان
ناگہاں از صدست طوفان آب		غرق شد گشتہ آں جہاز واہل آن
کشتی عمر پاک جناب نیز		شد غریق بحر رحمت نا گہان

(نزہۃ الخواطر ص ۱۷۷ ج ۷۔ حقیقۃ السورۃ ص ۹۴)

(۳۱)......شیخ اسماعیل بن ابی اسماعیل سورتی رحمہ اللہ

شیخ اسماعیل بن ابی اسماعیل سورتی رحمہ اللہ گجرات میں پیدا ہوئے اور وہیں ابتدائی علوم حاصل کیے۔ حافظ عبدالرحمٰن القاری السورتی رحمہ اللہ سے مکمل قرآن مع تجوید پڑھا۔ ۲۵ رشوال المکرّم ۱۲۸۷ھ کو سورت میں وصال ہوا۔

(عرب ممالک اور صوبۂ گجرات کے تعلقات ص ۴۵۰)

(۳۲/۳۳/۳۴/۳۵/۳۶)......اولیاء سورت کے قراء

سورت میں اولیاء اور سادات بخاری کی تاریخ میں کئی قرّاء کا تذکرہ تلاش پر مل جائے گا۔ سید عبدالجلیل شاہ عالم بخاری رحمہ اللہ کے صاحبزادے تھے۔ آپ کے اولاد میں سید عزیز اللہ نے حفظ کے ساتھ قرأت کی تعلیم لی۔

سید عبدالجلیل صاحب کے بڑے بیٹے سید احمد سورتی رحمہ اللہ سورت میں ولادت ہوئی، وہیں پلے بڑھے، آپ نے تجوید و قراءت کے ساتھ مکمل قرآن پاک حفظ فرمایا تھا۔ صاحب کمال بزرگ تھے۔ مدت ایک مسجد میں مقیم رہے۔ ۲۰ رصفر ۱۲۴۷ھ میں سورت ہی میں وفات ہوئی۔

آپ کے پوتے سید حسین صاحب فن قرأت میں قاری عبد الرسول صاحب کے شاگرد تھے۔ان کا انتقال ۱۳۱۳ھ میں ہوا۔(حقیقت السورۃ ص ۱۱۳)

مولانا احمد صاحب (قبیلۂ باعلظہ سے تعلق رکھتے تھے) میر شاہ عبد اللہ صاحب کے تلامذہ میں سے تھے،ان کے صاحبزادے مولانا عبد الرحمٰن صاحب عالم وفاضل اور قاری تھے۔کبھی سورت وکبھی حیدرآباد میں قیام رہتا تھا۔وفات حیدرآباد میں ہوئی۔

مولانا ولی اللہ بن مولانا غلام محمد صاحب سورت کی بندرگاہ سے جہاز میں حرمین شریفین تشریف لے گئے اور مناسک حج ادا کئے اور حدیث وقراءت کی سند شیخ ابوالحسن محدث مدنی سے حاصل کی۔معلوم ہوا اس زمانہ کے اہل تصوف بھی تجوید وقرأت سے غافل نہیں تھے۔

والد کی وفات کے چالیس دن بعد سورت تشریف لائے،اور سید پورہ دروازے کے باہر سید عنبر کی مسجد میں سکونت اختیار کی۔آپ نے علوم دینیہ کی درس وتدریس کی طرف توجہ دی اور اپنے فیض سے عوام کو نفع پہنچایا۔۱۱/جمادی الاول ۱۲۰۷ھ کو وفات ہوئی اور اسی مسجد میں دفن ہوئے۔تاریخ:

بگو سال وفاتش بے سر آہ ولی اللہ شیخ با صفا بود

(حقیقت السورۃ ص ۱۷۷)

ماضی قریب وحال کے چند قراء کا تذکرہ

(۳۷)......حضرت مولانا قاری اسماعیل صاحب راندیری رحمہ اللہ

حضرت مولانا قاری اسماعیل صاحب راندیری رحمہ اللہ: بڑے صاحب تقوی بزرگ تھے،اشتباہ کی وجہ کئی مباح چیزوں سے بھی پرہیز فرماتے۔امامت وخطابت کی تنخواہ لینا بھی

گوارہ نہ تھا۔ مساکین سے بہت محبت فرماتے، امراء کی صحبت سے گریز فرماتے۔ بکثرت غرباء کی امداد فرمائی اور کسی کو اطلاع تک نہ ہوئی وفات کے بعد یہ راز کھلا۔ دار العلوم دیوبند اور دہلی کے مدارس کی امداد میں پیش پیش رہتے۔ حق گوئی میں بے مثال تھے۔ مشہور محدث علامہ شیخ حسین یمنی رحمہ اللہ سے حدیث شریف پڑھی، دیگر فنون کی کتابیں علماء بھوپال سے پڑھیں۔ ۵۵/ سال کی عمر میں ۲۴/ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ بروز پنج شنبہ وصال ہوا۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے آپ کی وفات پر نظم بھی کہی۔

فن قرأت و تجوید کی تعلیم جناب قاری عبد المعطی صاحب خطیب مکہ معظّمہ سے حاصل کی۔ خوش آواز اس قدر تھے کہ سامعین ہمہ تن گوش بن جاتے۔ بڑے بڑے ماہرین فن آپ کا قرآن مجید سننے کے لئے آتے، کئی عرب قراء نے بھی آپ کے اس فن میں مہارت کا اعتراف کیا۔ دار العلوم دیوبند: ۱۳۲۸ھ والے عظیم الشان تاریخی جلسہ دستار بندی میں آپ ہی کی قرأت سے جلسہ کا افتتاح ہوا، اور یہ تو آپ کی کرامت ہی کہی جاسکتی ہے کہ اس قدر بڑے مجمع اور وسیع پنڈال میں بغیر مائک کے آپ کی آواز برابر سنی گئی اور ہر شخص محظوظ ہوا۔ (ذکر صالحین ص ۳۶۴ ج ۲)

(۳۸)......حضرت مولانا سید تجمل حسین صاحب فضلی مشہدی رحمہ اللہ

حضرت مولانا سید تجمل حسین صاحب فضلی مشہدی احمد آبادی ثم بھروچی رحمہ اللہ: کئی رسالوں کے مصنف ہیں۔ فن قرأت میں بھی ایک آسان رسالہ سوال و جواب کے انداز میں تحریر فرمایا۔ شعر کہنے میں ید طولی حاصل تھا، اردو فارسی کے بڑے عمدہ اشعار ابھی تک بھی محفوظ ہیں۔

آپ کے والد ماجد مولانا منشی سید امیر علی مشہدی رحمہ اللہ اپنے زمانہ کے علم فارسی کے

مسلم استاذ تھے، شہر بھروچ اور احمد آباد میں ان کے صدہا تلامذہ تھے۔ ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ شب جمعہ کو رحلت فرمائی۔ آپ نے والد ماجد کی وصال پر کئی نظمیں کہی ہیں۔

آپ کا اصلاحی و بیعت کا تعلق حضرت مولانا شاہ عبدالکریم صاحب محدث مرادآبادی رحمہ اللہ (خلیفۂ مجاز حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب مرادآبادی رحمہ اللہ) سے تھا۔ دادا پیر رحمہ اللہ کی محبت وعقیدت ہی کی بنا پر اپنے نام کے ساتھ فضلی کی نسبت لگائی۔

حضرت مولانا نے اپنے شیخ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب محدث مرادآبادی رحمہ اللہ کے ارشاد کی تعمیل میں جنوبی افریقہ کا سفر فرمایا اور وہاں ''مدرسہ انجمن اسلام'' ڈربن ناٹال' میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ افسوس کے حضرت کے حالات زیادہ دستیاب نہ ہوئے۔

آپ کی تصنیفات کے اسماء یہ ہیں:

(۱)......تجوید مشہدی۔

(۲)......تہذیب احمدی۔

(۳)......سوال جواب مشہدی برائے مطالعہ اولاد مبتدی۔

(۴)......شربت رمان شرح قصیدہ نعمان۔

(۵)......کریمائے سعدی فارسی معہ کریمائے مشہدی اردو۔

(۶)......تعلیم المسلمین ترجمہ رسالہ شرح تعلیم المتعلم۔

(۷)......نقشۂ اوقات نماز۔

(۸)......نقشۂ تجوید ومخارج حروف۔

(۹)......نقشۂ نماز اور۔

(۱۰)......مشق ابجدی از نسق مشہدی۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ نے روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر حضور ﷺ کی محبت کا اظہار کرتے ہوئے جو قصیدہ پڑھا تھا، وہ عشق و محبت سے لبالب اور درد و شوق سے لبریز ہے، اس کی شرح آپ نے لکھی جس کا نام ہے ''شربت رمان شرح قصیدہ نعمان'' قابل مطالعہ کتاب ہے، جس کا مطلع یہ ہے ؎

یا سید السادات جئتک قاصدا ارجو رضاک واحتمی بحماک

مولانا نے ابتدائی طلبہ کے لئے ''تجوید مشہدی'' کے نام سے ایک مفید رسالہ تحریر فرمایا، اس رسالہ کی صحت و توثیق کے لئے یہی کافی ہے کہ استاذ الاساتذہ حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن مکی ثم الہ آبادی رحمہ اللہ نے اسے ملاحظہ فرما کر جامع و مختصر درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی:

تقریظ: حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن مکی ثم الہ آبادی رحمہ اللہ

الحمد لاهله والصلوة على اهلها

احقر مدعا نگار ہے کہ یہ رسالہ ''تجوید مشہدی دلنواز مبتدی'' فن تجوید میں نہایت جامع اور طلبہ مجودین کے لئے نہایت مفید اور مسائل تجوید پر حاوی ہے۔

اللہ تعالی اس کے مؤلف کو احسن الجزاء دارین میں عنایت فرماوے۔ جن کی سعی و کوشش سے رسالہ مذکور مکمل ہو کر اہل اسلام کے لئے وسیلۂ نجات ہوا۔ اور حق تعالی طلبہ مجودین کو توفیق عنایت فرماوے کہ ''تجوید مشہدی'' پڑھیں اور اس کے موافق عمل کر کے

ثواب اخروی حاصل کریں،

آمین یا رب العالمین ، بحرمة النبی صلی الله علیه وسلم۔

فقط: العبد عبد الرحمٰن عفی عنہ

مدرس اول مدرسہ احیاء العلوم الہ آباد

اس رسالہ کا یہ نام ''تجوید مشہدی دلنواز مبتدی'' تاریخی ہے، اس لئے کہ: ۱۳۳۶ھ میں لکھا گیا تو ''تجوید کے: ۳۶ / اور ''مبتدی'' کے ۱۳/ تاریخی نمبرات ہیں۔ اسی کو عرفی نام کے طور پر بھی باقی رکھا گیا۔ مولانا نے یہ رسالہ سوال و جواب کے پیرایہ میں اپنے دونوں صاحبزادوں کے فرضی نام سے منسوب کر کے تحریر فرمایا ہے۔ ''شعبہ اشاعت کتب کفلیتہ'' نے رسالہ کو: ۱۳۹۰ھ میں شائع کیا تھا۔

یہ رسالہ (یا اس کا کچھ حصہ) مرحوم نے دریائی سفر کے دوران بحری جہاز میں لکھا جبکہ آپ جنوبی افریقہ تشریف لے جا رہے تھے۔ رسالہ کے آخر میں ''حسن الخاتمہ'' کے عنوان سے آپ تحریر فرماتے ہیں:

''خداوند کارساز و مالک بے نیاز کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ رسالہ ''تجوید'' اسی کے فضل و کرم و الطاف و توفیق سے اختتام کو پہنچا ہے، اگر چہ خاتمہ کے لکھنے کا خیال نہ تھا، مگر سال رواں بھی قریب الختم ہے اور بندہ کے اس پہلی مرتبہ کے سفر افریقہ کا بھی اخیر ہے اور دریائی سفر کی تالیفات سے یہ نسخہ بھی آخری تالیف ہے اور بار داۂ وطن مالوف اسٹیمر خسرو پر سوار ہے، جی نے چاہا کہ کچھ لکھوں، اس لئے صرف حسب حال نو تالیف ذیل کی نظم اور نقشۂ مخارج حروف پر اس کو ختم کرتا ہوں، وبالله التوفيق وهو خير الرفيق۔

نظم نو تالیف

خدا کا شکر کہ چلتی ہے خوب اسٹیمر جب اس کا فضل ہو شامل تو کیسا خوف وخطر
اسی کے فضل وعنایت سے پار اتریں گے اسی کے لطف سے پہنچیں گے ہم بھی اپنے گھر
خدا کا فضل کہ فضلی کو اضطراب نہیں ہے تکیہ اس کا ہمیشہ سے فضل رحمٰن پر
فدائے شیخ طریقت کہ ان کا ہر ارشاد ہے یاد اس کو برابر سفر ہو یا کہ حضر
کہ تیرا طرز عمل ہو طریق مصطفوی ہو تیری سنت نبویہ پر ہمیشہ نظر
شبانہ روز تلاوت سے دل لگا اپنا رکھ اپنے ورد وظیفہ میں ادعیات سفر
تلاوت ایسی کہ تجوید سے مزین ہو کہ تا ہوں صاف ادا حرف اور زیر وزبر

فن قرأت وتجوید کی اہمیت پر ایک نظم

اسی رسالہ میں حضرت مرحوم نے تجوید وقراءت کی اہمیت کے موضوع پر ایک مفید نظم بھی شامل کی ہے وہ بھی قابل مطالعہ ہے، اس لئے اسے بھی درج کرتا ہوں:

کلام اللہ بندوں کے لئے ہے نعمت عظمی
جو اس کا ورد رکھتے ہیں' نہیں کھٹکا انہیں اصلا
اگر چہ معنوی برکات سے محروم ہیں اکثر
اور اس کے فہم مطلب سے ہیں عاری پیر اور برنا
مگر پھر بھی نہیں محروم دربار الٰہی میں
ثواب ان کو بھی ملتا ہے، ہے سب پر رحمت مولا
اس کا فضل اور انعام ہے کہ ہم کو دیتا ہے

ثواب بے حساب اللہ تعالی حرف حرف کا
افسوس ہے اس کا کہ پڑھتے ہیں سدا اس کو
بلا سمجھے بلا بوجھے بلا اظہار اور اخفا
خبر ہم کو نہیں ہے وقف کیا ہے، وصل کیونکر ہے
تلاوت کے ہیں آئیں کیا، قرأت کا ہے کیا منشا
مخارج سے نہیں واقف، صفاتوں سے ہیں بے بہرہ
نہیں ہم جانتے ادغام کیا ہے، قاعدہ مد کا
ذرا سوچیں ذرا سمجھیں کہ یہ عربی زباں میں ہے
تو اس کے ہی طریقے سے ہمیں بھی چاہئے پڑھنا
کسی وقت اس ضروری فن کی جانب ہم بھی مائل تھے
ہزاروں استاد اس کے مجوّد اور تھے قرّاء
جو عالم تھے مجود تھے، جو فاضل تھے وہ تھے قاری
کتابیں اس ضروری فن میں لکھی جا چکیں ہیں صدہا
جو ہیں اہل زبان ان کے لئے کچھ بھی نہیں مشکل
عرب میں آج بھی گھر گھر ہے اس تجوید کا چرچا
مگر ہم ہند والوں کی توجہ اس طرف کم ہے
ہو حافظ یا ہو عالم یا امام مسجد ملا
گھٹا غفلت کی چھائی ہے دلوں پر اس قدر واللہ
کہ بھولے بیٹھے ہیں اپنے بزرگوں کا جو تھا شیوا

آپ کی تصنیفات سے ایسا لگتا ہے کہ مرحوم کے تین لڑکے تھے: ایک سید محمد حسین مشہدی جن کی ولادت: ۱۳۲۰ھ میں ہوئی اور وفات ۱۳۲۵ھ میں یعنی پانچ سال کی عمر میں اللہ کو پیارا ہو گیا، اس کا تاریخی نام محمد ذوالفقار علی، بنتا ہے، اللھم اجلعه له فرطا۔
دوسرے: سید مظفر حسین مشہدی جن کی ولادت ۱۳۳۰ھ میں ہوئی اس کا تاریخی نام مظفر علی ہوتا ہے۔ تیسرے: سید یاور حسین مشہدی مولود ۱۳۳۴ھ، جس کا تاریخی نام سید نظر علی ہے۔

آپ کی وفات ۷؍رمضان المبارک ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۶؍اگست ۱۹۴۵ء میں بھروچ میں ہوئی۔ اپنے خاندانی مقبرہ میں مدفون ہیں۔ راقم کو سفر ہندوستان کے موقع پر وہاں حاضری اور ایصال ثواب کی سعادت نصیب ہوئی۔

(۳۹)......حضرت مولانا قاری سلیمان صاحب واڈاگامی رحمہ اللہ

حضرت مولانا قاری سلیمان صاحب واڈاگامی رحمہ اللہ نے دارالعلوم اشرفیہ میں داخل ہو کر ابتدا سے اخیر تک کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کے والد صاحب بزرگوں کے صحبت یافتہ تھے اس لئے شروع ہی سے نیت تھی میری اولاد بھی علم سے آراستہ ہو۔ فراغت کے بعد گجرات کی قدیم ومشہور دینی درسگاہ ''جامعہ حسینیہ راندیر'' میں تدریسی خدمات کا آغاز کیا اور پندرہ سال تک حفظ وفارسی کے استاذ کی حیثیت سے مفوضہ خدمت انجام دی۔ ساتھ ہی ایک مسجد میں دس بارہ سال تک امامت کا عظیم منصب بھی سنبھالا۔ اس کے بعد ''دیوا'' گاؤں کے مدرسہ میں بحیثیت مہتمم ومدرس تقرر ہوا، وہاں پہنچ کر درجۂ حفظ کی ابتدا کی اور تقریبا: ۲۵ طلبہ و: ۲۰؍طالبات کا داخلہ کیا، الحمد للہ سب ہی نے حفظ کی تکمیل کی۔ پھر ری یونین سے دو حضرات نے آکر اکابر گجرات کی خدمت میں درخواست کی ہمارے یہاں ایک ایسے عالم کی ضرورت ہے جو امامت و مدرسہ کے ساتھ عوام کو مسائل سے واقف

کرا سکے اور وعظ و نصیحت پر بھی قادر ہو، حضرات اکابر کی نظر انتخاب آپ پر پڑی، اس طرح آپ اکابر کے مشورہ سے ری نیون تشریف لے گئے اور سات' آٹھ سال وہاں مختلف خدمات کا موقع ملا۔ پتہ نہیں وہاں سے ترک کے کیا اسباب ہوئے، بہر حال وہاں سے آپ برطانیہ آ گئے، باٹلی میں تقریبا دس سال تک امامت و تدریسی خدمات انجام دیں۔ پھر ضعف و کمزوری کی بنا پر لیسٹر کا ارادہ فرمالیا، اس لئے کہ وہاں آپ کے لڑکے مقیم تھے۔ ایک مرتبہ لوگوں کی درخواست پر دو دن تراویح میں قرآن پاک سنایا، سامعین بڑے متأثر ہوئے۔ تلامذہ آپ سے بڑی محبت سے ملتے تھے۔ بہت خوش مزاج تھے، پریشانی میں بھی چہرہ پر غمی کے آثار دکھائی نہ دیتے تھے۔ بالآخر دین کا یہ خادم: ۲۳؍رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۹۶۸ء بحالت روزہ اپنے حقیقی مالک سے جاملا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۴۰)......حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ

صاحب فتاوی رحیمیہ حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ بھی خوش الحان اور جید قاری تھے۔ آپ کی ولادت شوال: ۱۳۲۱ھ مطابق دسمبر ۱۹۰۳ء ہوئی۔ قاری محمد تھانوی رحمہ اللہ سے قرأت کی تکمیل کی۔ حضرت کو قرآن کریم سے عجیب عشق تھا۔ بہت کثرت سے تلاوت فرماتے۔ اخیری عمر میں جب ضعف اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا حفاظ کو قریب بٹھا کر قرآن کی سماعت فرماتے۔ اللہ تعالی نے آخری وقت میں بھی قرآن کی سماعت کے ساتھ اپنے دربار میں بلایا۔ صحت کے ساتھ قرآن کی تعلیم عام ہو اس کی بڑی فکر فرماتے۔ اپنے مکان پر قرآن کریم کی تعلیم کا ایک مدرسہ بھی جاری فرمایا، جس سے بڑی تعداد نے فائدہ اٹھایا۔ حفاظ کو تصحیح کی ترغیب دیتے۔ خود اپنا قیمتی وقت فارغ فرما کر ان کا

دور سنتے۔اپنے مکان پر حفاظوں کو بلا کر تین تین کی جوڑی بنا کر نوافل میں قرآن پڑھواتے تا کہ تراویح کی مشق ہو اور خود نگرانی فرماتے۔غلطی کی اصلاح فرماتے۔بچوں کے علاوہ بڑی عمر کے حضرات کے لئے بھی رات بعد عشا مدرسہ کا انتظام فرمایا۔خود بہترین قاری تھے، بڑے نفیس انداز ولہجہ میں خوش الحانی سے قرآن پڑھتے تھے۔

مدینہ منورہ میں جنت البقیع سے آپ لوٹ رہے تھے کہ راستہ میں ایک بزرگ ملے،سلام کیا اور فرمایا آپ بچوں کے قرآن کریم کے سلسلہ میں محنت کیجئے۔اتنا فرما کر رخصت ہو گئے۔لوگوں نے آپ کو گھیر لیا اور پوچھا آپ ان کو جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں،انہوں نے کہا یہ رجال غیب میں سے ہیں (جو اللہ کے مخصوص بندے ہوتے ہیں اور امت کی اصلاح کا کام کرتے ہیں) اور برسوں میں کبھی کبھی نظر آتے ہیں۔ہم لوگ ان کے دیدار کو ترستے ہیں۔اس واقعہ کے بعد آپ نے ''مدرسہ رحیمیہ'' شروع فرمایا۔اس ادارہ سے کافی بچوں نے فائدہ اٹھایا۔۲؍رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۲؍نومبر ۲۰۰۱ء بروز یکشنبہ کو وفات ہوئی۔

نوٹ:......حضرت رحمہ اللہ تفصیلی حالات کے لئے راقم الحروف کی ''صاحب فتاوی رحیمیہ'' اسی مجموعہ کی جلد نمبر: ۵۔اور ''ذکر صالحین'' (ص ۴۳۸ ج ۳) کا مطالعہ فرمائیں۔

(۴۱)......حضرت الاستاذ مولانا محمد ایوب بندۂ الٰہی صاحب مدظلہم

راقم الحروف کو اللہ تعالی نے باوجود بلا کسی استحقاق و ناقدریٔ علم کے محض اپنے فضل و کرم سے ایسے اساتذہ واہل علم سے حصول استفادہ کے مواقع نصیب فرمائے جو یقیناً اپنے دور میں علم وفضل کا ایک خاص مقام رکھتے تھے۔انہیں باکمال حضرات میں حضرت مولانا محمد ایوب صاحب سورتی دامت برکاتہم کی شخصیت بھی ہیں۔موصوف پختہ استعداد کے مالک،

بہترین صلاحیت کے حامل، ماہر و منجھے ہوئے مدرس و استاذ، تحریر و انشاء میں کامل، صاف ستھری زبان، طرزِ تفہیم خوب سے خوب تر، مشکل ترین مقامات کو اس طرح حل کرنے کا ملکہ لئے ہوئے کہ طلبہ کو احساس تک نہ ہوتا یہ کوئی لاینحل بحث ہے۔

درسی خصوصیات اور ایک واقعہ

۱۹۸۸ء کا سال تھا، میں نے ڈیوزبری مرکز کے جامعہ میں درجۂ مشکوٰۃ شریف میں داخلہ لیا، حسبِ معمول شوال المکرّم میں اسباق شروع ہو گئے، بڑے شوق و انہماک سے تعلیمی سال شروع ہوا، روزانہ اسباق میں حاضری، سبق کا مطالعہ و تکرار، غرض دو مہینے گذر گئے عید الاضحیٰ کی تعطیل ختم ہوئی کہ اچانک سنا استاذ محترم حضرت مولانا عبد القادر صاحب پٹنی دامت برکاتہم جن کے پاس ہمارے تین اسباق تھے، مدرسہ چھوڑ کر ہندوستان جا رہے ہیں۔ (یا چھڑوا کر بھیجے جا رہے ہیں) بہت غم و افسوس ہوا، پتہ نہیں کون نئے استاذ آئیں گے، کچھ دن ہوئے کہ اطلاع ملی کہ حضرت مولانا محمد ایوب صاحب کا ان کی جگہ تقرر ہوا۔ موصوف تشریف لائے اور اپنے اسباق کی ابتدا فرمائی ''جلالین جلد اول، ہدایہ رابع'' اور ''مشکوٰۃ شریف جلد ثانی'' آپ کے زیرِ درس تھیں۔ پہلا دن تھا، ملاقات و تعارف میں گذرا، حضرت نے اسباق کی تفصیل معلوم کی، ہماری جماعت نے مشورہ کر رکھا تھا کہ ''جلالین'' اور ''مشکوٰۃ'' کے اسباق تو جہاں سے باقی ہیں وہیں سے پڑھیں گے، مگر ''ہدایہ رابع'' میں ایک صفحہ پیچھے سے نشاندہی کرنی ہے، اس لئے کہ ''کتاب القسمة'' کی یہ عبارت اور اس کی صورت مسئلہ صحیح طور پر سمجھ میں نہ آئی تھی'' واذا كان سفل لا علو عليه و علو لا سفل له قوّم كل واحد على حدته وقسم بالقيمة''۔ (ہدایہ اخیرین ص ۴۱۸)

صاحبِ ہدایہ رحمہ اللہ نے اس مسئلہ میں کہ کسی کا مکان ایسا ہو کہ نچلا حصہ ہو اور بالا خانہ

نہ ہو، یا بالا خانہ ہو اور نچلا نہ ہو، یا نچلا اور بالا خانہ دونوں ہوں اور تقسیم کی نوبت آئے تو تقسیم کس طرح کی جائے گی، اس مسئلہ میں امام محمد رحمہ اللہ اور حضرات شیخین رحمہما اللہ کا اختلاف ہے، سبق کے وقت یہ مسئلہ صحیح طور پر سمجھ میں نہ آیا تھا، چنانچہ حسب مشورہ صفحات نمبر بتلا دیئے گئے، حضرت نے دوسرے دن وہی صورت مسئلہ کچھ اس انداز سے سمجھائی کہ مشکلی کا ذرہ احساس تک نہ ہوا، اسی دن سے حضرت کی عظمت و محبت دل میں بیٹھ گئی اور اس میں اضافہ ہی ہوتا گیا۔ پھر روزانہ ہی تقریبا سات آٹھ مہینے تفسیر' حدیث اور فقہ کے اسباق سے حضرت کا ہر سہ علوم میں علمی سکہ دل میں بیٹھتا بلکہ جمتا گیا۔ درس اس قدر دلچسپ ہوتا تھا کہ وقت کے ختم کا احساس تک نہ ہوتا، بعض مرتبہ طلبہ اسباق میں اس قدر تنگ آ جاتے ہیں کہ تمنا ہوتی ہے کہ جلد سبق ختم ہو، مگر آپ کے اسباق میں سستی و کاہلی کا نام ونشان نہ تھا۔ عبارت کے حل کی طرف خصوصی توجہ فرماتے۔ صرف اسی پر اکتفا نہ ہوتا بلکہ مفید تشریح سے اسباق کو مزین فرماتے۔ کبھی کبھی لطائف وظرائف سے بھی تلامذہ کو محظوظ فرماتے۔ ''ہدایہ'' میں عبارت کے ترجمہ و مطلب کے بعد صورت مسئلہ کو مثال سے اس طرح واضح کرتے کہ ''ہدایہ'' کی مشکلی کا خیال تک نہ آتا۔ ''جلالین'' میں بھی ترجمہ اور مطلب خیز تشریح سے قرآن کریم کے مقصد کو بہت عمدہ طریقے پر ذہن نشیں کرواتے، صاحب جلالین کے مختصر جملوں کی لغوی صرفی ونحوی تحقیق بھی خوش اسلوبی سے سمجھاتے۔ موصوف چونکہ بہترین قاری بھی ہیں، اس لئے حل قراءت صرف تفہیم تک محدود نہ ہوتا، بلکہ ادائیگی کر کے بتلاتے۔ ''مشکوۃ شریف'' کا درس بہت خوب ہوتا، ترجمہ اور آسان تشریح کے بعد مذاہب کے اختلافات، ائمہ کرام کے مختصر دلائل اور احناف کی طرف سے ان کے جوابات اور مسلک احناف کی ترجیح اس انداز سے بیان فرماتے کہ طلبہ رشک کرتے

رہ جاتے۔ ''مشکوۃ'' کے درس سے موصوف کی علم حدیث سے وابستگی کا خوب اندازہ ہوا، اس لئے مجھے تو شوق تھا کہ ''بخاری شریف'' بھی آپ ہی کے پاس ہوتی، مگر مقدرات نے کراچی پھرڈابھیل پہنچا دیا۔ اگر ارباب اہتمام اور ''بخاری'' پڑھانے والے شیوخ حدیث ناراض نہ ہوں اور قلم اجازت دے تو میں لکھوں کہ برطانیہ میں جتنی جگہوں پر ''بخاری شریف'' کا درس ہورہا ہے، (تمام ہی پڑھانے والے کی عزت واحترام کے باوجود) شاید ان میں اکثر جگہوں پر حضرت کے سبق کی کوئی برابری کرسکے، والعلم عنداللہ۔

میں نے ''مشکوۃ'' کے اسباق کی کاپی بھی لکھی تھی، مگراب جبکہ کچھ حالات لکھنے کا موقع ملا تو نہ مل سکی ورنہ اس میں بعض باتیں نقل کرتا کہ ناظرین کو بھی درس مشکوۃ کی کچھ جھلک ملتی۔ حدیث کے ذیل میں بڑی سنجیدگی سے دوسرے فرقِ باطلہ پر مفید فقرے فرماجاتے، مثلاً مسجد نبوی (ﷺ) میں کتے کے داخل ہونے کی حدیث آئی تو فرمایا: مسجد نبوی میں کتا آگیا مگر مسجد کو دھلوایا نہیں گیا، آج بعض مسلمان کسی مسلمان کے داخل ہونے پر مسجد دھلوارہے ہیں۔

مظاہر کا قیام......اساتذہ

حضرت کا شمار مظاہر علوم سہارنپور کے ممتاز فضلاء میں ہوتا ہے، اسی لئے حضرت مولانا محمد شاہد صاحب مدظلہ نے فضلاء سہارنپور کے تذکرے میں آپ کا تذکرہ بھی کیا ہے۔

(دیکھئے! ''علمائے مظاہر علوم سہارنپور اوران کی علمی وتصنیفی خدمات'' ص۲۵۵ ج۲)

تقریباً پانچ سال آپ نے مظاہر علوم میں رہ کر اس وقت کے اساطین علم اوراساتذۂ ماہرین سے اکتساب فیض کیا۔ حضرت مولانا محمد یونس صاحب دامت برکاتہم سے ''بخاری شریف'' و''طحاوی شریف'' حضرت مولانا محمد عاقل صاحب دامت برکاتہم سے ''ابوداؤد'' و

''مسلم شریف'' حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب رحمہ اللہ سے ''ترمذی شریف'' اور حضرت مولانا مفتی محمد یحیی صاحب رحمہ اللہ سے ''نسائی شریف'' و ''ابن ماجہ شریف'' پڑھی۔

مظاہر علوم میں آپ: ۱۳۸۷ھ میں بعمر چودہ سال داخل ہوئے، اور: ۱۳۹۲ھ میں فراغت ہوئی۔

علم تجوید وقراءت حضرت مولانا قاری رضوان نسیم صاحب سے حاصل کیا اور ان ہی سے اس فن کی متعدد کتابیں بھی پڑھیں۔

ولادت......آپ کی ولادت: ۹؍ربیع الاول ۱۳۷۴ھ ۶؍نومبر ۱۹۵۴ء۔

نوٹ:...... ''علماء مظاہر علوم سہارنپور اور ان کی علمی و تصنیفی خدمات'' میں آپ کی ولادت کا مہینہ دسمبر لکھ دیا گیا ہے۔ صحیح نومبر ہے۔

قیام مظاہر علوم کا والہانہ تذکرہ

مظاہر علوم کے قیام کا حال آپ نے بڑے والہانہ انداز میں خود تحریر فرمایا ہے، مناسب ہے کہ ان کو یہاں نظر ناظرین کروں۔ موصوف تحریر فرماتے ہیں:

راقم الحروف اللہ تعالی کی توفیق سے اپنے کو بہت خوش قسمت سمجھتا ہے کہ وہ علوم دینیہ میں اعلی تعلیم کے لئے ہندوستان کے بیشمار علمی مدارس کو چھوڑ کر ''جامعہ عربیہ مظاہر علوم سہارنپور'' پہنچا، اور وہ بھی اس دور میں جب اس ادارہ میں اختلافات کی بو اور گندی سیاست نام کی کوئی چیز نہ تھی (۱۳۸۷ھ سے ۱۳۹۲ھ تک) تمام اساتذہ انتہائی سادگی اور جفاکشی کے ساتھ قوت لایموت پر گذر بسر کرتے ہوئے انتہائی انہماک اور محنت سے تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے۔ شوال کے اواخر سے رجب کے اواخر تک تعلیم کا ایسا سلسلہ ہوتا کہ اس میں سوائے کتاب اور علم کے کچھ نہیں ہوتا تھا۔

احقر نے جن دنوں مظاہر علوم میں علمی مدراج طے کئے اس وقت اس ادارہ پر دو عبقری اور نابغۂ روزگار شخصیتوں کا سایہ تھا۔ میری مراد قطب الاقطاب شیخ المشائخ حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ اور مناظر اسلام بحر علم ذخار حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمہ اللہ ہیں۔ یہ حضرات اپنے ضعف وعوارض کی وجہ سے پڑھانا تو چھوڑ چکے تھے مگر ان کی زیارتوں اور مجالس میں حاضری سے دلوں کو سکون وقرار نصیب ہوتا تھا اور یہ دونوں حضرات مظاہر علوم کے لئے ہزار ہا فتنوں سے وقایہ تھے۔

اس وقت دورۂ حدیث کی تعلیم تین اساتذہ میں منقسم تھی۔ یہ حضرات گویا مسند حدیث کے اقانیم ثلاثہ تھے، جن سے بزم حدیث روشن تھی۔ یہ تین حضرات کیسے تھے؟ میں اس وقت ان کے لئے متنبّی کا یہ شعر استعمال کرنا چاہتا ہوں جو لاعلی التعیین ان پر صادق آتا ہے ؎

ثلثة تشرق الدنيا ببهجتها شمس الضحى وابو اسحٰق والقمر

یعنی فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب رحمہ اللہ، الشیخ العلامہ المحدث حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدظلہ، جامع العلوم والفنون حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ۔ الحمد للہ جس طرح سے مظاہر علوم میں ان تین اساتذہ کے پاس حدیث شریف کے اسباق ہوئے آج بھی اس کی لذت دل ودماغ کو تازگی اور نگاہ وکانوں کو فرحت بخش رہی ہے۔

''ترمذی شریف'' پڑھانے کے لئے حدیث شریف پر نظر کے ساتھ ساتھ جس فقیہانہ بصیرت کی ضرورت ہوتی ہے وہ ہمارے استاذ حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب رحمہ اللہ میں بدرجۂ اتم موجود تھی۔ ''ترمذی شریف'' کا درس ایسا محقق ومدلل ہوتا اور فقہ حنفی پر تائیدی دلائل اور وجوہ ترجیح کا اتنا ذخیرہ مل جاتا کہ شاید مدتوں کی مراجعت کے بعد بھی اس

دریائے ناپیدا کنار کو عبور نہ کر سکیں۔

اس کے بعد جب حضرت الشیخ مولانا محمد یونس صاحب جونپوری ادام اللہ فیوضہم کے پاس ''بخاری شریف'' کا درس ہوتا تو فن حدیث کے بحر ذخار میں ایسے غوطہ زن ہوتے کہ باہر کا پتہ نہ رہتا۔ حدیث' اطراف حدیث' رجال حدیث' جرح وتعدیل' روایت کا صحت و ضعف' شراح اور ائمہ حدیث کے اقوال کا ایسا حسین گلدستہ ہمارے سامنے آتا کہ باید و شاید۔

استاذنا الکامل حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ کے پاس ''ابوداؤد شریف'' کا درس نہایت جامع' عالمانہ وفاضلانہ ہوتا، کتاب بہت ہی عمدہ حل کراتے'' قال ابوداؤد'' کو خوب سمجھاتے، اس طرح طلبہ میں حل کتاب کی استعداد پیدا ہوتی اور وقت پر کتاب بھی پوری ہوجاتی۔

ان تینوں کتابوں کے علاوہ بقیہ کتب حدیث میں بقدر ضرورت کلام ہوتا اور پھر درایۃ الحدیث کا لطف آتا جو سلف صالحین کے درس کا نمونہ ہوتا۔ اللہ اللہ کیسا پیارا دور تھا وہ، سبحان اللہ۔ (الطیب الذکی ص۲۵ ج ۲)

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد آپ نے کچھ عرصہ دارالعلوم چھاپی، دارالعلوم لوناواڑہ، فلاح دارین ترکیسر میں مختلف فنون کی کتابیں پڑھائیں۔ ان میں کتب تفسیر وحدیث بھی شامل ہیں۔ مقدرات نے برطانیہ پہنچادیا تو سب سے پہلے گلوسٹر میں امامت وخطابت کے عظیم منصب پر چندسال خدمت انجام دی، پھر یورپ کے تبلیغی مرکز ڈیوزبری کے مدرسہ میں تشریف لائے، کچھ عرصہ بعد مستعفی ہوکر ''مجلس دعوۃ الحق'' کی بناڈالی، قیام لیسٹر میں دارالعلوم لیسٹر

میں شیخ الحدیث کے عظیم منصب پر فائز ہو کر اب تک ''بخاری شریف'' کا درس دے رہے ہیں۔

تصنیفات وتالیفات

اللہ تعالی نے حضرت کو تحریر وانشاء کا بھی خوب ملکہ عطا فرمایا ہے، اور آپ کے قلم سے کئی کتابیں منصہ ٔشہود پر آچکی ہیں۔ جن کے اسماء ومختصر تعارف درج ذیل ہیں:

(۱)...... پیغام حق وصداقت:...... مولانا سید عبدالمجید ندیم صاحب مدظلہ کے دورۂ گجرات کے خطبات کا مجموعہ۔

(۲)...... رموز المتشابہات:...... آپ کے والد محترم حضرت قاری بندۂ الٰہی صاحب دامت برکاتہم کے مقرر کردہ تسہیل حفظ قرآن کے اصول کو موصوف نے بڑی محنت وسعی سے آسان انداز میں مرتب کیا۔

(۳)...... تذکرہ مولانا پرتاپ گڑھی:...... حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھی رحمہ اللہ کے حالات۔ (مطبوعہ)

(۴)...... مسائل طہارت ونظافت:...... آسان انداز میں طہارت کے مسائل کو جمع کیا گیا ہے۔

(۵)...... ستر دعائیں:...... قرآن کریم کی مفید وکارآمد ستر دعاؤں کا مجموعہ۔

(۶)...... حیات محی السنہ:...... اپنے شیخ ومرشد حضرت مولانا ابرارالحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ کے حالات وسوانح کا مجموعہ۔ (غیر مطبوعہ)

(۷)...... وفیات الاعلام:...... پہلی صدی ہجری سے لے کر موجودہ دور تک کے علماء ومشائخ کے سنین ولادت ووفات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں کئی ہزار علماء کے اسماء کا

اندراج کیا جا چکا ہے یہ ابھی زیرِ تالیف ہے اور بڑی ضخامت لئے ہوئے ہیں۔
(۸)......عقود الدراری:......اس کتاب میں ''بخاری شریف'' میں موجود تفسیری الفاظ و روایات کو قرآن شریف کی ترتیب پر جمع کیا گیا ہے۔خالص علمی انداز پر ہے۔(غیر مطبوعہ)
(۹)......التبیان شرح خلاصۃ البیان:......فن قراءت و تجوید میں'' خلاصۃ البیان'' کی اہمیت اہل علم و فن سے پوشیدہ نہیں۔مسائل تجوید پر اس قدر حاوی کتابیں کم لکھی گئیں۔ چونکہ مصنف رحمہ اللہ نے جامعیت و اختصار کے پیش نظر مغلق ضرور رکھا، مگر اپنے فن میں بہت کامیاب۔سخت ضرورت تھی کہ اس کتاب کی کوئی جامع شرح لکھی جائے، اللہ تعالی نے حضرت کے حصہ میں یہ سعادت لکھدی تھی، چنانچہ آپ نے دار العلوم چھاپی کے زمانۂ تدریس میں یہ شرح لکھی۔ بڑی محنت و جانفشانی سے اس کتاب کی اردو میں بہترین شرح تصنیف فرمائی۔شرح کی تکمیل کے بعد مصنف علام کے جانشین حضرت مولانا قاری محبّ الدین صاحب الہ آبادی کی خدمت میں لکھنؤ حاضر ہو کر اصل نسخہ کی اصلاح کی، وہاں آپ کو مصنف کا اصلاح کردہ نسخہ بھی دیکھنے کو ملا، اس سے آپ نے خوب استفادہ کیا۔

حضرت مولانا قاری ابوالحسن صاحب اعظمی مدظلہم اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''خلاصۃ البیان'' اپنی اہمیت اور یک گونہ چیستاں ہونے کی وجہ سے شرح کی محتاج تھی، عرصہ سے اس کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے، خود راقم نے اس کی شرح کا کام شروع کر دیا تھا، بلکہ ایک حد تک پورا کر بھی چکا تھا کہ اسی دوران میں مذکورہ بالا شرح چھپی ہوئی نظر سے گذری، اس لئے اب مزید شرح کی ضرورت نہ رہی۔راقم نے اولین فرصت میں اس کا مطالعہ کیا، پسند آئی، محنت سے لکھا ہے، موصوف نے خلاصہ کو حل کرنے کی سعی مشکور کی

ہے۔اس شرح سے ایک بڑی ضرورت پوری ہوگئی ۔اللہ تعالی شارح کو جزائے خیرعطا فرمائے۔(النفحة العنبريه شرح المقدمة الجزرية''ص۵۵)

(۱۰)......الیوقیت الغالیۃ فی تحقیق وتخریج الاحادیث العالیۃ :...... دور حاضر کی معیاری کتابوں میں ایک ہے۔جس میں موصوف نے اپنے استاذ حضرت شیخ مولانا محمد یونس صاحب مدظلہم کے وہ علمی مکتوبات ورسائل کوجمع فرمایاہے جواہل علم کے لئے خاصے کی چیز ہے اورفن حدیث سے شغل رکھنے والوں کے لئے یقیناً اسم بامسمی''بیش بہا موتی'' ہے۔اب تک چارضخیم جلدیں شائع ہوکرخراج تحسین حاصل کرچکی ہیں۔آخری جلدعربی میں خالص اہل ذوق علماء کے لئے بےانتہا مواد لئے ہوئے ہے۔شروع کی دوجلدیں بھی بےشماراحادیث کی تحقیق کے علاوہ کئی مفیداورعلمی مباحث مثلا :تفسیر' عقائد وکلام' فقہ و مسائل' تجوید'اصول حدیث' سیروسوانح اوررجال وروات' تزکیہ واحسان' دعوت وتبلیغ' تعبیر رؤیا وغیرہ جیسے اہم عناوین پرمشتمل قابل مطالعہ مجموعہ ہیں۔موصوف کی انتھک محنت وتوجہ سے یہ عظیم کتاب وجود میں آئی۔اللہ تعالی حضرت کواس کا دارین میں بہترین بدلہ عطا فرمائے۔

(۱۱)......تصویرکشی کی حرمت:......آپ کوحج بیت اللہ کی حاضری کےوقت تصویرکی عام وباء کو دیکھ کرسخت رنج ہوا، اسی رنج وافسوس کی وجہ سے یہ رسالہ تیارکیا کہ شاید کسی اللہ کے بندےکواس رسالہ کی وجہ سےعمل کی توفیق ہوجائے۔

(۱۲)......الاربعین فی سیرۃ النبی الامین:......آپ ﷺ کی سیرت طیبہ سے اسلامی اخلاق ومعاشرت سکھانے والی چالیس احادیث کا مجموعہ۔

(۱۳)......تنشیط الاذنین من قران اللغتین :...... یہ بہت دلچسپ رسالہ ہے۔اردو میں

عربی کے الفاظ بکثرت استعمال ہوئے ہیں، موصوف نے عربی ادب کی کتابوں کی تدریس کے وقت ایسے حروف کو بطور یادداشت جمع کر رکھا تھا، بعد میں اس میں اضافہ فرما کر یہ رسالہ تیار فرمایا، اس کا اردو نام ''عربی اردو الفاظ کا سنگم'' ہے۔

مذکورہ بالا کتب کے علاوہ آپ نے حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہم کی متعدد تقاریر مثلاً: راہ مغفرت، تعمیر وطن آخرت، ذکر اللہ اور اطمینان قلب، عرفان محبت، مجلس ذکر، قلب سلیم، کو مرتب کر کے عمومی نفع اور تزکیہ واصلاح کی غرض سے شائع کیا ہے۔

اسی طرح حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ کا وعظ ''قرآن وسنت سیکھنے کا آسان راستہ'' جس کا عربی نام ''تسہیل الطریق فی سفر موزمبیق'' ہے، چونکہ یہ رسالہ موزنبیق کے سفر میں لکھا گیا۔

نیز گجراتی زبان میں شائع شدہ کتابیں یعنی ''برکات بسم اللہ'' اور ''فضائل ومسائل قربانی'' کو سلیس اردو ترجمہ میں منتقل کیا ہے۔

بیعت وخلافت

حضرت مولانا نرے علم ظاہری کے حامل ہی نہیں، فراغت کے بعد درس وتدریس کی ذمہ داری کے ساتھ علم باطنی کی طرف بھی توجہ فرمائی، اور یقیناً اہل علم کے لئے بہت ضروری ہے کہ کسی اہل دل سے وابستگی اور اصلاحی تعلق رکھے، ورنہ صرف ظاہری علم سے فراغت پر درس وتدریس اور دوسرے شعبوں میں لگ جانے سے وہ خاطر خواہ فائدہ نہ ہوگا جو کسی بزرگ کی صحبت وتربیت سے ہوگا۔ ہمارے اکابر کی زندگی اور ان کا طرز عمل ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔

بہر حال حضرت نے بھی بزرگوں کی صحبت کو غنیمت جانا اور اصلاح وتربیت کے لئے

حکیم الامت کے آخری خلیفہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ کی طرف رجوع فرمایا اور بالآخر خلافت واجازت سے نوازے گئے۔

مجلس دعوۃ الحق کی بنیاد

حضرت نے لیسٹر میں ''مجلس دعوۃ الحق'' کے نام سے ایک ادارہ کی بنیاد ڈالی۔اس میں پانچ وقت کی نماز کے ساتھ مکتب وحفظ کلاس اور کچھ درسیات کا نظام بھی ہے۔

یہاں سال میں کئی مرتبہ اپنے اکابر کے حکم سے ایک اصلاحی مجلس کا پروگرام بھی ہوتا ہے، جو ماشاءاللہ خالص ''دین کی باتیں، دل کی باتیں'' کا مصداق ہوتا ہے۔اس میں مختلف حضرات کے اصلاحی بیانات ہوتے ہیں۔اللہ تعالی اس سلسلہ کو اہل برطانیہ کے لئے مفید و نافع بنائے، آمین۔

اور ایک بڑا عظیم کارنامہ اون، اکلیرا (ضلع سورت کی ایک بستی کا نام ہے) میں ''مجلس دعوۃ الحق'' ہی کے نام سے ایک مدرسہ کی بنیاد کا بھی ہے، اس میں درس نظامی کا انتظام ہے۔اللہ تعالی ان دونوں اداروں کو ترقیات سے نوازے اور حضرت کے لئے صدقۂ جاریہ بنائے، آمین۔

آخر میں آپ کے رفیق درس حضرت مولانا عبدالغفار صاحب بستوی مدظلہ (صاحب الطیب الذکی) کی چند سطروں پر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔موصوف رقمطراز ہیں:

تمام علوم میں جیدالاستعداد، مگر حدیث شریف کا ذوق دوسرے ہر ذوق پر غالب۔ان کی دینی وعلمی سرگرمیاں قابل تحسین وتقلید۔آج سے ۳۰/سال پہلے دورۂ حدیث شریف میں میرے رفیق اور اب ہمدرد وبہی خواہ۔''الطیب الذکی'' کے قدرداں اور بھی مگر یہ اوروں سے بڑھ کر۔

کچھ عرصہ گجرات کے ایک دارالعلوم میں ایک ساتھ قیام کرنے اور تدریسی خدمات انجام دینے کا موقع بھی ملا، شعور تو اخیر تک مجھے نہیں آیا، مگر وہ دور کم سنی کی وجہ سے عرفا بھی بے شعوری بلکہ حماقتوں کا تھا، مگر مولانا کی شرافت نفسی، رواداری، وسیع الظرفی کا قدم قدم پر مشاہدہ اس وقت بھی ہوتا رہا۔ بقول غالب ؎

دھول دھپا اس سراپا ناز کا شیوہ نہیں
ہم ہی کر بیٹھے تھے غالب پیش دستی ایک دن

دلی دعا ہے اللہ تعالی عافیت کے ساتھ انہیں تا دیر باقی رکھے اور ان کا فیض جاری و ساری رہے۔ (الطیب الذکی ص۲۲ ج ۲)

آخری گذارش

اس مختصر مقالہ میں زیادہ طویل مضمون کی گنجائش نہیں، مزید حالات کسی اور وقت کے لئے ملتوی کرتا ہوں۔

نوٹ :......حضرت قاری محمد رمضان صاحب میواتی رحمہ اللہ، حضرت قاری بند الہی صاحب مدظلہم، قاری محمد عباس صاحب دھرم پوری کا مختصر تذکرہ چونکہ رفیق محترم مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب راجکوٹی مدظلہم کے مقالہ میں آچکا ہے، اس لئے تکرار کی ضرورت نہ سمجھی گئی۔

اسی طرح راقم حضرت استاذ محترم مولانا قاری احمد اللہ صاحب دامت برکاتہم کی زندگی کے متعلق بھی لکھنا چاہتا تھا، اور اس کو اپنا حق سمجھتا ہے، مگر ''جامعہ ڈابھیل اور فن تجوید'' میں ایک تفصیلی مضمون اس وقت آچکا ہے، کسی وقت اس مضمون کے علاوہ باتوں کا تذکرہ انشاء اللہ آجائے گا۔

عریضہ میرے اندازہ سے زیادہ طویل ہوگیا، اللہ کرے اس میں کوئی ایسی باتیں آ گئیں ہوں جو ناظرین کے لئے مفید ہوں، اور اسے پڑھ کر کسی کو قرآن کریم کی اہمیت اور تجوید کا شوق دامنگیر ہو، فقط والسلام

مرغوب احمد لاجپوری

نوٹ:...... یہ عریضہ ایک رسالہ کی شکل اختیار کر گیا۔ مجھے شروع ہی سے خیال تھا کبھی قراء گجرات کے تذکرہ کا موقع ملا تو قاری اسماعیل صاحب کا مختصر ہی سہی ذکر ضرور کروں گا، اس لئے کہ موصوف ہی اس سیمینار کے کرتا دھرتا اور روح رواں ہیں، اور آپ ہی کی ہمت و محنت سے ''جامعۃ القراءات'' وجود میں آیا، اور بلا شبہ جامعہ نے تجوید کی خدمت میں اپنا مقام پیدا کرلیا ہے، اور قاری صاحب کی خدمت اس فن کی اشاعت میں قابل رشک و قابل قدر رہے۔

(۴۲)......حضرت الحاج قاری اسماعیل صاحب بسم اللہ ڈابھیلی مدظلہ

حضرت الحاج قاری اسماعیل صاحب بسم اللہ ڈابھیلی مدظلہ ایک علمی گھرانہ کے چشم و چراغ، جید حافظ، بہترین قاری، کامیاب مدرس، زیرک مہتمم اور مانے ہوئے منتظم ہیں۔ چند سالوں میں نومولود ادارہ ''جامعۃ القراءات'' کو گجرات کے جامعات میں درجۂ علیا تک پہنچا دینا آپ کا عظیم انتظامی کارنامہ ہے۔ بڑے فعال، باہوش اور باہمت اور جو اوصاف ایک مہتمم و منتظم میں ہونے چاہئے، بدرجۂ اتم آپ میں موجود ہیں۔ گجرات کے مسلّم مفتی حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب بسم اللہ رحمہ اللہ کے پوتے اور قوم وملت خادم اور بے شمار اوصاف کے مالک حافظ داؤد صاحب رحمہ اللہ فرزند ہیں۔

۱۴/۳ اگست ۱۹۶۲ء تاریخ پیدائش ہے۔ گجرات کی مشہور و تاریخی بستی ڈابھیل جائے ولادت ہے۔ جامعہ ڈابھیل سے تعلیم کا آغاز ہوا۔ تکمیل حفظ کے بعد اردو و فارسی اور نحو و صرف کی کچھ کتابیں پڑھیں۔ دنیوی تعلیم میں ایس ایس سی کا کامیاب امتحان پاس کیا اور اعلی نمبرات حاصل کئے۔ حضرت الاستاذ مولانا قاری احمد اللہ صاحب کے خصوصی تلامذہ میں سرفہرست ہیں، آپ سے ڈابھیل و دارالعلوم دیوبند میں قرأت حفص کی تکمیل کی اور سند فراغت حاصل کی۔

درس و تدریس کا آغاز ۱۹۸۳ء مدرسہ صوفی باغ سے کیا۔ مولانا عبدالعزیز دیوان مرحوم کی نظر انتخاب کام کرگئی، دس سال سے زائد یہاں تدریسی و انتظامی خدمات انجام دیں۔ موصوف نے سورت کا زمانہ بڑی محنت و مجاہدہ اور خوب لگن و توجہ سے گذارا، اسی کی برکت ہے صوفی باغ کا چھوٹا سا مدرسہ ایک تناور درخت کی صورت اختیار کرگیا۔ آج ماشاء اللہ یہ ادارہ صرف درجۂ حفظ ہی کا نہیں بلکہ درسیات کی تکمیل تک کا انتظام لئے ہوئے ہیں۔

صوفی باغ ہی سے آپ کو اہتمام و انتظام کا خوب تجربہ ہو چکا تھا، اسی لئے موصوف نے اتنی بڑی ہمت کی کہ کفلیتہ کے ایک بنجر زمینی علاقہ میں جامعہ کی بنیاد ڈالی۔ اس وقت کے حالات اور جگہ کا ایسا انتخاب کہ عوام و خواص کے زبان پر بجائے حوصلہ افزائی کہ حرف شکایت و تنقید ہی سنی گئی، مگر قاری صاحب نے عزم مصمم کرلیا تھا کہ اب ادارہ اسی زمین پر بنے گا، اس لئے ہمہ تن متوجہ ہوکر اس کی تعمیر میں مشغول ہوگئے اور دیکھتے دیکھتے جنگل میں منگل کا سما نظر آنے لگا، آج وہی بنجر زمین قرآن و حدیث کے علوم سے سرسبز و بارآوار ہوگئی، اللہ تعالی سے دلی دعا ہے کہ اس ادارہ کی ہر طرح سے حفاظت فرما کر خوب ترقیات عالیہ

سے نوازے۔

قاری صاحب کی انتظامی صلاحیت کا لوہا سب ہی نے مانا، اسی لئے اب تو کئی ادارہ کے ذمہ دار اپنی شوریٰ کے لئے آپ کا انتخاب کرنے لگے۔اس وقت کئی ادارے اور شفاخانے‘ اسکول وغیرہ کے آپ ذمہ دار یا رکن وممبر ہیں۔

ماشاءاللہ آپ نے کئی مساجد ومکاتب کی بنیاد بھی ڈالی۔ڈابھیل میں اپنے محلّہ کا مکتب ایک قدیم عمارت میں برسوں سے خستہ حالت میں چل رہا تھا، قاری صاحب کی توجہ سے ماشاء اللہ بہت عمدہ مظبوط تعمیری شکل میں مکمل ہوگیا۔اسی طرح ایک اسکول بھی قاری صاحب کی توجہ سے وجود میں آیا اور اپنا کام جاری رکھے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کے جملہ کاموں کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور مزید دینی‘ ملی‘ رفاہی کاموں کی توفیق ارزانی نصیب فرمائے، آمین۔

کسی ادارہ کی ترقی میں صرف ظاہری اوصاف ہی کافی نہیں، جب تک تعلق مع اللہ اور دعائے سحر گاہی نہ ہو وہاں تک ترقی وقبولیت حاصل ہونا بڑا مشکل کام ہے، قاری صاحب بھی ماشاءاللہ قرآن کریم سے خصوصی تعلق رکھتے ہیں، تلاوت ودعا کا اہتمام بھی اس ادارہ کی ترقی کا اہم راز ہے۔رمضان المبارک کے مہینہ میں ادارہ میں قرآن کریم کا خوب دور دورہ ہوتا ہے اور یہ خطہ اللہ تعالیٰ کے کلام کے انوارات سے نورانی بن جاتا ہے۔موصوف بھی قرآن کریم کو بڑے خوش اسلوبی پڑھتے ہیں۔آواز میں چاشنی وجاذبیت بھی ہے۔ **اللھم زد فزد۔**

ضروری نوٹ:.......اس رسالہ میں دوران تحریر جن حضرات کے اسماء بلاکسی غور وخوض کے یاد آگئے، ان کا تذکرہ کردیا گیا، نہ سارے قراء کا احاطہ مقصود نہ اس کی استطاعت وہمت۔

مأخذ رسالہ

نمبر	نام کتاب	نام مصنف	مطبع
۱	التبیان شرح خلاصة البیان	مولانا محمد ایوب صاحب.....	مکتبہ وحیدیہ دیوبند.....
۲	التحفة العنبریه..............	مولانا قاری ابوالحسن اعظمی..	مدرسہ اصغریہ، دیوبند...
۳	اکابرین گجرات.............	مولانا عبدالحئ کفلیتوی.......	اشاعت کتب کفلیۃ...
۴	الطیب الذکی..............	مولانا عبدالغفار بستوی......	کل ہند تنظیم المسلمین...
۵	تجوید مشہدی.............	مولانا تجمل حسین صاحب...	اشاعت کتب کفلیۃ...
۶	تذکرۃ المرغوب..........	مرغوب احمد لاجپوری.......	جامعۃ القراءات کفلیۃ
۷	حصول علم میں علمائے ربانیین کے حیرت انگیز کارنامے...........	شیخ عبدالفتاح ابوغدہ....... ترجمہ: سید یوسف۔ مولانا عبداللطیف۔ مولانا سراج..	جامعہ رحمانیہ کھامبھیہ...
۸	حقیقت السورت اردو.......	مترجم محبوب حسین عباسی....	گجرات اردو اکادمی....
۹	ذکر صالحین................	مرغوب احمد لاجپوری.......	جامعۃ القراءات کفلیۃ
۱۰	سوال جواب مشہدی.........	مولانا تجمل حسین صاحب...	مطبع اخبار آگرہ.........
۱۱	عرب ممالک اور صوبہ گجرات کے تعلقات......	مولانا محمد اقبال صاحب ٹنکاروی..............	دارالعلوم ماٹلی واڑہ..... بھروچ..............
۱۲	مشائخ احمد آباد..........	مولانا محمد یوسف متالا صاحب	مکتبہ محمودیہ میرٹھ.......
۱۳	علمائے مظاہر علوم سہارنپور اوران کی علمی و تصنیفی خدمات	مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری	مکتبہ یادگار شیخ.........
۱۴	ہدایہ............	شیخ الاسلام علی بن ابی بکر.....	مکتبہ رحمانیہ، لاہور.....

ملوک وعلماء اندلس

مسلمانوں کے فردوس گم شدہ ''مرحوم اندلس''، یعنی اسپین کے علماء وملوک کے حالات۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

طارق بن زیاد بن عبداللہ

(۱)......طارق بن زیاد بن عبداللہ: اندلس کے فاتح اور دنیا کے بہترین سپہ سالاروں میں تھے، اسپین کی فتح اور یہاں اسلامی حکومت کا قیام ایک ایسا تاریخی واقعہ ہے جس نے یورپ کو سیاسی' معاشی اور ثقافتی پسماندگی سے نکال کر ایک نئی بصیرت وفکر عطا کی، اور اس پر نا قابل فراموش اثرات مرتب کئے تھے۔

طارق بن زیاد ایک متقی' فرض شناس اور بلند ہمت انسان تھے، ان کے حسن اخلاق کی بنا پر عوام اور فوجی سپاہی انہیں احترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔

ان کے حسب نسب کے بارے میں اختلاف ہے، زناتہ کے بربر تھے یا اللیثی تھے، ایرانی النسل اور ہمدان کا باشندہ بھی ان کو کہا گیا۔

طارق' موسیٰ بن نصیر کے آزاد کردہ غلام اور ان کے نائب تھے۔ طارق کی تربیت وتعلیم موسیٰ بن نصیر کے زیر نگرانی ہوئی۔ طارق نے بہت جلد فن سپہ گری میں شہرت حاصل کر لی، اور ان کی بہادری اور عسکری چالوں کے چرچے ہونے لگے، وہ جنگی منصوبہ بندی میں بہت ماہر تھے، اور غیر معمولی ذہین' دور بین اور مستعد قائد تھے۔ طنجہ کے والی بھی رہے ہیں۔

طارق نے اندلس کے بعد جنوبی فرانس کی طرف بھی پیش قدمی کی اور اہم شہروں اربونہ، لودون اور اوویون پر بھی قبضہ کر لیا۔

موسیٰ اور طارق کی فتوحات کا سلسلہ جاری تھا کہ خلیفہ ولید بن عبدالملک کا قاصد دمشق سے یہ حکم نامہ لایا کہ موسیٰ اور طارق دونوں جلد از جلد دار الحکومت دمشق پہنچ جائیں۔ دمشق پہنچ کر موسیٰ اور طارق جیسے عظیم سپہ سالاروں کی عسکری زندگی کا خاتمہ ہو گیا اور گمنامی کی حالت میں دنیا سے رخصت ہو گئے، اگر طارق اور موسیٰ دربار دمشق کی غیر دانش مندانہ

مداخلت سے آزاد رہتے تو نہ صرف اندلس کی تاریخ مختلف ہوتی بلکہ آج یورپ اسلامی دنیا کا حصہ ہوتا۔

آپ ﷺ کی طرف سے طارق بن زیاد کو خواب میں فتح کی بشارت

روایات میں ہے کہ کشتی پر سوار ہونے کے بعد کچھ دیر طارق کی آنکھ لگ گئی تو انہیں خواب میں آپ ﷺ کی زیارت ہوئی کہ آپ ﷺ، خلفائے راشدین اور بعض اور صحابہ رضی اللہ عنہم تلواروں اور تیروں سے مسلح سمندر پر چلتے ہوئے تشریف لا رہے ہیں۔ جب آپ ﷺ طارق کے پاس سے گذرے تو فرمایا: ''طارق بڑھتے جاؤ'' اس کے بعد طارق نے دیکھا کہ آپ ﷺ اور آپ کے مقدس رفقاء اس سے آگے نکل کر اندلس میں داخل ہو گئے۔

طارق کی آنکھ کھلی تو بیحد مسرور تھے۔انہیں فتح اندلس کی خوشخبری مل چکی تھی، انہوں نے اپنے ساتھیوں کو یہ بشارت سنائی جس سے ان کے حوصلے اور بڑھ گئے۔

دوسری طرف موسیٰ بن نصیر نے بھی طارق کی مدد کے لئے پانچ ہزار سپاہیوں کی کمک روانہ کی، جس کے پہنچنے کے بعد طارق کا لشکر بارہ ہزار پر مشتمل ہو گیا۔ غالبا جولین کے رفقاء اس کے علاوہ تھے۔

طارق کی دعا......اندلس کے میدان جنگ میں

تازہ دم اور جواں سال طارق بن زیاد جب عربی فوجوں کے ساتھ اندلس میں اترا اور وادی لکہ کے مقام پر یہ دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو طارق نے کشتیوں کو جلانے کا حکم دیا، جن سے اس لشکر نے دریا عبور کیا تھا، اس لئے کہ دوبارہ بھاگنے کا خیال بھی نہ آئے، اس واقعہ کو اقبال مرحوم نے اپنے قطعے میں نظم کیا ہے ؎

طارق چو بر کنارہ اندلس سفینہ سوخت گفتند کار تو بہ نگاہ خرد خطاست
دوریم از سواد وطن باز چوں رسیم؟ ترک سبب زروئے شریعت کجا رواست؟
خندید و دست خویش بہ شمشیر برد و گفت ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست

طارق نے جب اندلس کے ساحل پر اپنی کشتی جلائی، تو لوگوں نے کہا کہ: عقل کی نگاہ میں تمہارا یہ عمل ایک بڑی غلطی ہے۔

ہم لوگ اپنے وطن کی سرزمین سے دور ہیں، اب وطن کیسے پہنچیں گے؟ اسباب کو ترک کرنا تو شریعت کی رو سے بھی جائز نہیں۔

طارق جواب میں مسکرائے، اور اپنا ہاتھ تلوار تک لے جا کر بولے: ہر ملک ہمارا ملک ہے، اس لئے کہ وہ ہمارے خدا کا ملک ہے۔[۱]

طارق اپنے لشکر کے ساتھ جبل الفتح یا جبل طارق کے ساحل پر اترے تھے، اور وہاں سے ''الجزیرۃ الخضراء'' تک کی ساحلی پٹی کسی مؤثر مزاحمت کے بغیر فتح کرلی، لیکن اس کے بعد راڈرک نے اپنے مشہور سپہ سالار تدمیر (theodomir) کو ایک بڑا لشکر دے کر طارق کے مقابلہ کے لئے بھیجا، مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ اس کی پے در پے کئی لڑائیاں ہوئیں، اور وہ ہر لڑائی میں شکست سے دو چار ہوا، یہاں تک کہ متواتر ہزیمتوں کے نتیجہ میں

۱......حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

کشتیاں جلانے کا یہ واقعہ آج کے دور کی تاریخوں میں تو بہت مشہور ہے، لیکن فتح اندلس کے ابتدائی مستند مآخذ میں مجھے اس کا ذکر نہیں ملا۔ اندلس کے سب سے بڑے مؤرخ مقری نے فتح اندلس کا واقعہ بہت تفصیل سے بیان کیا ہے، لیکن اس میں کشتیاں جلانے کا ذکر نہیں ہے۔ ابن خلدون اور طبری وغیرہ نے بھی اس کا ذکر نہیں کیا۔ ہوسکتا ہے کہ طارق بن زیاد کا جو خطبہ آگے آرہا ہے، اس کے ابتدائی الفاظ سے مورخین نے یہ نتیجہ نکالا ہو کہ طارق اپنی کشتیاں جلا چکا تھا، واللہ اعلم۔ (دنیا میرے آگے ص۱۹)

اس کا حوصلہ جواب دے گیا، اور اس نے اپنے بادشاہ راڈرک کو لکھا کہ:

''جس قوم سے میرا سابقہ پڑا ہے وہ خدا جانے آسمان سے ٹپکی ہے یا زمین سے ابلی ہے، اس کا مقابلہ اس کے سوا ممکن نہیں کہ آپ بذات خود ایک لشکر جرار لے کر اس کی مزاحمت کریں''۔

راڈرک نے اپنے سپہ سالار کا پیغام پا کر ستر ہزار سپاہیوں پر مشتمل ایک عظیم الشان لشکر تیار کیا، اور طارق کی طرف روانہ ہو گیا۔

طارق بن زیاد کا تاریخی خطبہ

اس میدان میں طارق نے اپنا وہ تاریخی خطبہ دیا جو آج بھی عربی ادب اور تاریخ کی کتابوں میں تواتر سے نقل ہوتا چلا آ رہا ہے، اور جس کے ایک ایک لفظ سے طارق کے عزم حوصلے اور سرفروشی کے جذبات کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس خطبے کے چند جملے یہ ہیں:

لوگو! تمہارے لئے بھاگنے کی جگہ ہی کہاں ہے؟ تمہارے پیچھے سمندر ہے، اور آگے دشمن، لہذا خدا کی قسم تمہارے لئے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ تم خدا کے ساتھ کئے ہوئے عہد میں سچے اترو اور صبر سے کام لو۔ یاد رکھو کہ اس جزیرے میں تم ان یتیموں سے زیادہ بے آسرا ہو جو کسی کنجوس کے دسترخوان پر بیٹھے ہوں۔ دشمن تمہارے مقابلے کے لئے اپنا پورا لاؤ لشکر اور اسلحہ لے کر آیا ہے، اس کے پاس وافر مقدار میں غذائی سامان بھی ہے، اور تمہارے لئے تمہاری تلواروں کے سوا کوئی پناہ گاہ نہیں۔ تمہارے پاس کوئی غذائی سامان اس کے سوا نہیں جو تم اپنے دشمن سے چھین کر حاصل کر سکو۔ اگر زیادہ وقت اس حالت میں گزر گیا کہ تم فقر و فاقہ کی حالت میں رہے اور کوئی نمایاں کامیابی حاصل نہ کر سکے تو تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، اور ابھی تک تمہارا جو رعب دلوں پر چھایا ہوا ہے، اس کے بدلے دلوں

میں تمہارے خلاف جرأت و جسارت پیدا ہو جائے گی، لہذا اس برے انجام کو اپنے آپ سے دور کرنے کے لئے ایک ہی راستہ ہے، اور وہ یہ ہے کہ پوری ثابت قدمی سے اس سرکش بادشاہ کا مقابلہ کرو، جو اس کے محفوظ شہر نے تمہارے سامنے لا کر ڈال دیا ہے، اگر تم اپنے آپ کو موت کے لئے تیار کر لو تو اس نادر موقع سے فائدہ اٹھانا ممکن ہے۔ اور میں نے تمہیں کسی ایسے کام سے نہیں ڈرایا جس سے میں خود بچا ہوا ہوں، اور نہ میں تمہیں کسی ایسے کام پر آمادہ کر رہا ہوں جس میں سب سے سستی پونجی انسان کی جان ہوتی ہے، اور جس کا آغاز میں خود اپنے آپ سے نہ کر رہا ہوں۔ یاد رکھو اگر آج کی مشقت پر تم نے صبر کر لیا تو طویل مدت تک لذت وراحت سے لطف اندوز ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کی نصرت وحمایت تمہارے ساتھ ہے، تمہارا یہ عمل دنیا و آخرت دونوں میں تمہاری یادگار رہے گا۔ اور یاد رکھو کہ جس بات کی دعوت میں تمہیں دے رہا ہوں اس پر پہلا لبیک کہنے والا میں خود ہوں۔ جب دونوں لشکر ٹکرائیں گے تو میرا عزم یہ ہے کہ میرا حملہ اس قوم کے سرکش ترین فرد راڈرک پر ہوگا، اور انشاء اللہ میں اپنے ہاتھ سے اسے قتل کروں گا، تم میرے ساتھ حملہ کرو، اگر میں راڈرک کی ہلاکت کے بعد ہلاک ہوا تو راڈرک کے فرض سے تمہیں سبکدوش کر چکا ہوں گا، اور تم میں ایسے بہادر اور ذی عقل افراد کی کمی نہیں جن کو تم اپنی سربراہی سونپ سکو، اور اگر میں راڈرک تک پہنچنے سے پہلے ہی کام آ گیا تو میرے اس عزم کی تکمیل میں میری نیابت کرنا تمہارا فرض ہوگا، تم سب مل کر اس پر حملہ جاری رکھنا، اور پورے جزیرے کی فتح کا غم کھانے کے بجائے اس ایک شخص کے قتل کی ذمہ داری قبول کر لینا تمہارے لئے کافی ہوگا، کیونکہ دشمن اس کے بعد ہمت ہار بیٹھے گا۔ [۱]

[۱]......ایھا الناس این المفرّ ؟ البحر من ورائکم ' والعدو امامکم ، ولیس لکم والله الا الصدق

اس خطبہ نے فوج میں نئی جان ڈالدی، طارق نے صف بندی کے بعد فوج کا معاینہ کیا تو دیکھا کہ اپنی فوج عدد وقوت میں بدرجہا کمتر ہے، اور غریب الدیار ہونے کے باعث کمک و مدد کی بھی کوئی امید نہیں، مخالف فوج اپنے ملک میں ہے اور ہر وقت طاقت بڑھا سکتی ہے، اس صورت حال سے تشویش ہوئی، بالآخر یہی تدبیر سمجھ میں آئی کہ فوج میں ایمانی طاقت بڑھا کر اللہ تعالی کی غیبی نصرت حاصل کی جائے، طارق نے اللہ سے دعا کی اور کہا:

اے خدا! یہ تیرے راستے کے مسافر پُر اسرار اور صاحب اسرار بندے ہیں، صحرا اور دریا ان کی ٹھوکروں کے اشارے پر چلتے ہیں، ان کی ہیئت سے پہاڑ بھی گرد ہو جاتے ہیں، تو نے انہیں اپنی محبت دے کر دو عالم سے بیگانہ بنا دیا، شوق شہادت کے سوا کوئی چیز انہیں محبوب نہیں، دنیا ہلاکت کے دہانے کھڑی ہے، ہم یہاں اسی لئے آئے ہیں کہ اپنے جسم

والصبر ، واعلموا انكم فى هذه الجزيرة اضيع من الايتام فى مادبة اللئام ، وقد استقبلكم عدوكم بجيشه واسلحته ، اقواته موفورة وانتم لا وزرلكم الا سيوفكم ، ولا اقوات لكم الا ما تستخلصونه من ايدى عدوكم ، وان امتدت بكم الايام على افتقاركم و لم تنجزوا لكم امرا ذهبت ريحكم ، وتعوضت القلوب من رعبها منكم الجرأة عليكم ، فادفعوا عن انفسكم خذلان هذه العاقبة من امركم بمناجزة هذا الطاغية ، فقد القت به اليكم مدينة الحصنية ، وان انتهاز الفرصة فيه لممكن ان سمحتم لانفسكم بالموت ، وانى لم احذركم امرا انا منه بنحوه ولا حملتكم على خطة ارخص متاع فيها النفوس الا وانا ابدأ بنفسى ، واعلموا انكم ان صبرتم على الاشق قليلا ' استمتعتم بالارفة الالد طويلا ...والله تعالى ولى انجادكم على ما يكون لكم ذكرا فى الدارين، واعلموا انى اول مجيب الى ما دعوتكم اليه ، وانى عند ملتقى الجمعين حامل بنفسى على طاغية القوم لذريق فقاتلته ان شاء الله تعالى فاحملوا معى ، فان هلكتُ بعده فقد كفيتُكم امره ، ولم يعوزكم بطل عاقل تسندون اموركم اليه ، وان هلكتُ قبل وصولى اليه فاخلفونى فى عزيمتى هذه، واحملوا بانفسكم عليه واكتفوا لهم من فتح هذه الجزيرة بقتله فانهم بعده يخذلون۔

(نفح الطیب للمقری ص ۲۲۵ تا ۲۲۶ ج ۱۔ دنیا میرے آگے، ص ۲۱)

وتن کا بیج بوئیں اور خونِ دل سے اس کی آبیاری کریں۔

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے　　جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا　　سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو　　عجب چیز ہے لذت آشنائی
شہادت ہے مطلوب ومقصودِ مؤمن　　نہ مالِ غنیمت، نہ کشور کشائی
خیاباں میں ہے منتظر لالہ کب سے　　قبا چاہئے اس کو خونِ عرب سے
کیا تو نے صحرا نشینوں کو یکتا　　خبر میں، نظر میں، اذانِ سحر میں
طلب جس کی صدیوں سے تھی زندگی کو　　وہ سوز اس نے پایا انہیں کے جگر میں
کشادِ درِ دل سمجھتے ہیں اس کو　　ہلاکت نہیں موت ان کی نظر میں
دلِ مردِ مومن میں پھر زندہ کردے　　وہ بجلی کہ تھی نعرۂ لا تذر میں
عزائم کو سینوں میں بیدار کردے　　نگاہِ مسلماں کو تلوار کردے

دعا قبول ہوئی اور اسلامی فوج کامیاب ہوئی، اور عیسائی اندلس اسلامی اندلس بن گیا، مسلمانوں کی پائدار حکومت قائم ہوئی، جو صدیوں تک رہی۔ طارق کے رفقاء پہلے ہی جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت سے سرشار تھے۔ طارق کے اس خطبے نے ان میں ایک نئی روح پھونک دی، وہ وادی لکہ کے معرکے میں اپنے جسم و جان کو فراموش کرکے لڑے۔ یہ جنگ متواتر آٹھ دن تک جاری رہی، اور فتح مسلمانوں کے حصے میں آئی۔ راڈرک کا لشکر بری طرح پسپا ہوا، اور خود راڈرک بھی اسی تاریخی معرکے میں کام آیا۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے خود طارق بن زیاد نے قتل کیا، اور بعض روایتوں میں ہے کہ اس کا خالی گھوڑا

دریا کے کنارے پایا گیا جس سے یہ اندازہ لگایا گیا کہ وہ دریا میں ڈوب کر ہلاک ہوا۔

وادی لکہ کی یہ فتح جو ایک ہفتے کی صبر آزما جنگ کے بعد مسلمانوں کو حاصل ہوئی، یورپ میں مسلمانوں کے داخلے کی تمہید تھی، جس نے پورے اندلس کے دروازے ان کے لئے کھول دیئے۔اس کے بعد مسلمان اندلس کے تمام شہروں کو فتح کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے، یہاں تک کہ انہوں نے اس وقت کے دار الحکومت طلیطلہ (tolldo) کو بھی فتح کرلیا۔اس کے بعد بھی ان کی پیش قدمی جاری رہی یہاں تک کہ وہ فرانس کے اندر جا کر کوہ پیری نیز کے دامن تک پہنچ گئے۔اندلس کی فتح کے بعد مسلمانوں نے یہاں آٹھ سو سال حکومت کی جس دوران انہوں نے علم و دانش اور تہذیب وتمدن کے منفرد چراغ روشن کئے، اور اس خطے کو دنیا کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ علاقہ بنا دیا۔

پھر اس کا خاتمہ اس وقت ہوا جب طارق اور اس کے ساتھیوں کی روح ان میں باقی نہ رہی، جذبۂ ایمانی کا فقدان اور خانہ جنگیوں نے حکومت کے ساتھ مسلمانوں کا وجود یہاں خطرے میں ڈال دیا کہ ایک متنفس بھی باقی نہ رہا۔غافلوں اور خدا فراموشوں کے ساتھ خدا کا ہمیشہ یہی معاملہ رہا ہے: ﴿ و لن تجد لسنة الله تبديلا ﴾۔

موسیٰ بن نصیر

(۲)......موسیٰ بن نصیر: ایک ماہر حرب اور عظیم سپہ سالار تھا، موسیٰ کی ساری عمر میدان جنگ میں بسر ہوئی، لیکن عالم پیری میں اس میں وہی جوش اور ہوس فتوحات باقی تھی۔موسیٰ جب اندلس میں داخل ہوا اور اس نے سنا کہ طارق باوجود ممانعت کے پے درپے فتوحات حاصل کر رہا ہے، ناراض ہو گیا، اور خود طلیلہ کا عزم کیا، طارق کو اطلاع ملی تو استقبال کے لئے آیا، اور گھوڑے سے اتر کر استقبال کیا، اور جو مال اس کے حصے میں آیا تھا وہ سب موسیٰ کی

خدمت میں ہدیہ کیا۔مگر موسی ان سے سختی سے پیش آیا، اور غصہ کی حالت میں حکم عدولی کا سبب پوچھا۔اگر چہ تمام اورفوجی افسروں نے طارق کی تعریف کی، مگر موسی نے سارے مال پر قبضہ کرکے طارق کو قید کی سزادی۔مگر جلد ہی موسی نے طارق کو رہا کردیا، دراصل دوسرے افسران کو تنبیہ مقصود تھی۔ایک مرتبہ فتوحات کی طرف بڑھتے ہوئے موسی نے ایک عجیب عبارت پڑھی:

''اے اولاد اسماعیل! یہاں تک تم پہنچ گئے، اب واپس ہوجاؤ''

دوسری طرف یہ الفاظ کندہ تھے:

''اگرتم اس پتھر سے آگے بڑھے تو خانہ جنگیوں میں مبتلا ہوجاؤ گے، اورتمہاری قوت منتشر ہوجائے گی''۔

اس کے بعد آگے بڑھنے کی جرأت نہ کی اورفوج کوواپس ہوجانے کاحکم دیا۔خلیفہ نے موسی کو دمشق بلایا، بادشاہ بعض وجوہ سے اور کچھ حضرات کی شکایات سے موسی سے ناراض اورخفا تھا، اس لئے موسی کا مال ومتاع ضبط کرکے شہر بدر کردیا۔یہ بھی کہا گیا کہ سخت قید میں رکھا، اور دولاکھ اشرفیاں بطور جرمانہ ادا کرنے کاحکم دیا۔موسی نے کچھ جرمانہ ادا کیا بقیہ ادانہ کرسکا، بالآخر امیر ابن اہلب کی سفارش پر معاف کیا گیا، اورموسی کے بڑے بیٹے امیر عبد اللہ کوافریقہ کی ولایت سے برطرف کردیا گیا۔بعض مؤرخین کا خیال یہ بھی ہے کہ ستر سالہ موسی کوخلیفہ نے فرش پر دھوپ میں اتنی دیر کھڑا رکھا کہ وہ بیہوش ہوکر گرگیا۔موسی کی ولادت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورخلافت میں :۱۹ھ میں ہوئی۔۹۷ھ میں بحالت بے کسی وبے بسی انتقال ہوا۔الغرض موسی بڑا بہادر اور لائق اور رحم دل تھا، مذہبی عقائد میں پختگی رکھتا تھا، سخاوت بے مثل تھی۔اس کے گرد ہمیشہ فقراء اورعلماء کا مجمع رہتا تھا، آخری عمر

میں دشمنی اور حسد کا شکار ہوا، کسی شاعر کا یہ شعر موسیٰ کی آخری زندگی کا صحیح ترجمان ہے۔

حقوق خدمت صد سالہ رائیگاں باشد تو کشورے کہ در وکودکاں خداوند اند

سوسال کی خدمت کے حقوق بیکار گئے، تو ایسا ملک ہے کہ جس میں بچے آقا ہیں۔

موسیٰ اور اس کی بے گناہ اولاد پر جو ظلم وستم ہوا ہے، وہ خون ناحق کی طرح خاندان بنی امیہ کی بربادی کا باعث ہوا۔

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را چنداں اماں نہ داد کہ شب را سحر کند

تو نے دیکھا کہ پروانہ کے ناحق خون نے شمع کو اتنی دیر امن نہیں دیا کہ رات کو سحر کرے۔

سمح بن مالک

(۳)......سمح بن مالک: طارق کے ہمراہیوں میں ایک فوجی آدمی تھا۔ اندلس کے امیر بنتے ہی عدل وخوش حالی کے سامان کی فراہمی شروع کی۔ امیر سمح کی حکومت حضرت عمر بن عبد العزیز کی حکومت کا عکس تھا۔ اسی نے اندلس کی مردم شماری کرائی، ملک کا جغرافیہ تیار کرایا جس میں ہر شہر اور اس کی آبادی، ایک شہر سے دوسرے تک کا فاصلہ، دریا، پہاڑ، تجارتی اشیاء کی فہرست وغیرہ چیزیں درج تھیں۔ جزیہ، عشر، خمس اور خراج کے پختہ قوانین رائج کئے۔ مسجدیں اور پل تعمیر کرائے، وادی الکبیر کا بانی یہی ہے۔ بربری قوم کو غیر آباد علاقوں میں زراعت وحرفت پر لگایا، جس میں ان کو کامیابی حاصل ہوئی۔ ایک جنگ میں تیر لگنے سے شہادت ہوئی۔

عبدالرحمٰن الداخل

(۴)......عبدالرحمٰن الداخل: کی ولادت: ۱۳۰ھ میں ہوئی، بچپن میں والد کا سایہ اٹھ گیا تو

دادا ہشام نے تربیت کی۔ ہرطرح کی قابلیت کا مالک تھا، عادات بد سے پاک رہا۔علماء اور امرائے سلطنت کی صحبت حاصل تھی، ۱۳۴ھ میں جب بنوامیہ کا خاتمہ ہوکر خلافت عباسیہ شروع ہوئی اس وقت عبدالرحمٰن کی عمر بیس سال تھی۔اس نے اس وقت کے مظالم اور خوف وہراس کا ماحول دیکھا۔عبدالرحمٰن نے افریقہ اور فلسطین کے اسفار کے بعد مصر جاکر بنوامیہ کے ہمدردوں سے ملاقات کی۔امیر افریقہ کو پتہ چلا کہ عبدالرحمٰن اپنی حکومت کرنے کی فکر میں مصروف ہے،اس لئے اس کے خلاف وارنٹ جاری ہوا تو بڑی مشکل سے جان بچا کر وہاں سے راہ فرار اختیار کی اور مصیبتیں جھیلیں۔ایک مرتبہ متلاشی کی پہنچنے پر بربری بڑھیا نے کونے میں بٹھا کر اس پر کپڑے ڈال کر اس کی حفاظت کی۔نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ کھانے کو روٹی اور پہننے کو کپڑا دستیاب ہونا دشوار ہوگیا، بالآخر اندلس پہنچ کر اپنی فطری صلاحیت اور خواہانان بنوامیہ کی مدد سے امیر بنائے گئے اور ہوتے ہوتے اندلس کے والی بنے۔خاندان بنوامیہ کا یہ پہلا شخص تھا جو اندلس میں داخل ہوا، اس لئے الداخل کے لقب سے مشہور ہوا۔عبدالرحمٰن کو بغاوتوں کا بھی سامنا کرنا پڑا، مگر بڑی جرأت مندی سے باغیوں کا استیصال کیا، اور بغاوتوں کے اسباب تلاش کئے۔ربیع الثانی ۱۷۲ھ میں تینتیس سال چار مہینے حکومت کرنے کے بعد: ۵۸یا۵۹/سال کی عمر میں وفات پائی۔

احمد بن محمد المقری

(۵)......احمد بن محمد المقری (اَلْمَقَّرِی) آپ کے آباء قریش کے عمائد تھے، فتح شام کے بعد افریقہ کے شمالی حصہ شہر تلمسان کے قریب مقرہ (مَقَّرہ) میں بود باش اختیار کی تھی۔مالکی اور اشعری مسلک کے مقلد تھے۔

اپنے چچا علامہ ابوعثمان سے تعلیم وتربیت حاصل کی۔علم کے حصول میں شرق وغرب کا

سفر کیا۔حکومت اندلس کی تباہی کے بعد مراکش کے شہر فاس میں تعلیم لی۔خلافت اندلس کے بعد دوبارہ اندلس آنا آسان نہ تھا،مگر مقری اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر واپس آئے،اور اپنے اسلاف کے لازوال کارناموں کی آٹھ سو سالہ تاریخ ’’النفح الطیب‘‘ کے نام سے دس جلدوں میں مرتب کی،اور اپنے اولوالعزم قوم کے کارناموں کو حیات جاوید بخشی۔۱۰۱۳ھ میں تلمسان،اسکندریہ اور قاہرہ ہوتے ہوئے حرمین شریفین پہنچے۔۱۰۲۹ھ میں قاہرہ میں شادی کی۔دمشق میں بار بار آمد رہتی اور شہر کی مشہور مسجد میں درس بخاری کا سلسلہ رہتا،اس میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ شریک ہوتے۔جمادی الثانیہ ۱۰۴۱ھ (۱۶۳۱ء) میں قاہرہ میں انتقال ہوا۔کئی تصانیف یادگار چھوڑیں۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح انصاری خزرجی القرطبی اندلسی رحمہ اللہ

(۶)......اندلس کے مشہور اور محقق عالم علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح انصاری خزرجی القرطبی اندلسی رحمہ اللہ: فقہ میں امام مالک رحمہ اللہ کے مسلک کے پیرو تھے۔آپ کے اساتذہ میں: ابن رواج،ابن حمیزی،شیخ ابوالعباس قرطبی،ابوعلی حسن بکری،اور ابوالحسن یحیی قابل ذکر ہیں۔آپ کے صاحبزادے شہاب الدین احمد نے آپ ہی سے اکتساب فیض کیا۔بقول ذہبی: آپ مختلف علوم وفنون اور علم میں متبحر امام تھے۔آپ کی کئی مفید تصانیف ہیں جو آپ کے کثرت علم اور زیادتی فضل پر دال ہیں۔ابن فرحون فرماتے ہیں: آپ اللہ تعالی کے نیک اور صالح بندوں،متقی عارف علماء،دنیا سے زہد اختیار کرنے والے اور ان افراد میں سے تھے جو امور آخرت میں مصروف رہتے تھے۔آپ کے اوقات عبادت وتصنیف میں صرف ہوتے تھے۔تکلف سے کوسوں دور تھے۔ابن عماد نے ’’شذراۃ

الذہب'' میں کہا ہے کہ: آپ حدیث کے معانی میں غواصی کرنے والے اور عمدہ تصنیف کے حامل تھے۔آپ کی چند مشہور تصانیف یہ ہیں:

(۱)......**الاسنی فی شرح اسماء الحسنی،**

(۲)......**الاعلام بما فی دین النصاری من الاوھام ،**

(۳)......**التذکار فی افضل الاذکار،**

(۴)......**التذکرہ فی احوال الموتی والآخرۃ ،**

(۵)......**قمح الحرص بالزھد والقناعۃ و رد ذل السوال بالکتب والشفاعۃ ،**

(۶)......**الجامع لاحکام القرآن۔**

ان میں سب سے زیادہ شہرت آپ کی تفسیر کو ملی۔''تفسیر قرطبی'' ۱۲ر جلدوں میں ہے، اس تفسیر کا بنیادی موضوع تو قرآن کریم سے فقہی احکام ومسائل کا استنباط تھا،لیکن اس ضمن میں مصنف رحمہ اللہ نے آیتوں کی تشریح ،مشکل الفاظ کی تحقیق ،اعراب و بلاغت اور متعلقہ روایات کو بھی تفسیر میں خوب جمع کیا ہے، ناسخ ومنسوخ کی بحثیں بھی ہیں۔قرائت متواترہ اور غیر متواترہ کا ذکر بھی ہے۔خاص طور پر روزمرہ کی زندگی کے لئے قرآن کریم سے جو ہدایات ملتی ہیں ان کو اچھی طرح واضح فرمایا ہے۔اس کتاب کا مقدمہ بھی نہایت مفصل اور علوم قرآن کے اہم مباحث پر مشتمل ہے۔

مصر کے محلّہ منیہ بنی خصیب میں :۹ر شوال ۶۷۱ھ شب پیر آپ کا وصال ہوا،اور وہیں آپ کا مزار ہے۔آپ کا تفصیلی تذکرہ ''شذرات الذہب'' اور ''کشف الظنون'' میں ہے۔

عبدالولید محمد بن احمد بن محمد رشد

(۷)......عبدالولید محمد بن احمد بن محمد رشد : اسپین کا بہت بڑا فلسفی اور سائنسداں ، طب،

فلکیات اور فقہ کا بڑا ماہر قرطبہ میں :۵۲۰ھ مطابق: ۱۱۲۶ء پیدا ہوا۔ ابن رشد قرطبہ کے مشہور فقہ کے حلقوں اور درسگاہوں میں شریک ہوا۔ مشہور عالم ابن باجہ کی تربیت میں رہا۔ اپنی تعلیم کا آغاز علم دین وعلم کلام سے شروع کیا، بہت جلد ترقی کر کے اپنے اساتذہ اور متبحر فقیہ حافظ ابن محمد بن رزاق کی سفارش پر، اور ایک سخت امتحان میں کامیابی کے بعد علماء اندلس سے متفقہ طور پر سند فقہ حاصل کی ۔ یہ سند پہلے صرف معمر حضرات کو ملا کرتی تھی جو قرآن وحدیث ختم کر کے مدتوں دوسرے علوم کی تکمیل کرتے تھے، مگر ابن رشد نے کم سنی میں یہ فضیلت حاصل کر لی ۔ ابومروان ابن زہر کی دوستی نے علم ادویہ کی جانب مائل کیا، اور اس فن کو بھی اپنی استادانہ تحقیقات سے مالا مال کر دیا۔ جعفر بن ہارون طرحوبی کی مدد سے علم حیوانات، علم خواص الاشیاء، اور افلاطون وارسطو نیز دیگر حکمائے یونان کی فلسفیانہ تصنیفات پر بھی حاوی ہو گیا۔ اشبیلہ اور قرطبہ کا قاضی بھی رہا، ابو یعقوب یوسف نے اپنے خاص طبیب کی حیثیت سے مراکش بلایا، مگر یہاں علماء دین نے اس کے ملحدانہ خیالات کے باعث سخت مخالفت کی، اس لئے قرطبہ واپس آنا پڑا، مگر یہاں بھی اس کے خلاف کفر کے فتاوے نے جلا وطنی پر مجبور کیا۔ دراصل ابن رشد کا تعلق اس مکتبہ فکر سے تھا جو متکلمین تو نہیں تھے، مگر عقلیت پسند ہونے کے باعث مسلمہ عقائد کو بھی فلسفے پر منطبق کرنا چاہتے تھے، چنانچہ الکندی فارابی، ابن سینا، ابن باجہ اور ابن طفیل اسی سلسلے سے تعلق رکھتے تھے جن کی ایک کڑی ابن رشد بھی تھا۔ ابن رشد کا دعوی تھا کہ مذہب کے اصولی عقائد کے سوا ہر چیز کو اصل کسوٹی پر پرکھنا چاہئے، اس طرح اس نے دنیا کو ارسطاطالیت کی راہ دکھائی، اور دنیا نے اسے ارسطو کا بڑا شارح تسلیم کیا۔ ابن رشد کا نظریہ یہ تھا کہ: خدا تعالی اپنی ہستی میں واحد نہیں رہتا۔ اس کے نزدیک تمام اشیاء عدم سے ایک ہی بار پیدا نہیں ہو جاتیں، بلکہ

ارتقاء کی حیثیت اختیار کرتی ہیں اور ایک تخلیق وقت اسے قائم رکھتی اور حرکت دیتی ہے۔ نیز مرنے کے بعد انسانی روح اس روح کل میں چلی جاتی ہے جو اس کائنات میں ازل سے موجود ہے۔ روز محشر یہ کسی اور مماثل صورت میں پیدا ہوگی، مگر موجودہ مادی جسم میں نہیں ہوگی، کیونکہ موجودہ اجسام نامکمل ہیئت کے مالک ہیں جبکہ آئندہ کامل اور مکمل اجسام کی ضرورت ہوگی۔ اس کا اعتقاد تھا کہ جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے تو قیامت کے دن وہ مجتمع نہ ہوسکے گا۔ اس کا عقیدہ یہ بھی تھا کہ ہر شخص کو اس کے نیک و بد اعمال کی جزا و سزا دنیا ہی میں مل جاتی ہے، بعد وفات کچھ نہیں ہوتا۔ ان افکار کی بنا پر ابن رشد کو نہ صرف مسلمان علمائے دین بلکہ پادریوں نے بھی کافر ٹھہرایا۔ ہسپانوی خلیفہ المنصور نے نہ صرف اس کی تکفیر کی، بلکہ اس کی تمام کتابیں جلادیں اور اسے نظر بند کر دیا۔ ابن رشد کی پہلی تصنیف ''تلخیص المقالہ الاولی من کتاب الخطابة الارطاطالیس'' ہے جو بلاشبہ تفسیر فلسفۂ ارسطو تھی، مگر اسلامی دنیا میں زیادہ دلچسپی اس کتاب سے ہے جو اس نے امام غزالی کی مناظرے کی کتاب کی تردید اور جواب میں لکھی جس کا نام ''تھافة المتھافتین'' ہے۔ ابن رشد نے: ۹ / صفر ۵۹۵ھ مطابق: ۱۰ / دسمبر ۱۱۹۸ھ، اسی (۸۰) سال کی عمر میں مراکش میں وفات پائی۔

ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن ابن حزم

(۸)......ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن ابن حزم کی ولادت: ۳۰ / رمضان ۳۸۴ھ (۷ / نومبر ۹۹۴) قرطبہ میں ہوئی۔ ابن حزم نہ صرف مشہور حافظ قرآن تھا، بلکہ علم حدیث اور فقہ کا ایک مستند عالم تھا۔ ابتدا میں ابن حزم مسلکا شافعی تھا، مگر بعد میں اس کا شمار فرقۂ ظاہریہ میں کیا جانے لگا۔ علوم فلسفہ وغیرہ پر بھی بصیرت تھی۔ طبیعت سادہ تھی۔ اس کے کتب خانہ میں

ہر علم وفن کی کتابیں موجود تھیں۔اس کا حافظہ غیر معمولی تھا ایک بار جو پڑھ لیا یا سن لیا کبھی بھولتا نہیں تھا۔والد کے انتقال کے بعد قرطبہ چھوڑ کر المریہ میں سکونت اختیار کی، یہاں کے والی حیران العامری نے اپنے خلاف سازش کے شبہ میں پہلے تو قید کیا، بعد میں جلاء وطن کردیا۔ جب عبدالرحمٰن الرابع نے خلافت کا اعلان کیا تو ابن حزم اس کی فوج میں شامل ہوگیا،غرناطہ کے محاذ پر اسے دشمنوں نے قید کرلیا، رہائی کے بعد قرطبہ آگیا، پانچ سال کے بعد وزارت کا عہدہ ملا،مگر عبدالرحمٰن خامس کی وفات کے بعد دوبارہ جیل کا منہ دیکھنا پڑا۔ اس کے بعد علم کی طرف توجہ کی اور بہت جلد شہرت حاصل کرلی۔اکثر مناظرے کرتا رہتا تھا، بکثرت علماء اس کے مخالف ہوگئے، چنانچہ اسے اپنی خاندانی جاگیر میں جاگزیں ہونا پڑا یہیں اس کا انتقال ہوا۔چارسو کے قریب تصانیف ہیں۔ابن حزم کی علمی خدمات کے اعتراف کے طور پر قرطبہ میں سیولی گال کے قریب: ۱۲رمئی ۱۹۶۳ء کو کانسی سے بنا ہوا ایک مجسمہ نصب کیا گیا۔ یہ مجسمہ اس کی انیسویں برسی کی یادگار کے طور پر لگایا گیا۔ابن حزم نے مخالفین پر شدت سے الزامات لگائے حتی کہ بعض راسخ العقیدہ اماموں کو بھی نہیں بخشا، اور ان میں سے کئی ائمہ پر کفر والحاد کے الزامات لگائے، امام اشعری، امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہم اللہ خاص طور پر اس کی تنقید کا ہدف بنے رہتے تھے۔ابن حزم نے اپنے اس نظریے کی پرزور حمایت کی ہے کہ فقہی استنباط و جزئیات کو جن کی بنیاد قرآن وحدیث پر نہیں رد کردینا ضروری ہے۔علم الاخلاق میں ''الاخلاق والسیر'' تاریخ میں ''جمہرۃ الانساب'' احکام فقہ میں ''الفصل فی الملل والاھواء والنحل'' اور کتاب المحلی و کتاب الناسخ والمنسوخ' اہم تصانیف ہیں۔ابن حزم کی نسبت یہ قول زباں زد خاص وعام تھا کہ: ابن حزم کی زبان میں وہی تیزی ہے جو حجاج بن یوسف کی تلوار میں تھی۔مزاج میں اس قدر غصہ تھا کہ

اختلاف رائے کا متحمل نہیں ہوسکتا تھا۔ابن حزم کا قول ہے کہ: اگر تم امیرانہ زندگی بسر کرنا چاہتے ہو تو تم ایسا طریقہ اختیار کرو کہ اگر تمہارے پاس دولت نہ رہے تو غربت کی حالت میں بھی زندگی بسر کرنے سے بھی تکلیف نہ ہو۔ ۲۷/شعبان: ۴۵۶ھ (۲۵/اگست ۱۰۶۴ء) میں انتقال ہوا۔

مسلّم طبیب اور سرجن ابوالقاسم زہراوی

(۹)...... مسلّم طبیب اور سرجن ابوالقاسم زہراوی: ۹۳۶ء میں پیدا ہوا۔اپنی تعلیم کی تکمیل کے بعد قرطبہ کے شاہی شفاخانہ کے ساتھ منسلک ہوگیا اور یہاں اس نے عملی تحقیق کا آغاز کیا، تھوڑے عرصہ میں اس کو جدید علم الجراحت (سرجری) کا موجد اور اپنے زمانے کا سب سے بڑا سرجن قرار دیا گیا۔ابوالقاسم جو نادر آپریشن انجام دیتا تھا، اپنے روزافزوں تجربوں سے فن جراحت میں نئی نئی راہیں دریافت کرتا تھا۔آپریشن کرنے کے لئے اپنی نگرانی میں جو نئے آلات تیار کرتا تھا ان سب کی تفصیل وہ احاطہ قلم میں بھی لاتا تھا، یہاں تک کہ یگانہ روزگار تصنیف ''تصریف'' تیار ہوگئی، جو صدیوں تک یورپ کی اکثر یونیورسٹیوں میں شامل نصاب رہی، اور یورپ کے سرجن اس کے مندرجات کو سند کے طور پر پیش کرتے رہے۔ اس کی شرحیں بھی لکھی گئیں۔ابوالقاسم کی وفات ۱۰۱۳ء میں ہوئی۔

لسان الدین ابن الخطیب

(۱۰)......لسان الدین ابن الخطیب: غرناطہ کے امیر عبداللہ السلمانی کے وزیر بھی رہے۔ والی محمد پنجم نے لسان الدین کو ابوعنان ابوالحسن والیٔ افریقہ کے پاس بھیج کر عیسائیوں کے مقابلے میں مدد چاہی، جس وقت لسان الدین اور قاضی ابوالقاسم الشریف دونوں ابوعنان کے سامنے پیش ہوئے تو ابن الخطیب نے فی البدیہ چند اشعار بادشاہ کی تعریف میں پڑھے

یہاں تک کہ اہل دربار پر وجد کی سی حالت طاری ہوگئی اور سلطان نے لسان الدین سے کہا کہ: باوجودیکہ میں تمہارے یہاں آنے کے اغراض سے واقف نہیں ہوں، لیکن اب میں ان اغراض کو معلوم کرنا بھی نہیں چاہتا، میں بلا تأمل آپ کی درخواستوں کو منظور کرتا ہوں، جس چیز کی ضرورت ہو وہ ہم سے مانگ لو۔لسان الدین نے اس خوبی سے خدمت سفارت کو انجام دیا کہ سلطان نے اسی وقت فوج کے بھیجنے کا حکم دیا، اور سفیر کو بیش بہا تحائف دے کر رخصت کیا۔

ایک سازش کے تحت ابوالعباس کو والی بنائے جانے کی کوشش میں لسان الدین کو روپوش ہونا پڑا، بالآخر گرفتار کر کے عبداللہ بن زمرق کے حوالے کئے گئے، پہلے ایک فرضی مقدمہ قائم کیا۔بعض مشہور اہل علم نے ان کی طرف داری کی تو خطرہ ہوا کہ انہیں کہیں رہا نہ کرنا پڑے تو ایک رات جیل خانہ میں ایسے یکتائے زمانہ عالم کو شہید کر دیا گیا۔

علمائے اندلس

(۱)......ابن عبدربہ

ابن عبدربہ......کی ولادت: ۱۰/رمضان ۲۴۶ھ (۸۶۰ء) کی ہے۔علم حدیث اورفن تاریخ کے ماہر عالم تھے۔ مانے ہوئے شاعر بھی تھے۔''عقد الفرید''ان کی مشہور تصنیف ہے۔ ۳۲۸ھ (۹۴۰ء) میں وفات پائی۔قرطبہ کے بنی عباس مقبرہ میں مدفون ہیں۔

(۲)......یحی بن یحی بن کثیر اللیثی

یحی بن یحی لیثی اندلسی رحمہ اللہ......نے امام مالک رحمہ اللہ سے پہلے زیاد بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ سے اپنے شہر میں پوری''موَطا''کی سند حاصل کی تھی۔بیس سال کی عمر میں امام مالک رحمہ اللہ سے''موَطا''سنی۔امام مالک رحمہ اللہ سے''کتاب الاعتکاف''کے آخر کے چند ابواب کی بلاواسطہ سماعت نہیں فرمائی،وہ ابواب یہ ہیں:باب خروج المعتکف للعید ، باب قضاء الاعتکاف ، باب النکاح فی الاعتکاف ،ان تینوں بابوں کو وہ زیاد بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں۔۱۷۹ھ میں جو امام مالک رحمہ اللہ کی وفات کا سال ہے،اس سال ان کی ملاقات امام مالک رحمہ اللہ سے ہوئی۔امام مالک رحمہ اللہ کی وفات کے وقت یہ وہاں موجود تھے، امام مالک رحمہ اللہ کی تجہیز وتکفین کی خدمت ان کو نصیب ہوئی۔اندلس میں ہر شخص ان کی عزت کرتا تھا۔کمال علمی کے مشارالیہ ان کو ہی لوگ خیال کرتے تھے۔استفتاء کا انحصار ان پر سمجھا گیا تھا۔ان سے پہلے لوگ وہاں عیسی بن دینار رحمہ اللہ سے فتوی دریافت کرتے تھے۔انہیں دوشاگردوں کی وجہ سے امام مالک رحمہ اللہ کا

مسلک اندلس میں پھیلا۔ یحی رحمہ اللہ کو عیسی رحمہ اللہ پر عقل میں برتری تھی، چنانچہ ابن لبابہ نے کہا۔

فقيه الاندلس عيسى بن دينار　　وعالمها ابن حبيب و عاقلها يحى

یعنی اندلس کے فقیہ عیسی بن دینار تھے، اور عالم ابن حبیب اور عاقل یحی تھے۔

ایک مرتبہ ہاتھی کے آنے کا شور ہوا، چونکہ عرب میں ہاتھی کو نہایت تعجب کے ساتھ دیکھا جاتا ہے، حاضرین کی اکثریت امام مالک رحمہ اللہ کی صحبت کو ترک کر کے ہاتھی کا تماشہ دیکھنے دوڑ پڑی، مگر یحیٰ اپنی ہیئت و حالت کے ساتھ بیٹھے ہوئے فیض حاصل کرنے میں مشغول رہے، امام مالک رحمہ اللہ نے اسی وقت ان کو عاقل کے خطاب سے مخاطب فرمایا۔

یحی اپنے علم و فضل کی وجہ سے بادشاہوں کی نظروں میں بھی عزیز تھے مگر عہدہ قضاء قبول نہیں کیا۔ یحی مستجاب الدعوات تھے، وضع، لباس، ہیئت ظاہری اور نشست و برخاست میں امام مالک رحمہ اللہ کا اتباع فرماتے تھے۔ امام مالک رحمہ اللہ سے جو سنا اسی پر فتوی دیتے تھے، اس کے خلاف کو ناپسند کرتے تھے۔ البتہ چار مسئلوں میں لیث بن سعد رحمہ اللہ کے مذہب کو اختیار فرمایا تھا:

اول یہ کہ......صبح کی نماز اور نیز دیگر نمازوں میں قنوت پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔

دوسرے یہ کہ......صرف ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنے کو روا نہیں سمجھتے تھے۔

تیسرے یہ کہ......نزاع زوجین کی صورت میں حکم مقرر کرنے کو واجب نہیں سمجھتے تھے۔

چوتھے یہ کہ......کاشت کی زمین کا کرایہ اس کے محصول سے لینا جائز سمجھتے تھے۔

یحی رحمہ اللہ کی وفات بیاسی (۸۲) سال کی عمر میں رجب: ۲۳۴ھ میں ہوئی، قرطبہ میں مدفون ہیں۔

(۳)......ابن الفرضی

عبداللہ بن محمد الفرضی قرطبی ...... کی ولادت ۳۵۱ھ (۹۶۱ء) میں ہوئی۔ علم فقہ اور حدیث کے عالم تھے۔ اندلس کے علماء اور شعراء کے حالات میں ایک کتاب لکھی، ابن بشکوال نے اسی کی تکمیل میں ''صلہ'' لکھی۔ ان کی تصانیف میں ''المختلف والمؤتلف'' اور ''مشتبہ النسبة'' بھی ہے۔ حج کے بعد عمر کا بڑا حصہ سیاحت اور علماء کی صحبت کے استفادے میں گذرا۔ وفات ۴۰۳ھ (۱۰۱۳ء) میں قرطبہ میں قتل ہوئے۔

(۴)......ابن عبدالبر

یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر قرطبی ...... جمعہ کے روز ربیع الاول ۳۶۸ھ میں جس وقت امام خطبہ دے رہے تھے پیدا ہوئے، اگرچہ خطیب بغدادی ان کے معاصر ہیں، مگر ان کا علم حدیث کو طلب کرنا خطیب کی پیدائش سے پہلے تھا۔ حافظ منذری رحمہ اللہ سے بھی اجازت حدیث حاصل تھی۔ آپ اتقان میں اپنے زمانہ کے سردار تھے، فقہ' حدیث میں ان کی تالیف ''کتاب التمهيد'' نادر روزگار کتاب ہے۔ ان کی تصانیف میں یہی ایک کتاب مالکی مذہب میں کافی ہے جن کی پندرہ جلدیں ہیں۔ بلاد مغرب کی بہت سیر کی، مگر اکثر قیام اندلس میں رہتا تھا۔ سوائے ان ستر اہل علم کے جو اس زمانہ میں یکتا تھے اور کسی کو نہ دیکھا اور نہ کسی سے علم حاصل کیا، اس کے باوجود ان کا علم خطیب، بیہقی اور ابن حزم سے کسی طرح کم نہیں تھا، بلکہ بعض علوم ان کے پاس ایسے تھے جو دوسروں کے پاس نہیں تھے۔ صدق' دیانت' حسن اعتقاد اور اتباع سنت جو ان کو حاصل تھا علماء میں سے بہت کم کو نصیب ہوا۔

ان کی عالی سند ''ابوداؤد'' کی وہ ہے جو عبداللہ بن محمد رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں۔ ابتدائی عمر میں اصحاب ظواہر سے تھے، پھر مالکی ہوئے۔ فقہ شافعی کی طرف بھی کچھ میلان

تھا۔ان کی کتاب ''الاستذکار'' مؤطا کی بہترین شروح میں سے ہے، یہ نہایت ضخیم شرح ہے، اگر جلی حروف سے تحریر کی جائے تو تیس جلدیں ہوتی ہیں۔ایک کتاب علم ادب و روایت کی فضیلت میں بھی لکھی جو بہت نافع ہے۔کتاب العقل والعقلاء وما جاء فی اوصافهم ، جمهرة الانساب ، الدرر فی اختصار المغازی والسير ، بهجة المجالس وغیرہ مفید تصانیف ہیں۔ماہ ربیع الآخر: ۴۶۳ھ میں بمقام شاطبہ ان کا انتقال ہوا۔ان کے چند اشعار قابل ذکر ہیں ۔

تذكرت من يبكى علىّ مُداوما فلم ار الا العلم بالدين والخبر

علوم كتاب الله والسنن التى اتت عن رسول الله مع صحة الاثر

وعلم الاولى من ناقديه و فهمنا لما اختلفوا فى العلم بالرأى والنظر

میں نے ان چیزوں کو یاد کیا جو مجھ پر ہمیشہ بکا کرتی رہیں تو میں نے علم دین اور حدیث کے سوا کسی اور چیز کو نہ پایا۔

یعنی اللہ کی کتاب اور ان حدیثوں کے علوم جو صحت نقل کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے منقول ہوکر (ہم تک پہنچے ہیں)۔

اور علم ان لوگوں کا جو اس کے پرکھنے والے ہیں اور ہماری سمجھ اس علم میں جس میں انہوں نے اپنی رائے اور نظر سے اختلاف کیا۔

ایک شعر میں یہ نصیحت فرمائی ۔

مقالة ذى نُصح و ذات فوائد اذا من ذوى الالباب كان استماعها

عليكم بآثار النبى فانه من افضل الرشاد اتباعها

نصیحت والی اور فائدہ مند گفتگو (مان لو) جبکہ عقلمندوں سے اس کو سنا ہو۔

آپ ﷺ کی پیروی کو اپنے لئے لازم کرلو، کیونکہ آپ کی اتباع رشد کے اعمال میں سب سے افضل ہے۔

آپ جب اندلس کے مشہور شہر اشبیلہ گئے تو اہل اشبیلہ کی طرف سے وہ خاطر مدارات اور حسن سلوک جو مناسب تھا نہ دیکھا تو چند اشعار کہے۔

تنکر من کنّا نسر بقربه	و صار زعاقا بعد ما کان سلسلا
حقّ لجارٍ لم یوافقه جاره	ولا لایمته الدار ان یتحولا
بلیت بحمص والمقام ببلدة	طویلا لعمری مخلق یورث البلی
اذا هان حر عند قوم اتاهم	ولم ینأ عنهم کان اعمی واجهلا
ولم تضرب الامثال الا لعالم	و ماعوقب الانسان الا لیعقلا

جن کا قرب ہمارے خیال میں باعث مسرت سمجھا جاتا تھا وہ اجنبی ہوگئے، اور خوشگوار شیریں پانی ہونے کے بعد وہ گدلا اور کھاری ہوگیا۔

(اگر) کسی ہمسایہ کا پڑوسی اس کی موافقت نہ کرے، اور نہ گھر اس کا موافق ہو تو اس کے لئے وہاں سے کوچ کرنا مناسب ہے۔

میں حمص اور اس شہر میں اتنی لمبی مدت کے ساتھ قیام میں مبتلا ہوا، جو میری عمر کو پرانا کرنے والی اور مجھ میں بڑھاپا پیدا کرنے والی ہے۔

جب کوئی شریف کسی قوم کے پاس آکر ذلیل ہوا، اور پھر ان سے دور نہ ہوا تو وہ اندھا اور جاہل ہے۔

کہاوت اور مثالیں جاننے والے کے لئے ہی بیان کی جاتی ہیں، اور انسان کو سزا اسی لئے دی جاتی ہے کہ اس کو عقل آئے۔

(۵)......ابن حیان

ابومروان حیان بن خلف ابن حیان قرطبی......۳۷۷ھ (۹۸۷ء) میں پیدا ہوئے۔ اندلس کے نامی مؤرخین میں تھے۔ تاریخ اندلس پر ان کی دو کتابیں: ''کتاب المقتبس فی تاریخ الاندلس '' اور ''کتاب المبین '' (ساٹھ جلدوں میں) موجود ہیں۔ ابن حیان کی وفات ۴۶۹ھ (۱۰۷۶ء) میں ہوئی۔

(۶)......ابوالولید الباجی

ابوالولید الباجی مالکی......علم وفضل اور مشہور حفاظ قرآن میں سے تھے۔ آپ کا سن ولادت: ۴۰۳ھ (۱۰۱۲ء) ہے۔ ۴۲۶ھ میں بلاد شرقیہ کا سفر کیا اور تین سال مکہ معظّمہ میں مقیم رہے، پھر بغداد آئے اور ابوطیب الطبر ی اور ابواسحاق شیرازی کی صحبت میں فقہ وحدیث کا علم حاصل کیا۔ پھر موصل آکر ابوجعفر السمنانی سے فقہ وحدیث کی تکمیل کی۔ بکثرت تصانیف یادگار چھوڑیں۔ ''المنتقی'' اور ''احکام الفصول '' اور ''التعدیل والتجریح '' زیادہ مشہور ہیں۔ حلب میں خدمت قضاء کوئی سال تک انجام دیا۔ پھر اندلس میں بھی یہی خدمت سپرد ہوئی۔ ۴۷۴ھ (۱۰۸۱ء) میں وفات پائی۔

(۷)......ابوعلی الغسانی

ابوعلی الحسین محمد الغسانی الجیانی......کی ولادت ۴۲۷ھ (۲۰۳۵ء) میں ہوئی۔ حدیث وفقہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ اپنی مشہور تصنیف ''تقیید المھمل ''میں نہایت تحقیق سے ان راویوں کے ناموں کی صحت کی ہے جو صحیحین میں مذکور ہیں۔ یہ ایسا کام تھا کہ دنیائے اسلام کبھی اس کے بار احسان سے سبکدوش نہیں ہوسکتی۔ آپ نے مسجد قرطبہ میں مدۃ العمر

حدیث کا درس دیا۔اس درس میں عوام کے ساتھ خواص کی کثیر جماعت شریک ہوتی تھی۔ ۴۹۸ھ(۱۱۰۵ء) میں وفات پائی۔

(۸)......ابن بَشْکُوَال

ابوالقاسم خلف بن عبدالملک ......کی ولادت:۴۹۴ھ(۱۱۰۱ء) میں ہوئی۔قرطبہ کے نامی اور ذی علم شیخ تھے۔اپنی عمر زیادہ تر اندلس کی تاریخ اور مشہور علماء کے حالات لکھنے میں صرف کی۔ایک کتاب میں صرف ان لوگوں کا خاص ذکر کیا جن کا نام اکثر حدیث میں آتا ہے۔ تاریخ کے علاوہ اور بھی تصانیف ہیں۔علماء اندلس کے حالات پر ان کی مشہور کتاب ''صلہ'' ہے۔آپ کا سن وفات ۵۷۸ھ(۱۱۸۳ء) ہے۔

(۹)......ابن خلدون

عبدالرحمٰن ابن خلدون......کی ولادت تیونس میں:۱؍رمضان ۷۳۲ھ کو ہوئی۔ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی،ابوالحسن مرینی کے درباری علماء سے بھی استفادہ کیا۔بعد میں حکومتی عہدہ کا بھی موقع ملا،بادشاہ کا کاتب رہا۔ایک وقت آیا کہ عتاب شاہی کے سبب جیل جانا پڑا،پھر غرناطہ کا رخ کیا۔جلد ہی ان جمیلوں سے تنگ آکر قلعہ ابن سلامہ میں گوشہ نشین ہوکر تاریخ عالم لکھنا شروع کی۔اس دوران تیونس اور قاہرہ کا بھی سفر کیا،قاہرہ میں قاضی کا عہدہ بھی سنبھالا،حج بیت اللہ کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔تیمور نے دمشق پر حملہ کیا تو بات کرنے کے لئے ابن خلدون کا انتخاب ہوا۔۱۴؍جنوری ۱۴۰۱ء کورسی کی مدد سے قلعہ دمشق کی فصیل پر اترا،اور تیمور سے ملاقات کی،تیمور ان کی علمیت سے خاصا متأثر ہوا۔واپسی پر قاہرہ میں قاضی رہا اور یہیں وفات ہوئی۔ابن خلدون کی ''کتاب العبر''اہم تاریخوں میں شمار ہوتی ہے۔خصوصاً اس کا مقدمہ علمی دنیا میں معرکۃ الآراء حیثیت کا مالک ہے۔اسی مقدمہ نے

اسے بام شہرت تک پہنچا دیا۔ان کی تاریخ تو شاید اتنی مستند نہیں ،لیکن مقدمہ میں پہلی بار اس نے تاریخ وتمدن عالم کا سائنٹیفک تجزیہ کیا ہے،اوراس کے عروج وزوال کے بارے میں ایک واضح نظریہ پیش کیا ہے۔ان کے خیال میں تاریخ بذات خود ایک زندہ اور فعال شئی ہے،قومیں ہمیشہ ایک حالت پر نہیں رہتیں،اس لحاظ سے ابن خلدون تاریخ کا بانی ہے۔
مشہور مؤرخ ٹائن بی بھی یہ لکھنے پر مجبور ہوا کہ:

''عیسائی دنیا اس کی مثال پیش نہیں کرسکتی حتی کہ افلاطون،ارسطواور آگسٹن بھی اس کے ہم پایہ نہ تھے''۔

تعلیم کے بارے میں ابن خلدون اس چیز کو بڑی اہمیت دیتے ہیں کہ متعلمین کی عزت کی جائے،نفس کو مجروح نہ کیا جائے اور جسمانی مار پیٹ سے حتی الامکان گریز کیا جائے،کیونکہ اس سے طلبہ میں اونچے اور حوصلہ مند جذبات پیدا نہیں ہوتے۔

عمرانیات یعنی انسان اور معاشرے کے تعلق کا مطالعہ کرتے ہوئے ابن خلدون نے ہی اس علم کا صحیح معنوں میں آغاز کیا ہے۔

ابن خلدون کی وفات:۲۵؍رمضان:۸۰۸ھ(۱۲؍مارچ ۱۴۰۶ء)میں ہوئی۔

(۱۰)......امام اسماعیل القالی البغدادی القرطبی

امام اسماعیل ابوعلی القالی البغدادی......کی ولادت:۹۰۱ء بمقام ارمینیا میں ہوئی۔خلیفہ عبد الرحمٰن نے ولی عہد الحکم کے اتالیق کی خدمت کے لئے ان کا انتخاب کیا تھا۔علم وفضل میں بے نظیر سمجھے جاتے تھے۔آپ کی وفات قرطبہ میں:۹۶۷ء میں ہوئی۔

علم طب کے چند ماہر مسلمان

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

پہلی طبی انسائیکلو پیڈیا ’’فردوس الحکمت‘‘ کا مصنف ابوالحسن طبری

(۱)......مسلمانوں نے بھی شروع ہی سے اس فن کو اپنی تحقیق کا خاص موضوع بنایا ہے۔اس سلسلہ میں اہم ترین نام ابوالحسن علی بن سہل طبری (۲۵۱ھ) کا آتا ہے، جو بغداد کے تمام شفاخانوں پر نگران اعلی تھے، یہ اپنے طبی تجربات کو ڈائری میں قلمبند کرتے جاتے تھے جس کا تعلق ادویہ کی خصوصیات :علم الحیوانات، صحت، موسم اورآب و ہوا سے ہوتا۔ ان ہی تجربات کو انہوں نے ایک ضخیم کتاب کی صورت ابجدی ترتیب سے ’’فردوس الحکمت‘‘ کے نام سے مرتب کیا، یہ پہلی طبی انسائیکلو پیڈیا ہے، جو طبری کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔اس کے علاوہ بھی طب کے موضوع پر طبری کی بعض اور بھی کتابیں ہیں۔

امراض چشم کے ماہر......ابوالقاسم عمار موصلی

(۲)......طب کا ایک اہم شعبہ آنکھ سے متعلق علاج کا رہا ہے، آنکھ انسانی جسم کا انتہائی نازک عضو ہے، جو بہت ہی باریک شریانوں پر مشتمل ہے، ابوالقاسم عمار موصلی (۳۷۷ھ ۱۰۰۵ء) امراض چشم کے نہ صرف بڑے ماہر تھے، بلکہ اس شعبہ میں کئی جدید تحقیقات و اکتشافات بھی پیش کئے۔ موتیا بند کا آپریشن سب سے پہلے عمار موصلی ہی نے کیا۔ گویا موصلی آنکھوں کا سب سے بڑا سرجن ہے۔

آنکھ سے متعلق بیماریوں اور ان کے علاج کے طریقوں کی بابت اپنی تحقیقات اور تجربات کا نچوڑ موصلی نے ’’علاج العین‘‘ کے نام سے مرتب کیا، جو اس فن کی نہایت اہم کتاب تصور کی جاتی ہے۔ یورپ میں اس کا ترجمہ بہت پہلے ہو چکا ہے۔۱۹۰۵ء میں جرمنی زبان میں بھی بڑے اہتمام سے اس کا ترجمہ شائع ہوا ہے۔ (راہ عمل ص ۱۷۸ ج ۲، حصہ ۵)

طب کی تاریخ کا پہلا سرجن اور آپریشن کا موجد......ابوالقاسم زہراوی

(۳)......اس کے بعد طب کی تاریخ میں وہ عظیم الشان نام آتا ہے جسے میڈیکل سائنس کی تاریخ ابوالقاسم زہراوی (۳۹۵ھ ۱۰۰۹ء) کے نام سے یاد کرتی ہے، اور اس کے سامنے جبین عقیدت خم کرتی ہے۔ یہ طب کی تاریخ کا پہلا سرجن ہے۔ جس نے آپریشن کے فن کو مرتب کیا، اس کے آلات بنائے، اور ایک سو سے زیادہ آلات سرجری ایجاد کئے۔ موتیا بندھ اور ٹونسل کا آپریشن کیا۔ آپریشن کے ذریعہ ہڈیوں کو جوڑا۔ جسم کے اندرونی حصہ میں آپریشن کے نازک طریقے ایجاد کئے۔ حلق، سر، گردہ، پیٹ اور آنکھوں کے آپریشن کا طریقہ بتایا۔ مریض کو بیہوش کرنے کے سلسلہ میں مناسب دواؤں کی رہنمائی کی۔ کینسر کے مرض پر خاص تحقیق کی اور بتایا کہ کینسر کے پھوڑے یا زخم کو چھیڑنا نہیں چاہئے۔ غرض سرجری کی دنیا میں اس کے کارنامے ناقابل فراموش ہیں، مغربی مصنفین کو بھی جس کا اعتراف ہے۔

زہراوی نے اپنے طبی تجربات کو ڈائری کی صورت میں لکھنے کا اہتمام کیا، یہ ڈائری ''تصریف'' کے نام سے موسوم ہے، اور سرجری کے فن میں نہایت اعلیٰ کتاب تصور کی جاتی ہے۔

فن طب کا امام اور کئی ایجادات کا موجد ......ابوبکر محمد زکریا رازی

(۴)......تاریخ طب کا کون رمز آشنا ہوگا جو امام ابوبکر محمد زکریا رازی (۳۰۸ھ ۹۳۲ء) کے نام سے ناآشنا ہو۔ ۱۹۳۰ء میں پیرس میں رازی کی ہزار سالہ برسی بڑے اہتمام سے منائی جا چکی ہے، اور بین الاقوامی طبی کانگریس کے اجلاس لندن منعقدہ: ۱۹۱۳ء میں رازی اور فن طب کو ایک اہم موضوع کی حیثیت سے شریک رکھا گیا، اور ان کو فن طب کا امام تسلیم کیا گیا۔

طب کے میدان میں رازی کی خدمات بہت وسیع ہیں،فرسٹ ایڈ کا طریقہ رازی ہی کی ایجاد ہے،اس نے جڑی بوٹیوں پر بہت تجربات کئے ہیں۔وہ طبعیات کا بھی بڑا ماہر تھا،اسی نے نامیاتی اور غیر نامیاتی کیمیا کی تقسیم کی ہے۔دواؤں کے صحیح صحیح وزن کے لئے ''میزان طبعی'' ایجاد کی۔جس سے چھوٹی چیز کا بھی وزن معلوم کیا جا سکتا ہے۔جراحی کے لئے نشتر اسی نے بنایا ہے۔الکحل جو آج ایک کثیر المقاصد محلول ہے رازی ہی اس کا موجد ہے۔رازی کا سب سے بڑا طبی کارنامہ چیچک کے بارے میں اس کی تحقیقات ہیں۔اس نے چیچک پر تحقیق کی،اس کے اسباب دریافت کئے،احتیاط اور علاج کا طریقہ بتایا،اور اس مرض کے بارے میں اپنی تمام تحقیقات کو کتابی شکل میں مرتب کیا۔جو چیچک کے موضوع پر دنیا کی پہلی کتاب ہے۔یہ کتاب مدتوں یورپ کے میڈیکل کالجوں میں داخل نصاب رہی ہے،اس کے علاوہ: الحاوی' المصوری' اور متعدد کتابیں رازی کے قلم کی رہین منت ہیں،اور اکثر کتابوں کا یورپین زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔رازی کو حکومت وقت نے ایک اچھے ہسپتال کے قیام کے لئے مامور کیا اور بہتر جگہ کے انتخاب کرنے کا مشورہ دیا، امام رازی نے یہ تدبیر کی کہ شہر کے مختلف مقامات اور محلوں میں گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے لٹکا دیئے،اور تین دنوں تک اس کے رنگ' بو اور مزے میں ہونے والی تبدیلیوں کا جائزہ لیتا رہا،تین دن گذر جانے کے باوجود جس مقام کا گوشت زیادہ سے زیادہ اپنی کیفیت پر باقی رہا،رازی نے اس جگہ کا ہسپتال کے لئے انتخاب کیا۔اس سے اس عظیم محقق کی ذہانت اور خداداد فراست کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

موبائیل سرجری کا موجد......سنان بن ثابت حرانی

(۵)......پیشہ طب میں سنان بن ثابت حرانی کا نام بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا،جس نے

فن طب میں پیشہ ورانہ اصلاحات کیں، اطباء کے لئے اسناد جاری کی گئیں، مطب کرنے کی اجازت دی گئی، اور عطائی قسم کے اطباء کو علاج سے منع کیا گیا، اس نے حکومت کی طرف سے فن طب کی اہلیت کا دعوی کرنے والے ایک ہزار امیدواروں کا امتحان لیا، جن میں سات سو کامیاب ہوئے ان ہی کو مطب کا سرٹفکیٹ جاری کیا گیا، گویا پہلی بار سرکاری رجسٹریشن اور مطب کے لئے اجازت نامہ کے حصول کو لازم قرار دیا گیا۔ سنان بن ثابت حرانی نے گشتی شفاخانہ کا طریق بھی ایجاد کیا، کچھ اطباء اس بات پر مامور تھے کہ دواؤں کے ساتھ مختلف محلوں کا دورہ کریں، اور مریض کا ان کے مقام پر علاج کریں۔

ریاضی، تمدن، نفسیات اور مختلف علوم وفنون کا ماہر...... حکیم ابونصر فارابی

(۶)......علم وفن کی دنیا میں ایک نہایت قابل احترام شخصیت حکیم ابونصر فارابی (۳۳۸ھ ۹۵۰ء) کی ہے جس کا شمار تاریخ کے ذہین انسانوں میں ہوتا ہے۔ فارابی مختلف علوم وفنون کا ماہر اور جامع شخص تھا، ریاضی اور علم تمدن فارابی کا خاص موضوع تھا، اس کے ساتھ ساتھ وہ علم نفسیات کا بھی ماہر تھا، اور اس فن کو طب وعلاج سے جو تعلق ہے وہ ظاہر ہے۔

نباتات کا محقق ''حقائق الادویہ'' کا مصنف......ابومنصور موفق ہروی

(۷)......ادویہ اور میڈسن کی تحقیق میں ایک نمایاں اور ناقابل فراموش کام بلکہ کارنامہ ابو منصور موفق ہروی (۳۴۰ھ۹۶۱ء) کا ہے۔ ابومنصور نباتات کا بڑا اعلی درجے کا محقق تھا، نباتات کے علاوہ اس نے جماداتی ادویہ پر بھی تحقیق کی ہے، ادویہ پر اس کی کتاب ''حقائق الادویہ'' بڑی معرکہ کی چیز سمجھی جاتی ہے، اس کتاب میں: ۵۸۵/ دواؤں کے نام اور ان کی صحیح پہچان کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اس نے ادویہ کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے، معدنی، نباتاتی اور حیواناتی۔ اسی نے خاصیت اور اثرات کے لحاظ سے دواؤں کے چار درجے کئے

ہیں: گرم وتر، گرم وخشک، سرد وتر، سرد وخشک۔ معدنی مفردات اور مرکبات میں ان کی کئی ایجادات اور نئے انکشافات ہیں۔ غرض وہ دواؤں کے مثبت اور منفی خواص کا ماہر تھا، اس نے اس مقصد کے لئے بہت سارے تجربات کئے، اور طویل وپر مشقت اسفار کو برداشت کیا۔

حمل اور جنین کا ماہر......عریب بن سعد الکاتب قرطبی

(۸)......حمل اور جنین طب کا ایک اہم اور نازک موضوع ہے، اس کے ماہر تھے عریب بن سعد الکاتب قرطبی (۳۵۶ھ ۹۷۶ء) امراض نسواں عریب بن سعد کا خاص موضوع تحقیق تھا۔ حمل کے استقرار اور جنین کی حفاظت، زچہ اور بچہ نیز دایہ گری کے موضوع پر عریب کی بہت اہم تالیفات ہیں، جو اس کے بہت طویل تجربات اور تحقیقات کا نچوڑ ہیں، وہ نباتات کا بھی ماہر تھا، اور اس نے نباتات سے متعلق بھی بڑے قیمتی تجربات بیان کئے ہیں۔

آنکھ کے امراض کا ماہر......علی بن عیسی

(۹)......امراض چشم کے ماہرین میں ایک نہایت اہم نام علی بن عیسی (۴۴۱ھ ۱۰۳۱ء) کا ہے۔ عمار موصلی کے بعد یہ دوسرے بڑے ماہر امراض چشم ہیں، علی بن عیسی نے امراض چشم سے متعلق تین جلدوں میں نہایت مفصل کتاب "تذکرة الکحلین"، لکھی ہے جو گویا اس موضوع پر انسائیکلو پیڈیا ہے۔ اس کتاب میں آنکھ سے متعلق: ۱۳۰ر بیماریوں کا ذکر آیا ہے، نیز آنکھوں کے لئے مفید: ۱۴۳ر مفرد دواؤں کے نام اور ان کی خصوصیات اس کتاب میں مذکور ہیں۔ ۱۴۹۹ء میں اٹالین: ۱۹۰۳ء میں فرانسیسی اور: ۱۹۰۴ء میں جرمنی زبان میں اس کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے، اور بڑے بڑے اہل فن نے مصنف کی عبقریت اور کتاب کی اہمیت کا اعتراف کیا ہے۔

علم النفس کا موجد ''القانون'' کا مصنف اور طب کا امام......شیخ بوعلی سینا

(۱۰)......اب اس فن کے بعد فن طب کے امام الائمہ شیخ حسین بوعلی سینا (۴۲۸ھ ۱۰۳۸ء) کا نام نامی آتا ہے، جن کے نام پر دنیائے طب کے بڑے بڑے اصحاب تحقیق اور ماہرین فن کی گردنِ اعتراف بھی خم ہو جاتی ہے۔ شیخ بوعلی سینا سو سے زیادہ کتابوں کے مصنف ہیں، جن میں سے اکثر کتابیں یورپین زبانوں میں منتقل ہو چکی ہیں۔ شیخ کو دنیا کی عظیم با کمال شخصیتوں میں شمار کیا گیا ہے۔ طبعیات' حیاتیات' تشریح الاعضاء منافع اعضاء نیز علم العلاج اور علم الامراض وعلم الادویہ کا عظیم ماہر اور محقق سمجھا جاتا ہے۔ شیخ کی کتابوں اور خدمات کے سرسری تعارف کے لئے بھی بڑی تفصیل مطلوب ہے۔ شیخ کو علم النفس کا موجد سمجھا جاتا ہے، شیخ نے اعضاء جسمانی کی اعضائے مفردہ اور اعضاء مرکبہ کی حیثیت سے جو تقسیم کی ہے وہی آج تک قائم ہے۔ شیخ نے روشنی کی رفتار پر بھی تحقیق کی ہے۔ شیخ کی مشہور کتاب ''القانون'' صدیوں یورپ کی طبی درس گاہوں میں داخل نصاب رہی ہے، اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ لاطینی زبان میں پندرہویں صدی میں سولہ بار اور سولہویں صدی میں بیس بار اس کا ترجمہ طبع ہو چکا ہے۔ ۱۹۳۰ء میں اس کا انگریزی ترجمہ ہوا۔ یہ کتاب پانچ جلدوں میں ہے۔ تشریح اعضاء منافع اعضاء اور علم العلاج اس کا موضوع ہے۔ ڈاکٹر ہورمن نے جرمن زبان میں شیخ کی کتاب ''الشفاء'' کا ترجمہ کیا ہے، اور اس کی شرح لکھی ہے۔

دوران خون کا محقق اور آنکھ کی بیماریوں کا ماہر......علاء الدین قرشی

(۱۱)......تشریح اجسام کے ماہرین اور امراض چشم کے باکمال علاج کرنے والوں میں ایک نمایاں نام: علاء الدین ابوالحسن ابن النفیس قرشی (۱۲۰۱/۱۲۸۹ء) کا ہے۔ ابن

النفیس کا شمار دنیا کے ممتاز اطباء میں ہے۔اس نے شیخ بوعلی سینا کی کتاب ''القانون'' پر بھی بحث کی ہے،اور بعض امور میں ان سے اختلاف رائے بھی کیا ہے۔ابن النفیس کا بہت بڑا کارنامہ حیوانی اجسام میں دوران خون کے نظام کی دریافت ہے،اسی نے سب سے پہلے یہ ثابت کیا کہ دوران خون مسلسل جاری ہے جو پھیپھڑوں میں پہنچ کر تازہ ہوا حاصل کر کے پورے جسم میں دوڑتا رہتا ہے، یہ عام طور پر ولیم ہاروے (۱۶۸۷ء) کے سر باندھا جاتا ہے، یہ تاریخ کے ساتھ صریحاً ناانصافی ہے، درحقیقت سب سے پہلے اس کی دریافت ابن النفیس نے کی ہے۔

متعدی وغیر متعدی امراض کا ماہر......لسان الدین بن خطیب

(۱۲)......طبی تحقیقات میں لسان الدین بن خطیب (۱۳۱۳ء تا ۱۳۷۴ء) کو بھی بھلایا نہیں جا سکتا، اسی نے سب سے پہلے متعدی اور غیر متعدی امراض کی شناخت کی، پھر متعدی امراض پر تحقیق کرتے ہوئے اس بات کو ثابت کیا کہ کچھ ان دیکھے جراثیم بھی پائے جاتے ہیں، جو امراض کے متعدیہ ہونے کا باعث ہوتے ہیں، یقیناً یہ ابن الخطیب کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔طاعون کے مرض پر بھی اس کی تحقیقات نہایت قیمتی سمجھی جاتی ہیں، بعد میں فن طب میں جو ترقیاں ہوئیں ان میں جراثیم کے وجود کے نظریہ کو بڑی اہمیت حاصل ہوئی، اور اسی کی روشنی میں نئی نئی دوائیں ایجاد پذیر ہوئیں، اور جن امراض کو لاعلاج سمجھا جاتا تھا ان کی دوائیں ایجاد پذیر ہوئیں۔